سلسلۃ التصانیف رابطۂ تالیف و ترجمہ نمبر ۲

مُجاہدِ مراکش

امیر محمد بن عبد الکریم ریفی کے سوانح حیات

مؤلفہ

عبد الوہاب ظہوری (افضل العلماء)

ناشر

ادارۂ معارفِ اسلامیہ ہند

عزیز منزل، گوشہ محل روڈ۔ حیدرآباد دکن

اشاعتِ اول ایک ہزار
ماہ ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ
مطابق اکتوبر ۱۹۴۶ع

ناشر

ادارۂ معارف اسلامیہ ہند
عزیز منزل، گوشہ محل روڈ۔ حیدرآباد دکن

مُدیر مسئول

حسن الاعظمی (ازہری)
معتمد عمومی رابطۂ تالیف وترجمہ ہند
وجماعت اخوتِ اسلامیہ مصر

قیمت مجلد تین روپیہ آٹھ آنہ

(مطبع دستگیری حیدرآباد دکن)

محمد بن عبد الکریم ریفی

انتساب

صاحب المعالی عبدالرحمٰن غرام پاشا
(معتمد عمومی عرب لیگ)

کے نام

جن میں اسلام کی صحیح روح، غازی عبدالکریم ریفی کا جہاد، جمال الدین افغانی کی انقلابی تحریک، اور شیخ محمد عبدہٗ کی تعلیم جلوہ گر نظر آتی ہے۔

ادارہ

محتویات

دوسرا باب

سیرت بطل ریف

تیسرا باب

جنگ ریف اور اُس کے نتائج

چوتھا باب

بطل ریف مشاہیر کی نظر میں

پانچواں باب

فرانس اور ریف

چھٹا باب

اہل ریف کی بہادری اور اُن کی نقل وحرکت کا مظاہرہ

ساتواں باب

فرانس اور ریف کی جنگ کا خاتمہ اور اس کے نتائج

آٹھواں باب

مغرب اقصیٰ پر آخری نظر اعتبار

حرفِ آغاز

از

محمد حسن الاعظمی

معتمد عمومی رابطۂ تالیف و ترجمہ ہند

وجماعتِ اُخوۃ اسلامیہ مصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

؁۱۹۳۸ء کے اوائل میں سرزمین کے مرکزی شہر قاہرہ میں ایک بین الاسلامی اور عالمگیر تحریک کی تنظیم کی گئی جس کی تمہید تاسیس علامہ جمال الدین افغانی کے دست مبارک سے عمل میں آئی تھی۔ یہ تحریک اخوت اسلامیہ کے نام سے علامہ طنطاوی جوہری کی زعامت اور ڈاکٹر عبدالوہاب عزام پرنسپل کلیۃ الآداب جامعہ مصریہ کی صدارت میں شروع ہوئی اور دنیائے اسلام کے چندہ تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اس مبارک تحریک کی اشاعت میں ہاتھ بٹایا "اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے" اقبال نظریہ کی یہ آئینہ دار اور تمام مسلمانوں کو ایک صف پر لا کھڑا کرنے کی متمنی ہے۔ اس انجمن نے اخوت اور نبیؐ اسلام قرآن اور مسلمانوں کی مشترکہ زبان عربی کی اشاعت کے سلسلہ میں مختلف علمی طریقے اختیار کئے۔

؁۱۹۳۹ء میں جنگ عظیم سے چند ماہ قبل یہ طے کیا گیا تھا کہ اس مقصد کو ہردلعزیز اور عام کرنے کیلئے ایک ایسا جامع تعلیمی رسالہ نکالا جائے جو ترکی فارسی، اردو اور عربی چار زبانوں میں شائع ہو نیز ہر ماہ میں پابندی سے مذکورہ چار زبانوں کے علاوہ انگریزی میں بھی ایک ایسی کتاب شائع کی جائے جو مشاہیر اسلام کی سوانح حیات اور ممالک اسلامیہ کے موجودہ حالات کی

ترجمان ہو۔ لیکن جنگ عظیم (۱۹۳۹ء) ہمارے علمی اقدام کی راہ میں حائل ہوئی اور اخوت کے بعض سرگرم مخلص رکن مختلف اسلامی ممالک میں منتشر ہو کر اپنی انفرادی کوششوں سے اخوت کو عام کرنے لگے۔ اسی سلسلہ میں میں بھی ہندوستان کے طول و عرض کا دورہ کر کے کہیں اخوت کی شاخ اور کہیں عربی انجمن قائم کر کے سرگرم عمل رہا۔ ان کوششوں کا مرکز پہلے دو سال تک تو پنجاب رہا پھر دو سال سے حیدرآباد پر نظر انتخاب پڑی۔ اور حسن اتفاق سے علامہ محمد بن عبدالوہاب دمشقی اور علامہ عبداللہ رشید مکی جیسی عظیم الشان شخصیتوں کی تائید حاصل ہو گئی اور اب تمام ساکنانِ دکن کم و بیش ہماری جد و جہد سے آشنا ہو چکے ہیں اور بنظر استحسان دیکھ رہے ہیں۔ اب تک پانچ سال سے رابطہ تالیف و ترجمہ کے زیر اہتمام عربی درسی کتب یا عربی اردو لغات کی نشر و اشاعت میں انہماک رہا اور اس بار کو کچھ ہلکا محسوس کرتے ہی دیرینہ امید دل اور دلی تمناؤں کو عملی جامہ پہنانے کا خیال پیدا ہوا "ادارہ معارف اسلامیہ ہند" کوشش کرے گا کہ ہر ماہ میں کم از کم دو کتابیں پیش کرے جو کسی زعیم کی زندگی اور اسلامی ملک کے احوال پر مشتمل ہو۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی "غازی عبدالکریم ریفی" کی سوانح حیات اور دوسری "آزاد مصر" ہے۔

مصر کے دوران قیام میں مجھے مراکش اور بلادِ مغرب کے ایسے مسلمانوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے جو غازی موصوف کے عزیز ہیں یا ان سے شخصی طور سے واقف اور ریفی تحریک میں حصہ لے چکے ہیں۔ ان سے حالات معلوم

کرکے غازی عبدالکریم ریفی کی عظمت نے میرے دل و دماغ میں جگہ کرلی۔ مجاہد اعظم عبدالکریم ریفی کے زندہ جاوید کارناموں کو آپ اس کتاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ پائیں گے۔

یہ مجاہد اعظم اپنے خاندان کے تیس افراد کے ساتھ فرانسیسی حکومت کے پنجۂ استعمار میں پندرہ بیس سال سے گرفتار اور جزیرۂ لارینیوں (جو جزیرۂ موریشس و مڈغاسکر کے درمیان اور موریشس سے ۱۲۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے) نظربند ہے چونکہ آپ کے تمام بچے اور بچیاں بالغ ہو چکی ہیں اس لئے غازی کی تمنا ہے کہ حکومت حسب وعدہ اُن کے ۳۰۰ مکانات اور تمام جائدادیں انھیں واپس کرکے۔ یا تو ان کے وطن یا کسی عربی مملکت میں جانے کی اجازت دیدے تاکہ اپنے فرزندوں کی شادی کرکے اطمینان کی زندگی بسر کرسکیں۔ ان کے گذارے کے لئے ماہانہ دس ہزار فرانک مساوی ۴۰۰ روپیہ کی قلیل رقم متعین ہے جو آپ کے شایانِ شان ہی نہیں بلکہ آپ کے خاندان کی ضروریات زندگی کے لئے بھی کسی طرح کافی نہیں ہے۔ مسلمانانِ موریشس کی طرف سے حال ہی میں جو تحریر صدر رابطہ علامہ عبداللہ رشید صاحب مکی کو موصول ہوئی ہے وہ سرتاپا یاس و ناامیدی کا مرقع ہے۔ اس میں اس جلیل القدر انسان کی حالت زار کی طرف عالم اسلام کی توجہ مبذول کرانے پر زور دیا گیا ہے اور حالات کا علم ہوتے ہوئے خاموشی اور بھی سنگین جرم بن جاتی ہے وقت چاہے کتنا ہی نازک ہو۔ حالات و واقعات خواہ کتنے ہی روح فرسا ہوں لیکن ناامیدی کفر ہے۔

چونکہ غازی عبدالکریم ریفی ہمارے محترم بھائی اور اسلامی دنیا کے معزز غازی اور زندہ جاوید مجاہد ہیں لہٰذا صدائے احتجاج بلند کرکے موصوف کو مکمل آزاد و رہا کرانے کی مستقل جد و جہد ہمارا فرضِ عین ہے میں تمام فرزندانِ اسلام سے اس سلسلہ میں ہر ممکنہ امداد کا متمنی ہوں۔

ہماری یہ کتاب اور اس سلسلہ کی دیگر کتب نوجوانانِ اسلام کو جہادِ زندگانی میں کامیاب مجاہد بننے اور سعیِ پیہم و عملِ مسلسل سے آسمان و زمین کی تمام مشکلات کو حل کرنے اور ہر قوت کو مسخر کرنے کے لئے مشعلِ راہ بنے گی

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحبِ یقیں (اقبالؒ)

شکریہ

آخر میں میرا خوشگوار فریضہ ہے کہ ادارہ کی طرف سے اپنے دوست افضل العلماء مولوی عبدالوہاب ظہوری صاحب، ڈاکٹر راحت اللہ صاحب مدیر مکتبہ تصنیف [illegible] علامہ عبداللہ رشید صاحب مکی و عزیزی محمد عاقل کاتب دل سے شکریہ ادا کروں جن کے خلوص اور مدد نے اس کتاب کی تکمیل میں ادارہ کا ہاتھ بٹایا۔

محمد حسن الاعظمی

مقدمہ

اسلام ایک ہمہ گیر انقلابی دعوت کی حیثیت سے عرب کے ریگستانوں سے اُبھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام کرۂ ارض پر چھا گیا۔ اس کے عالمگیر اصول و اخلاق، اس کی انقلابی تحریکات اور اس کے اساسی افکار و نظریاتِ حیات نے عربوں کے منتشر شیرازہ کو ایک نظام میں مربوط کردیا اور ان کی مختلف ذہنی و جسمانی طاقتوں کو، جو تباہی و بربادی کے میدانوں میں فتنہ و فساد کی آندھیاں برپا کررہی تھیں، مرتکز کرکے ایک اجتماعی و مرکزی شکل و صورت میں نمودار کردیا۔ پیغمبر اسلام نے تہذیب و تمدن سے نا آشنا قوم کے اندر اسلامی حرکت و عمل کے برق پاروں، ایمان و یقین کے حراروں، جہد و جہاد کی اسپرٹ اور الٰہی توانائیوں کو ترکیب دے کر ایک ایسا پاور ہاوس (Power House) اور فکری و عقلی طاقت و قوت کا ایک ایسا خزانہ بنادیا جس سے ریگستان کے پتھر دل انسانوں کے سینوں سے رقت و شفقت اور اخوت و مساوات کے ایسے چشمے پھوٹ نکلے، جنھوں نے رنگ

و نسل کے حدود کو توڑ دیا اور قومیت و وطنیت کی چٹانوں کو پاش پاش کر دیا اور انسانیت و حق و عدالت کی مضبوط بنیادیں تعمیر کیں، ان کی بے حس رگوں میں ایسی برقی لہریں دوڑائیں، جنھوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ کر رکھ دیئے۔ دھرتی کے وحشت زدہ دل و دماغ اور اس کے خوف و دہشت سے دھڑکتے ہوئے سینوں کو امن و سلامتی کا پیغام سنایا، ظلم و استبداد کے طوفانوں کو زیر کر کے ان کے بجائے جمہوریت کی بنا ڈالی، دکھی انسانیت کو چین، سکھ اور شانتی بخشی اور قوموں کو محکومی و غلامی کی بندھنوں سے آزاد کرایا۔

ایک عرصہ دراز تک مسلمانوں کی اسلامی تہذیب و ثقافت کا آفتاب افق مشرق سے اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہو کر اپنی کرنیں دنیا کے ہر خطہ تک پہنچاتا رہا، بالآخر شفق کے لالہ زاروں اور مغرب کی خونیں گھاٹیوں میں ڈوب گیا، مسلمانوں کے یقین و عمل کا یہ تپش پیما اپنے ارتقائی نقطہ تک پہونچ کر فکری جمود و خمود اور عقلی و عملی سرد مہری سے تنزل کے آخری سرے تک گھٹ گیا، ان کی لامرکزیت نے ان کی جمعیت پریشان کر دی اور ان کی توانائیوں کو بیکار و مضمحل بنا دیا۔

اس کے باوجود ہر زمانے اور ہر صدی میں چند مجاہدین اسلام اور مردانِ طوفانی ایسے تھے۔ جنھوں نے انفرادی طور پر اپنی کوششیں مسلمانوں کے وقار رفتہ کو از سر نو زندہ کرنے

کیلئے صرف کیں، بڑی بڑی سلطنتوں کے مقابلہ میں اپنی اسلامی غیرت و حمیت کا مظاہرہ کیا۔ مسلمانوں کے اندر اتحاد و جہاد کی روح پھونکنے میں اپنی زندگی کی آخری سانس تک ختم کردی، جس کا زندہ ثبوت جمال الدین افغانی کے مجاہدانہ کارنامے ہیں، اتحاد عالم اسلامی کی وہ انقلابی تحریک، جس کو آپ نے مشرق کے اس سرے سے مغرب کے اس سرے تک پھیلائی، اپنا اثر دکھائے بغیر نہ رہ سکی، اس نے مشرق کے خوابیدہ ذروں میں بیداری کی لہر دوڑادی اور ایسے جواں ہمت و غیور افراد پیدا کئے، جنھوں نے غیروں کی محکومی کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکا اور اپنے ملک اور اپنی قوم کو غلامی کی زنجیروں سے نجات دلانے کے لئے پیہم کوشش کی، اس کی زندہ مثال امیر محمد بن عبدالکریم ہیں۔

بلا مبالغہ ہم کہہ سکتے ہیں، کہ امیر ابن عبدالکریم دور حاضر کی بہت بڑی شخصیت ہیں، جنھوں نے اسپین میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کردیا، اسلام کے اس بطل مجاہد کے نام کا ڈنکا نزدیک و دور کے ملکوں اور خاص و عام لوگوں کے درمیان بج رہا ہے اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے، تو نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ تمام قوموں کے درمیان صرف یہی ایک ہستی عصر حاضر کا بطل شمار ہونے کے لائق ہے۔

بہادری اور کمال شجاعت کو بہ اعتبار اہمیت ان اعمال کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں کیا جا سکتا، جن کو انسان انجام دیا کرتا ہے، بلکہ اس کے لئے ان وسائل کو دیکھا جاتا ہے۔ جنہیں عمل در آمد کرتے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک طرف ایک وہ شخص ہے جو کسی بڑی حکومت کا مالک ہے، اس کا اثر و رسوخ آس پاس کے ملکوں میں نہایت وسیع اور دور رس ہے، اپنے مقصد کے حصول میں اس کو ہر طرف کافی اسباب و ذرائع میسر ہیں، جن کے ذریعہ یہ دشمن پر غلبہ پالیتا یا کوئی بڑا مقصد حاصل کر لیتا ہے، لیکن یہ کوئی حیرت و تعجب کا مقام نہیں، کیونکہ اس کے مقابل دوسری طرف ہمیں ایک ایسا شخص نظر آتا ہے، جو اپنے اردگرد نظر دوڑاتا ہے، تو خود اس کو سوائے چند قدرتی اسباب اور فطری صلاحیتوں کے باقی ہر چیز سے تہی دست و بے مایہ پاتا ہے، اس کے پاس اپنی قوت ارادی اور عزم و استقلال کے سوائے مادی قوت و شوکت کا کوئی سامان نہیں۔ اسی لئے مارشل فوش دول حلفاء کی فوجوں کا قائد جس نے تاریخ کی سب سے مشہور جنگ میں فیصلہ کن فتح حاصل کی، مارشل ہنڈنبرگ جس نے چار سال سے زائد عرصہ تک اپنے فریق کا مقابلہ کیا، جو قوت و طاقت میں اس سے کئی گنا بڑھ چڑھ کر تھی غازی

مصطفٰے کمال پاشا جس نے دولت ترکیہ کو از سر نو زندگی بخشی، جس کی قسمت کا فیصلہ یورپ کر چکا تھا، لینن جس نے دنیا کی قیصریت کے تختے کو الٹ دیا اور اس کی جگہ مفلسوں، کمزوروں اور بے نواؤں کی ایسی حکومت قائم کر دی جس کی مثال کرۂ زمین پر نہیں ملتی۔ کیا ان تمام کی شخصیتوں میں بہادری، انسانیت، کمال شجاعت اور اخلاقی خوبیوں کا کوئی سرمایہ نظر آتا ہے، جس سے عبدالکریم کی شخصیت مالا مال ہے؟

فوش نے جس وقت جرمن فوجوں پر فتح حاصل کی، تو اس کی زیر قیادت تقریباً ڈیڑھ کروڑ کا لشکر پورے ساز و سامان کے ساتھ آراستہ تھا، اس کی تائید میں ستائیس حکومتیں تھیں جن میں اکثر و بیشتر دولت و ثروت اور آبادی کے لحاظ سے تمام پر فوقیت رکھتی تھیں،

ہنڈنبرگ کے ان ستائیس حکومتوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کا راز اس میں پوشیدہ تھا کہ جرمن فوجوں میں ایک نظام اور ترتیب تھی، جو دنیا کے کسی لشکر میں ناپید تھی، مصطفٰے کمال نے ایک ایسی قوم میں ارتقا کی روح پھونکی، جو قدیم زمانے سے آزادی کی فضا میں سانس لے رہی تھی، دور جدید میں اس کی سلطنت کے گوشے وسیع ہو چکے تھے، وہ شروع ہی سے جنگ و جہاد کے جذبہ سے لبریز اور مختلف قسم کے اسباب

دماغ کی مالک تھی، لوید جارج نے ارادہ کر لیا تھا کہ ترک قوم کو اس کے سیاسی وجود سے ایک دم محروم کر دیا جائے اور اس کو اس کے وقار و شرف کی بلندی سے ذلّت کی پستی میں ڈھکیل دیا جائے۔ لیکن مصطفیٰ کمال اور اس کے رفیقوں نے اپنی حسن قیادت کے ذریعہ ترک قوم پر قابو پالیا اور ان میں جواں مردی اور ابسالت کی وہ روح پھونکی کہ ترک قوم نے میدانِ جنگ میں سر مٹنے پر اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا، اس نے یونانی فوجوں کے ساتھ پیہم جنگ کر کے ان کی ہمتیں توڑ دیں، بالآخر ان کو شکست فاش اٹھانی پڑی، مصطفیٰ کمال کو غلبہ حاصل ہوا۔ اس نے دشمن کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا اور ترکی کو اس کا گذشتہ وقار اور اس کا اپنا مستقل سیاسی وجود بخشا۔ لینن نے جس وقت کہ روس جنگ عظیم کے شعلوں کی لپیٹ میں آگیا تھا، ان ہزاروں لاکھوں بے نواؤں کی نمائندگی کا ذمہ لیا، جن کی انجمنیں تمام ملکوں میں پھیلی ہوئی تھیں، اس جنگ نے روس کے کھیتوں اور اس کی نسلوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا، اور ان کو بھوک، فقر و فاقہ اور افلاس کے پنجوں میں گرفتار کر دیا تھا، سرمایہ دار غریب طبقہ کے حقوق کو دبوچے بیٹھے تھے، حکام بالا دست عیش و عشرت اور خواہشات نفسانی میں بدمست ہو کر زیردستوں

پر ظلم و ستم ڈھایا کرتے تھے، اس وحشت انگیز ماحول نے دنیا کی بڑی سلطنت کے تختے کو الٹ دینے کے لئے، جس کی بنیادیں سراسر ظلم و استبداد پر رکھی گئی تھیں، ایک سنہری موقع پیدا کر دیا، ظلم و جور، جماعتی احساس کمتری اور شخصی حکومت کے ردعمل کے سلسلہ میں ایک زبردست انقلاب رونما ہو گیا اور یہ لینن کے لئے اشتراکی حکومت کی تاسیس پر بہت معاون و مددگار ثابت ہوا۔

محمد بن عبدالکریم نے اسپین پر غلبہ حاصل کر کے اسپینی فوجوں کو ریف سے بھگا دیا، امیر کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا، کہ اسپین کی فوجوں کے مقابلہ میں امیر کی فوج کی تعداد چالیس اور ایک کے تناسب سے تھی، لیکن کسی صورت سے خطۂ ریف مجموعی طور پر اس تناسب کے دائرہ سے باہر نہ تھا، کہا جاتا ہے کہ ریف میں اسپینی باشندوں کی تعداد پانچ لاکھ بعضوں کے قول کے مطابق چھ لاکھ اور بعض کے اندازے سے ساتھ لاکھ تھی۔ باشندگان ریف کی مردم شماری ضبط تحریر میں نہیں لائی گئی اور نہ مغربی حصوں کی حکومتوں کی کوئی قابل اعتماد مردم شماری کی گئی، سماعی طور پر معلوم ہوا ہے کہ ریف مغربی سلطنتوں کا ساتواں حصہ ہے، اگر مغرب میں ستر لاکھ نفوس ہیں، تو ریف میں صرف چند لاکھ، دولت و ثروت کے

اعتبار سے یہ منطقہ حد درجہ تباہ حال تھا، در حقیقت ریف کوئی شاداب خطہ نہیں، ریف کے پہاڑی حصوں میں نہریں نہیں بہتیں جیسی کہ دوسرے پہاڑوں مثلاً کوہ اطلس کے دامن میں بہا کرتی ہیں، ریف کے بڑے شہروں میں سبتہ اور ملیلا قدیم زمانے سے اسپینی شہر کہلاتے ہیں، انمیں سے تطوان اور عرائش کو مغربی شہروں میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی، ان نامساعد حالات میں حیرت و تعجب کا مقام ہے، کہ محمد بن عبدالکریم نے چند سال کی پیہم جنگ کے بعد اسپینیوں کو اپنے ملک سے نکال دیا اور ایسے دور میں فتح مندی حاصل کی، جب کہ یورپ کو یہ ناگوار تھا کہ امت اسلامیہ مسیحی قوم پر غالب آجائے، اور وہ کبھی اس کو پسند نہیں کرتا کہ ایک بدوی وغیر متمدن قوم ترقی یافتہ اور مہذب قوم پر قابض ہو جائے، خصوصاً جب کہ دونوں قوموں میں لشکر اور سازوسامان میں زمین آسمان کا فرق ہو، حکومت اسپین کے باشندوں کی تعداد دو کروڑ بیس لاکھ تھی، وہ دَور حاضر کے تمام تمدنی وعمرانی اسباب و وسائل سے مسلح تھی، اس کی فوجیں ترتیب، نظام، بہترین اسلحہ اور فنون جنگ میں یورپ کی تمام فوجوں میں صف اوّل میں شمار ہوتی تھی۔ اسپین اپنی ڈیڑھ دو لاکھ فوج کو لے کر ریف کے

میدان جنگ میں اتر پڑا۔

اس زمانے کے پیرس کے اخبار "جرنل" کے نامہ نگار رلیف نے اپنے ایک مضمون میں امیر محمد بن عبدالکریم کے مرکز حزامی کی نوعیت بیان کی ہے اور امیر سے اپنی ملاقات کا تذکرہ کیا ہے، دوران تحریر میں اس نے امیر کے کارنامہ پر حیرت و دہشت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

"یہ وہ شخص ہے جس نے موجودہ دور کے اسپینی لشکر کو، جس کی تعداد ایک لاکھ پچہتر ہزار تھی شکست فاش دی۔"

۴۳

امیر عبدالکریم تینتالیس سال کی عمر میں اسپین کے پاس ملیلا میں قاضی تھے، آپ نے مادرید میں تحصیل علم کی تھی، اہل اسپین آپ سے بیحد محبت رکھتے تھے، لیکن ملیلا میں آپ کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اہل اسپین کے خلاف آپ کو بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ آپ نے اسپینیوں سے جھگڑا کیا، انھوں نے آپ کو گرفتار کرکے قید خانہ میں ڈال دیا، آپ بھاگنے کا ارادہ کرکے کھڑکی میں سے کود پڑے آپ کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی، اہل اسپین آپ کو شفا خانہ لے گئے۔ جہاں آپ ہڈی جڑنے تک ٹھہرے رہے،

باشندگان اسپین نے آپ کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کیا، اور آپ کو اپنے دیرینہ منصب پر برقرار رہنے کی ترغیب دلائی۔ لیکن آپ نے دل میں ٹھان لی تھی کہ ان لوگوں کو چھوڑکر اپنی قوم میں جا ملیں۔

اہل اسپین کے ساتھ آپ کی خصومت و دشمنی کا بیشتر سبب یہ تھا کہ جب آپ بڑے ہوئے اور عہدہ قضا پر ان کے پاس فائز ہوئے، تو اکثر دیکھا کرتے تھے کہ اسپینی باشندے آپ کی قوم والوں کے ساتھ ظلم و جور سے پیش آتے اور مسلمانوں کی تحقیر کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ وہ سلوک اور برتاؤ کیا کرتے ہیں جیسا کہ یورپ کے دیگر نوآباد حکام ان کی نوآبادیوں میں روا رکھتے ہیں، مسلمانوں کی عورتوں کی حرمت ریزی، ان کی حق تلفی وغیرہ اس جیسی بہادر قوم میں بغاوت و انقلاب کے آثار پیدا کرنے کا سبب ہوئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اہل اسپین باشندگان ریف کے ساتھ جنگ و جدل میں مصروف تھے، جیسا کہ دونوں فریقوں کے درمیان ہمیشہ جنگ کا سلسلہ جاری رہتا تھا، کسی مغرب کے باشندہ کو اسپینی حکومت کی اجازت کے بغیر ملیلا سے نکلنے کا اختیار نہ تھا، اس حکومت نے ابن عبدالکریم سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ اجازت نامہ اور پاسپورٹ آپ کو

دیگی، آپ نے ملیلا سے نکلنے کی ان سے اجازت مانگی، لیکن
انھوں نے اجازت نامہ دینے سے انکار کردیا، آپ خفیہ طور
پر ملیلا سے سمندری راستہ کے ذریعہ تاجدرت بھاگ نکلے،
ان دونوں مقامات کے درمیان سمندری مسافت چار گھنٹوں
کی تھی، آپ کے پاس فرار ہونے سے پہلے بنک میں سترہ ہزار
ریال (چاندی کا سکہ مساوی تین روپیہ کے) تھے آپ نے
انھیں حاصل کرلیا اور اپنا تعلق ملیلا سے منقطع کرلیا اور
اپنے دل میں اسپین کے ساتھ جنگ کی ٹھان لی۔

اسپینیوں نے ۴۶۰ پناہ گاہیں اور قلعے لشکروں کے
لئے تعمیر کر رکھے تھے اور ان کو اسباب حرب سے بھردیا تھا،
ریف کا ہر قبیلہ اپنے شہر میں علحدہ طور پر جنگ کیا کرتا تھا اس
کے درمیان کوئی ایسا نظام نہ تھا جو ان قبائل کو آپس میں
مربوط رکھتا اور نہ ان کا کوئی خاص پرچم تھا، جس کے سایہ
تلے جمع ہوکر نقل و حرکت کیا کرتے، محمد بن عبدالکریم نے
یہاں پہنچتے ہی ان منتشر قبائل کو ایک شیرازہ میں جمع کردیا،
ان میں اتحاد و یک جہتی کی روح پھونکی، جس کی وجہ سے وہ
امیر کے ایک اشارہ اور ایک حرکت پر وقت واحد میں جان
ہتھیلی پر رکھ کر میدان جنگ میں کود پڑنے کے لئے تیار
ہوگئے، چنانچہ انھوں نے ان تمام پناہ گاہوں اور فوجی اڈوں

کا محاصرہ کرلیا، ان کے پانی کے خزانوں کو مسمار اور قلعوں کو منہدم کردیا، ان میں جس قدر فوجیں تھیں پیاس سے ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں، حکومت اسپین نے ان کے پاس برف کے انبار ان کی پیاس بجھانے کے لئے طیاروں کے ذریعہ سے بھیجنا شروع کیا، زیادہ عرصہ گذرنے نہ پایا تھا کہ وہ چھ دن بعد ہی اپنے قلعوں کو سونپ دینے پر مجبور ہو گئے، ہر حصار میں کئی سو لشکر تھا۔ مغاربہ نے ان تمام کو گرفتار کرلیا اور ان میں سے بڑی تعداد کو قتل کردیا، صرف فوجی قائدین اور سپہ سالاروں کو زندہ چھوڑا۔ ان کی تعداد (۵۷۰) تھی، اسپین نے عبدالکریم سے درخواست کی کہ اس کے سپہ سالاروں کو واپس روانہ کردے، نیز انھوں نے کہلا بھیجا کہ فوجی افسروں کو رہا کردینے کی صورت میں ملیلا کو خالی کردیا جائیگا عبدالکریم نے جواب دیا کہ ہم نہیں چاہتے کہ تم ملیلا کا تخلیہ کرو لیکن ہم یہ چاہتے ہیں، کہ تم اپنے فوجی افسروں کے لیئے خوراک روانہ کرو، ورنہ وہ بھوکوں مرجائیں گے، چنانچہ حکومت اسپین نے کئی ٹن غلہ اور زرکثیر روانہ کیا، اس سے پیشتر ریفیوں نے ان کے قلعوں اور فوجی مرکزوں کو توڑ دیا تھا، ان کے اندر جس قدر ہتھیار اور مال و متاع تھا تمام لے لیا، جملہ مال غنیمت میں سے (۱۶۰) توپیں (۱۵۰) مشین گنیں، بے

شمار بندوقیں اور بے حد ساز و سامان ہاتھ آیا، مغاربہ نے ملیلا کو بھی گھیر لیا، ریلوے لائن کو اکھیڑ دیا اور اسٹیشنوں کو جلا دیا، بہت سے اسپینی سمندر کے ذریعہ اپنے شہروں کی طرف بھاگ نکلے، اسپینیوں نے قبیلہ قلعیہ و بوبخی کو ایک شخص عبدالقادر بن شلال کے ذریعہ رشوت دی، اگر غمارہ، بوبخی، قلعیہ اور غبابدہ قبائل نے خیانت اور غداری نہ کی ہوتی، تو ان ملکوں میں کسی اسپینی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا، الغرض جب ریفیوں نے یہ شاندار کامیابی حاصل کی تو تمام ایک مقام "الوال" نامی میں اکٹھا ہوئے، ہر قبیلہ نے اپنا قائد منتخب کیا، جنگ کے ضروری نظام کی ترتیب کی، خندقیں کھودنی شروع کیں، انھوں نے فوج میں پیچھے رہ جانے والے ہر شخص کے لئے اور ہر بے نمازی کے لئے سزا مقرر کی، قاتل کو قتل کرنے، زانی کو سنگسار اور چور کے ہاتھ کاٹنے پر حدود و تعزیرات مقرر کئے۔

یہ تمام واقعات جن کا ذکر اوپر کیا گیا تھا، اس واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو ۱۹۲۱ء کو جولائی میں در پیش ہوا جس میں ریفیوں نے پچیس ہزار جنگجو اشخاص کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور یورپی جرائد کی روایت کے مطابق (۱۷۰) توپیں، دس طیارے، ۷۰ ہزار بندوقیں، بے شمار لونڈیاں اور کئی ٹن غلہ

مال غنیمت میں حاصل کیا، درحقیقت ریفیوں نے اسپینیوں ہی کے اسلحہ و آلات اور سازوسامان سے جنگ کی، اس واقعہ کے بعد ایک سال تک اسپین کو سنبھلنے نہ دیا، اس کے بعد انھوں نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار کا ایک لشکر تیار کیا، ریفیوں نے نو ہے جیسے دلوں کے ذریعہ ان کا مقابلہ کیا، ان کو بھاری نقصانوں کے ساتھ شکست دی، جب اسپین کی زمام حکومت جنرل دو ریفیرا کے ہاتھ میں آئی، جس کا تمام تر منشا ریف کو چھوڑ دینے کا تھا تو اس نے ساحل سمندر کی طرف اپنی فوجوں کو ہٹا لینے کا پروگرام بنانا چاہا، اُس کی اس تجویز پر فوجی افسروں نے اعتراض کیا اور بربری قبائل اور غیر منظم طاقت سے خوف زدہ ہوکر ان کے پیچھے کی طرف اُلٹے پاؤں لوٹ جانے میں اپنی ایسی ذلت و توہین محسوس کی، جو یورپی حکومتوں کے شایان شان نہ تھی، یہ دیکھکر جنرل نے فوجی افسروں کی رائے کا ساتھ دیا، خود ملیلا کی طرف گیا اور قیادت کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لی، اُسے گمان ہونے لگا کہ وہ قریب میں عبدالکریم کو اپنے قابو میں کرے گا، اس کی وضاحت اس نے علی الاعلان تمام کے روبرو کی، جب جنگ شروع ہوئی، تو ریف کی طرف سے جنگ کے ایسے شعلے بھڑکنے لگے، جن کو پیہم کوششوں کے بعد بھی بجھانے کی ہمت اسپینوں کو نہ رہی، متواتر جنگوں

کے بعد جب کہ ان میں بیس ہزار اسپینی مقتول ہوئے، تو جنرل مذکور کو اپنی پہلی رائے پر رجوع کرنا پڑا، اسپین کو مالی اور فوجی بھاری نقصانات برداشت کرنے پڑے آخر کار واپس ہو جانے ہی میں اپنی بھلائی دیکھی، جنرل نے لشکر کو پیچھے کی طرف ہٹا لیا اور سبتہ و ملیلا کے قرب و جوار میں حد فاصل قائم کر دی، جو ایک چھوٹے سے منطقہ پر شامل تھی جس کے باشندوں کی تعداد نا معلوم ہے، لیکن وہاں اسی یا نوّے سے زیادہ لوگ نہیں تھے، اسپینی لشکر مرکز ریفی کا تخلیہ کرنے اور اپنی پیٹھ پھیر کر بھاگنے کے دوران میں ریفیوں کے حملوں اور ان کی غارتگری کا نشانہ بنا ہوا تھا، جب اسپینی اپنے خط کشیدہ منطقہ میں داخل ہو گئے تو اس کو انھوں نے بہت بڑی کامیابی شمار کی یعنی انھوں نے اس کو اپنی فتح سمجھی کہ وہ تمام کے تمام ہلاک نہیں ہو گئے، جنرل ریفیرا شکست فاش کھانے اور اس کا لشکر سخت مصیبتوں میں مبتلا ہونے کے بعد مادرید کی طرف واپس ہو گیا، مگر پایۂ تخت اسپین میں اس کا اس طرح استقبال کیا گیا جیسا کہ کسی بڑے فاتح کا، جو جنگ لڑ کر شاندار فتوحات کے ساتھ لوٹ کر آتا ہے، اسپین نے جب یہ سنا کہ ان کا لشکر سمندری ساحل تک ہٹ گیا اور ایک تنگ منطقہ ہی پر اکتفا کر لیا ہے۔

تو اس کو بہت بڑی خوشخبری شمار کیا، حالانکہ اس سے پہلے جب کبھی کوئی ریف کی بالشت بھر زمین چھوڑنے یا عبدالکریم کے ساتھ صلح کرنے کا خیال ظاہر کرتا تو اس کے خلاف انتقام و نفرت کی چنگاریاں برسایا کرتے تھے!

جنگ ریف اور اہل ریف کا ظہور یہ دونوں قدرت کی نشانیوں اور خرق عادات میں شمار ہونے کے قابل ہیں، محمد بن عبدالکریم نے تاریخ میں نہایت گہرے نقش ثبت کر دیئے اپنی عظمت عمل اور اعلیٰ بہادری سے عہد حاضر کی تاریخ عالم کی بڑی بڑی شخصیتوں کو شرمندہ کردیا ہے ان میں سے کوئی بھی چشم بصیرت واکرکے اس شخص کے کارنامے پر نظر ڈالے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ باوجود مادی وسائل کے فقدان کے جن کے بغیر فتح و ظفر موجودہ دور میں ناممکن ہے، کس طرح انقلابی فتح حاصل کرلی، تو اپنے آپ کو اس بلند پایہ شخصیت کے ہمپایہ ہونے کے تصور کو اپنے ذہن سے نکال دینے پر مجبور ہو جائے گا۔

اس میں شک نہیں کہ جنگ ریف اور طرابلس میں سنوسیوں کے مقابلہ نے اسلامی شان و عظمت کو دوبالا کردیا ہے، یورپ کو اس کا موقع دیا ہے، کہ وہ اپنی قوت و طاقت

کے نشہ میں سرشار نہ رہے اور امم اسلامیہ کو حقیر نہ سمجھے جن کو وہ اب تک جدید اسلحہ سے آراستہ نہ ہونے کی وجہ سے معمولی اور سادہ اُمت سمجھے ہوئے ہے، چنانچہ یورپ اس زمانے میں اور خصوصاً حلیف حکومتیں انگلستان، فرانس اور اطالیہ اپنی تمام تر کوششیں اس امر پر صرف کر رہی تھیں، کہ اسلامی حکومتوں کو ہر طرح کے اسلحہ سے محروم کر دیا جائے، افریقہ اور ایشیا کے ساحلوں کی نگرانی، دوسرے درجہ کی تمدن یافتہ قوموں یعنی امم اسلامیہ کو اسلحہ و آلات کو فروخت نہ کرنے کے بارے میں معاہدے اور پیمان کو جاری کر کے ہر قسم کی نقل و حرکت سے روک دیا جائے، یورپ کی حکومتوں کی یہ شاطرانہ روش اسلامی حکومتوں کو جنگی تیاریوں اور اسلحہ آلات سے روکنے میں جب حد سے تجاوز کر گئیں، تو اسپینی فوجوں کے ریف سے شکست کھا جانے کے بعد ان اربابِ سیاست نے آپس میں مشورہ کیا اور حکومتِ ریف کو ابن عبد الکریم کے زیرِ اقتدار آزادی دینے کے متعلق غور و فکر کیا، فرانس اس مسئلہ پر چیں بجبیں ہو گیا، وہاں کے اخبارات و جرائد نے یہ راز فاش کر دیا کہ فرانس کو مغرب، الجزائر، تونس اور ساحل بحر متوسط پر اسلامی آزادی کو دیکھنے کی تاب رہمت نہیں، انگلستان نے جب ریف کی فتح و ظفر کی وجہ سے مشرق و

مغرب میں اسلامی حکومت کی استواری کو دیکھا تو مصر، بلادِ عرب اور ہندوستان تک میں اس کی ریشہ دوانیاں تیز ہوگئیں اور اطالیہ طرابلس کے ساتھ کشمکش و تبنج میں پڑ گیا، ریف کی خبروں نے اہل طرابلس کے عزائم میں اور پختگی پیدا کردی۔

فرانس نے ریفیوں کی جنگ کے بعد دونوں منطقوں کے درمیان سرحدوں کو مضبوط اور وہاں قلعوں کو محکم کرنا شروع کردیا، اس کے علاوہ وہ عبدالکریم کے غلبہ و تسلط کو فنا کرنے اور ریف میں اسلامی آزادی کی بنیادوں کو کھوکھلی کرنے کے لئے سیاسی وسائل اور اپنی شاطرانہ چالوں کو اختیار کرنے سے بے خبر نہ رہا۔

انگلستان ریف کے معاملہ کی وجہ سے بڑی حیرانی میں مبتلا ہوگیا۔ کیونکہ ایک طرف تو اس نے اسپین کو اہلِ ریف کے مقابلہ سے عاجز پایا، اور دوسری طرف اس کو خوف ہوا کہ فرانس کسی دن ریف کو نہ فتح کرلے اور جبلِ طارق کے سامنے ہوجائے۔ اس میں جو کچھ خطرہ تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، وہ اس کا آرزو مند تھا کہ فرانس کے لئے ریف سدِّراہ بن جائے اور اس کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کردے، لیکن یہ کھٹکا بھی رہا کہ مبادا ریف کی کامیابی عالم

اسلامی کی نشاط فکر و عمل کا موجب ہو جائے، کیوں کہ اس صورت میں یہ سب انگلستان کی ہلاکت کا پیش خیمہ ہوگا، آخر کار اس نے اسپین کو ریف کے ساتھ باقاعدہ صلح نامہ کے لئے روک دینے کا قصد کر لیا تا وقتیکہ حالات و حوادث پورے طور پر اپنے موجودہ مقام سے دور نہ ہو جائیں۔

اطالیہ کا یہ گمان تھا، کہ اسپین اگر ریف سے دست بردار ہو جائے تو فرانس کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ریف پر خود ہی حملہ آور ہو اور ریف کی حکومت دیگر سلطنتوں کے مشورہ کے بغیر تباہ ہو جائے۔ اطالیہ کے اس زعم کا مطلب یہ تھا، کہ ریف کا کوئی حصہ اس کے سامنے پیش کر دیا جائے، تو اس کو لینے سے وہ انکار نہ کرے۔

اسپین نے متعدد سالوں کے پیہم تلخ تجربوں کے بعد ریف کے خیال کو اپنے ذہن سے یکسر نکال دیا، کیوں کہ اس عرصہ میں اُسے سوائے نقصان اور جانوں کی تباہی و بربادی کے اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا، اس کا انتہائی ارادہ یہ تھا کہ وہ ملیلا اور سبتہ کے اطراف تنگ منطقہ کی حفاظت کر لے اور ریفیوں کو سمندر سے ملحق ہونے کو روکے رکھے، اس کو یہ امید تھی کہ ریفی اسپینی حکومت کے مطیع و منقاد رہیں گے اور ان کے درمیان حسب منشا پھوٹ ڈال دی جائے گی اور

ان کے شیرازہ کو بکھیر دیا جائے گا، اسپین سے رلیف کو ایسے حادثات زمانہ سے دو چار کر دیا جائے گا جو اس کو قہر و غلبہ کے وسائل سے حاصل نہیں ہوئے، اس لئے اسپین نے اعلان کیا کہ ابن عبدالکریم کا منطقہ ہمیشہ اسپین کی زیر حمایت رہے گا۔

یہاں یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ مجلّہ مجلّات انگریزی نے جنوری و فروری ۱۹۲۵ء میں اسپین کے ایک بہت بڑے مصنف سینور ایبانیز کی ایک اپیل شائع کی تھی، جس نے اپنی قوم کے افراد میں نومبر ۱۹۲۴ء کو نشر کیا تھا، اس میں وہ حکومت کی سیاست اور جنگ رلیف میں شاہ فونس سیزدہم اور جنرل بریموری رلیفرا کی رسوائیوں کو بیان کرتے ہوئے اپنی قوم کو دعوت دیتا ہے کہ ملوکیت کو زایل کرکے اس کے بجائے جمہوریت کی داغ بیل ڈالی جائے، اس اپیل کے پمفلٹ دو طیاروں نے اسپین کے قرب و جوار کے شہروں میں گھوم کر گرائے، اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ جب شاہ اسپین اور جنرل بریمودی رلیفرا چند ماہ سے واتیکان میں پوپ کی ملاقات کو گئے، تو شاہ اسپین نے پوپ کے روبرو ایک تقریر کی، جو کیتھولک کے لئے خصوصاً اور مسیحیت کے لئے عموماً شدید غیرت و حمیت کے جذبات سے معمور تھی، اس تقریر کے دوران

میں بادشاہ نے یہ کہا :

" اسپین نے بھی افریقہ میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر جرار تیار کر رکھا ہے، یہ جنگ اس وقت تک ختم نہ ہوگی تا وقتے کہ مسلمانوں کے ملکوں میں صلیبی تخم ریزی میں کامیابی نہ حاصل ہو جائے اور پیروانِ محمد کو مقہور و مغلوب نہ کر لے "۔

شاہ اسپین نے یہ تقریر برجستہ نہیں کی بلکہ اس کے روم آنے سے پیشتر مدرید میں اس نے تیاری کی تھی، مدرید کے مشہور پوپ تورلیس جزویتی نے یہ تقریر بادشاہ کو تیار کر کے دی تھی۔

الغرض نوآبادیاں ایسی زنجیریں ہیں جو ایک دوسرے کی گردنوں میں حائل ہیں، جب کبھی یورپی اقوام کی نوآبادی کے کسی خطہ میں کوئی انقلاب یا بغاوت کے آثار رونما ہوتے ہیں، تو تمام استعماریت پرست حکومتیں اپنے دھڑکتے ہوئے دلوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آس لگائے رہتی ہیں کہ یہ حادثات نوآباد حکومت کی فتح مندی پر ختم ہو جائیں، تاکہ دوسری نوآبادیاں انقلابی شعلوں کی لپک سے محفوظ رہیں اور ان کے اثرات کی پیروی نہ کر سکیں، اہل یورپ کی نظر

یں مسلمان خواہ وہ کسی دور دراز خطہ میں بستے ہوں اور منتشر و پراگندہ صورت میں ہوں، بہرحال ایک ہی جماعت میں منسلک ہیں، مارشل لیوتی مغرب میں فرانس کے معتمد نے اسلام کو "ایک جھنجھناتے ہوئے صندوق" سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی اس کے ایک سرے پر ضرب لگائی جائے تو آخری سرے تک جھنجھنا اٹھتا ہے، چنانچہ ایک نوآباد سلطنتوں کے سیاستداں وہ لوگ ہوا کرتے ہیں، جو اسلامی ربط وضبط کی سیاست سے خوب واقف ہوتے ہیں اور عالم اسلامی کے باہمی ارتباط و یگانگت کو اپنے بساط بھر روکنے کی کوشش کرنا ان کا فرض ہوا کرتا ہے، اگر پورے طور پر اس اتحاد میں رخنہ اندازی نہ کر سکے تو کم از کم اس قدر کوشش کرے کہ اس اتحاد کے خوشگوار نتائج رو بہ عمل نہ لائے جا سکیں۔ مسلمانوں کو اس نوآباد سلسلہ میں تمام مقامات پر سخت مصائب و نقصانات سے دوچار ہونا پڑا، اس لحاظ سے اگر کسی متمدن اور ترقی یافتہ ملک، جو آزادی کا مستحق ہے مثلاً مصر کی آزادی کا مطالبہ کیا جاتا ہے، تو ہر طرف سے یہی آواز کانوں میں سنائی دے گی، وہ حکومتیں جن کا مصر میں کچھ بھی دخل نہیں اور وہ جو اہل مصر سے محبت کے دعوی دار ہیں مصری حکومت کے قیام کو برداشت نہیں کر سکتیں، کیونکہ

ان کو خوف دامنگیر ہے کہ مصری آزادی دیگر تمام نوآبادیوں پر اثرانداز ہو جائے گی، یہی حال شام، تونس اور عراق کا بھی ہے۔ اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ شامی وفد جس کے ارکان میں سے امیرالبیان شکیب ارسلان بھی تھے، شہر جینوا کی بین الاقوامی انجمن میں شام کے معاملہ میں اسپینی وفد سے گفتگو کر رہا تھا، تو اسپینی مندوب نے امیرالبیان کے ان ساتھیوں کو جن میں آپ اتفاق سے اس دن شریک نہیں تھے، جواب دیا کہ "اسپین اس قسم کے مسئلہ کو نہیں چھیڑ سکتا، کیونکہ یہ اس کی مصلحت کے خلاف ہے ریف سے جو نقصان عظیم اس کو پہنچا ہے وہ اس کیلئے کافی ہے" اس سے پتہ چلتا ہے کہ شام اور ریف ایک ہی زنجیر کی دو کڑیاں ہیں، نہیں بلکہ مصر، فلسطین، عراق ہندوستان، زنجبار، سوڈان، الجزائر، تونس اور طرابلس یہ تمام کے تمام اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، اتحادی حکومتوں نے دولت عثمانیہ کے خاتمہ کے لئے جو خلافت اسلامیہ کی علمبردار تھی، محض اس خوف سے کوشش کی کہ وہ اس زنجیر کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا سبب نہ بنجائے چنانچہ مذکورہ بالا حکومتوں نے ارادہ کیا کہ دولت عثمانیہ کو ان کڑیوں میں سے ایک کڑی قرار دیکر اس کو زنجیر میں

شامل کر دیا جائے تاکہ ایک مضبوط رشتہ بن جائے۔ یہی
سب سے بڑا سبب تھا، جس کی وجہ سے انھوں نے ترکوں
کے لئے دولت عثمانیہ کے نام کو ملیامیٹ کرکے اسکے بجائے
ترکیہ کا نام دیا اور خلافت اسلامیہ کو باطل قرار دیا۔ اسلام
کے مقابلہ میں باہم دیگر نوآباد یورپی ضمانت اس حد تک
پہنچ گئی ہے کہ ان کی حکومتیں مقبوضاتی مسائل میں ایک
دوسرے سے اس طرح خطاب کرتی ہیں گویا ان کے مابین
یہ مشترک امور ہیں، چند سال پیشتر امیر شکیب ارسلان کو
بعض اسپینی ارباب حکومت کے ساتھ جمع ہونے کا موقع
ملا، آپ نے مسئلۂ ریف کے مختلف گوشوں پر گفتگو اور تبادل
خیال کیا، جب آپ نے ان کے روبرد خیرخواہی کے
طور پر کہا کہ زعیم ریف کے ساتھ ریف کی آزادی کو
تسلیم کرتے ہوئے باہمی سمجھوتہ کر لیا جائے تو انھوں
نے آپ کے سامنے قسم کھا کر کہا کہ "اسپین اپنے دل
کی گہرائیوں کے ساتھ اس اُمت کے ساتھ مصالحت کرنے
اور ریف کی باقاعدہ آزادی کا اقرار کرنے کے لئے تیار
ہے۔ لیکن فرانس اور انگلستان اس اعتراف کی راہ میں
رکاوٹ ڈالتے ہیں اور مشترکہ معاہدوں پر اصرار کرتے
ہیں" آپ نے دیکھ لیا کہ اسپین خود اپنے معاملہ میں کس

قدر حیران و سرگرداں ہے۔ چنانچہ اس نے رلیف کو ساحل تک خالی کر دیا، لیکن وہ جیسا کہ عبدالکریم کے ساتھ باقاعدہ صلح نامہ جاری کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اسی طرح ان کے ساتھ جنگ جاری رکھنے پر اُسے مقدرت نہیں۔ یہ کہنے میں ذرا بھی باک نہ ہوگا کہ اگر فرانس کو یہ خوف دامن گیر نہ ہوتا کہ ریف کے جنگ کرنے کی وجہ سے اس پر مغرب میں ایسے انقلاب کا دروازہ کھل جائے گا، جس کو بند کرنا اس کے لئے سخت دشوار ہوگا اور بے دریغ اخراجات کا بوجھ اس کے خزانے پر پڑے گا، حالانکہ اس کی مالی حالت پریشان کن ہے، تو اس کے اور رلیف کے درمیان جنگی شعلے اسی وقت بھڑک اُٹھتے اور فرانسیسی فوج کے طیارے رلیف کے قریوں پر بموں کی بارش برساتے اور زہریلی گیس استعمال کرتے، یورپی جنگوں میں حکومتوں کے درمیان زہریلی گیس استعمال نہ کرنے پر اگرچہ معاہدہ ہوچکا ہے، لیکن اس قید سے وہ نوآبادیاں مستثنٰی ہیں جن میں "متمدن یورپ" وحشیانہ جنگ کے طریقوں کو جائز قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ اسپینی باشندوں نے رلیف کے قصبات پر زہریلی گیسوں کا استعمال کیا اور وہاں کے اکثر و بیشتر بچوں، عورتوں اور کمزور انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ________

——— لیکن فرانس ریف کی قوت کو کمزور کرنے اور دونوں منطقوں کے درمیان سرحدوں پر مرکزوں کو مضبوط کرنے میں لگ گیا اور عبدالکریم کو آفات و مصائب میں گھرنے کا انتظار کرنے لگا، اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی توجہ ریفیوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے اور اُن کی وحدت و جمیعت کو پارہ پارہ کرنے میں پھیر دی، کیونکہ یہی ایک تیز ہتھیار ہے یورپی نوآبادیوں کا، اسلامی حکومتوں کو درہم کرنے کے لئے ———"

یہ ایک مختصر خاکہ ہے امیر عبدالکریم ریفی کی انقلابی کوششوں اور ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا، جن پر تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں روشنی ڈالی گئی ہے، اس "مرد مجاہد" کی انقلابی سیرت و کردار کے ذریعہ ہم اپنے "ادارۂ معارف اسلامیہ" کا شاندار افتتاح کر رہے ہیں، انشاء اللہ آئندہ ہم اسی ادارہ کی جانب سے مجاہدینِ اسلام اور مسلمانوں کی شہرۂ آفاق ہستیوں کے کارناموں پر سلسلہ وار کتابیں پیش کریں گے

عربی زبان میں رشدی صالح نے "سیرۃ الامیر محمد بن عبدالکریم الخطابیؒ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، امیرالبیان شکیب ارسلان نے "حاضرالعالم الاسلامی" میں عبدالکریم ریفی کی زندگی اور ان کے کارناموں پر تبصرہ کیا ہے، پیش نظر کتاب

ان ہی دو ماخذ کو سامنے رکھکر تالیف کی گئی ہے، مقدمہ میں امیرالبیان کے مقالہ کے بیانات لکھے گئے ہیں، اور کتاب میں بھی جابجا ان کے اہم اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔"

ہم کو جس قدر مواد فراہم ہوا ہے وہ ۱۹۲۹ء تک کی آپ کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتا ہے، آپ کے قید ہونے کے بعد کے حالات اس کتاب میں درج نہیں کئے گئے انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کی تلافی کردیجائیگی۔

ہمیں امید ہے کہ موجودہ کتاب عالم اسلامی کے لئے ایک انقلابی تحریک کا باعث بنے گی اور نوجوان طبقہ کیلئے درس عبرت و بصیرت ثابت ہوگی۔

———:(۰):———

پہلا باب

تاریخی مقدمات

عناوین

(۱)

مشرق و مغرب کی کشمکش

آج کل مشرق و مغرب کے درمیان جو نزاع برپا ہے وہ تاریخ میں نئے زمانے کی پیداوار نہیں ہے، مغربی قوموں نے مشرقی اقوام کو اپنا نشانۂ حرص و آز اور آلہ کار جو بنائے رکھا ہے اس کی بنیاد کی ابتدا چند سالوں سے نہیں یا دنیا کی نظر میں اس کا آغاز محض مصطفےٰ کمال بطل ترک کے یونان پر ۱۹۱۹ء میں حملہ آور ہونے کے بعد سے نہیں ہوا بلکہ، تاریخ کا گہرا مطالعہ کرنیوالے جانتے ہیں کہ تاریخ کی تدوین و اشاعت سے پیشتر ہی یہ نزاع و اختلاف پایا جاتا ہے، اس کی بنیاد مشرق و مغرب کے مابین تجارت و قیادت کی پیہم کشمکش ہے۔ فینقیہ کے باشندوں کی سیر و سیاحت، ایران و روم کی جنگیں، عرب و افرنگ کے حملے اور جدید یورپی حکومتوں اور بالعموم مشرقی سلطنتوں اور بالخصوص عثمانیوں کے باہم رزم آرائیاں یہ تمام اس قدیم نزاع و کشمکش کی ایک ہی زنجیر کی متعدد کڑیاں ہیں جس سے بحر روم کے ساحل بخوبی واقف ہیں۔

اسی طرح کئی سال گزر گئے اور صدیاں بیت گئیں، انسانی پیش

قدمی اور تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ نزاع و اختلاف کی یہ چکی بھی تیزی کے ساتھ چکر کاٹتی رہی، اس کے علاوہ جنوبی یورپ میں عربوں کے ظہور کے وقت یہ نزاع اپنے پورے شباب پر عالم وجود میں رونما ہوا جس دن کہ یورپ کی فوجیں مشرق کیطرف سے قسطنطنیہ کے قلعوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں، اور مغرب کی جانب سے اندلس پر قبضہ کرنے کے لئے حملہ آور ہو رہی تھیں، یورپ کا یہ اقدام اپنے پورے جوش اور انتہائی قوت کے ساتھ اس بلاط شہدار کے حادثہ کے دن رونما ہو چکا تھا، جس میں فرنگیوں نے عربوں کو یورپ سے نکالنے کے لئے پورا زور صرف کر دیا اس خوف سے کہ مبادا عربوں کا اثر و اقتدار یورپ کے شمالی حصوں تک دراز ہو جائے، اس حادثۂ عظمیٰ نے عربوں کو جزیرہ اندلس کی طرف الٹے پاؤں لوٹنے پر مجبور کر دیا، پھر اس رزم آرائی کا سلسلہ عرب اور انگریزوں کے درمیان برابر جاری رہا، اور آج تک وہ شعلے ٹھنڈے نہ پڑے، ان کے درمیان نبرد آزمائی کا یہ سلسلہ نہ لوٹا۔ فرنگیوں کو جب کبھی سیاست اور تلوار میں بعض نامساعد حالات میں ناکامی ہوئی تو انھوں نے جنگ کے علاوہ دوسرے ذرائع اس مقصد کے لئے استعمال کرنا شروع کئے، چنانچہ انھوں نے چند امتیازات مقرر کئے اور ان کو عربوں کے تفویض کر دیا تاکہ وہ اپنی عجمی رعایا کو عطا کریں، اور یہ "حکومت در حکومت" کی تشکیل کا باعث ہو گئے، اس طرح ان امتیازات کو انھوں نے عربوں کی مملکت کے خاتمہ کا وسیلہ بنالیا، جیسا کہ یہ امتیازات جو بعد میں وسیع اور گوناگوں

ہوگئے۔ سلطنت آل عثمان کو نیست و نابود کرنے کا سبب اور ذریعہ بن گئے ان امتیازات نے عربوں کو گوناگوں عظیم ترین مشکلات سے دوچار کردیا اور عجمی قوموں میں آزادی اور انقلاب کی جرأت پیدا کردی، چنانچہ عرب اپنے ابتدائی دور حکومت میں صرف اپنے اُن دشمنوں سے جنگ کرتے رہے جو باہر تھے اس کے بعد وہ ان قوموں سے بھی اپنی آزادی کے لئے لڑنے لگے جو ان پر حکمراں تھیں، لیکن ان کو شکست اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، افرنگیوں نے ان کو جنوبی یورپ سے نکال کر ان کی مملکت کا خاتمہ کردیا، ان کے ملک مختلف ملکوں اور سلطنتوں میں تقسیم ہوگئے۔

پھر فرنگیوں نے اپنی توجہ حکومت آل عثمان کی طرف پھیر دی جس کی اس وقت تاسیس عمل میں آئی تھی، اس کو بیخ و بن سے اکھیڑنے اور اس کا خاتمہ کرنے کے لئے ہر ممکن طریقہ کو کام میں لائے اس واقعہ سے ایسی ہولناک جنگیں برپا ہوئیں جن کو دُہراتے ہوئے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان تمام میں سب سے آخر جنگ عظیم تھی، جس نے حکومت عثمانیہ کے حصے بخرے کردیئے اس کے زیر اقتدار سوائے اناضول کے اور کچھ نہ رہا، یہ بھی زوال کے آخری سرے پر کھڑے ہوئے دم توڑ رہا تھا، لیکن چند مردان طوفانی نے جن کے سرگروہ مصطفیٰ کمال پاشا تھے، اس کو غلامی کی زنجیروں سے نجات دلائی اور پھر ترکوں کے وقار و شرف کو دوبارہ بحال کردیا۔

یہ وہ واقعات تھے جو ایشیا و جنوبی یورپ وغیرہ دیگر ممالک میں

قدیم و جدید دور میں رونما ہوئے، لیکن افریقہ میں غلامی کی جدید تحریک اپنی سابقہ غلامی کی تاریخ سے ممتاز ہے کہ یہاں جنگوں کی چھیڑ چھاڑ کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ بلکہ یہاں کی بنیاد اُن گفتگوئے مفاہمت اور معاہدوں پر قائم ہے، جنھیں ہر سلطنت کے نفوذ و اثر نے مقرر کردیئے ہیں، جیسا کہ موتمر برلن نے اس کا اقرار کیا ہے، اس تیزی کے ساتھ افریقہ کی غلامی کی رفتار تاریخ کے کسی دور میں ڈھونڈھے سے نہیں ملتی، لیکن افریقہ کا ایک شمالی حصہ ایسا ہے، جو شروع ہی سے ان اجنبی قوموں سے جو اس ملک میں آئے ہیں برابر آزادی و استقلال کی راہ میں جہاد و مدافعت پر آمادہ ہے۔ اور آج تک اپنے ہاتھوں سے ہتھیار نہیں چھوڑا ہے، بلاد مغربِ اقصیٰ ان شہروں میں پیش پیش ہیں جو اپنی آزادی کیلئے تلوار اور بندوق اور دست بازو کے ذریعہ ہمیشہ برسرپیکار رہے ہیں، ان کے کسی بل میں ذرّا بھر فتور، ان کے عزم و استقلال میں کچھ بھی لغزش ان کے بازوؤں میں اضمحلال اور ان کے ایمان وطن پروری میں کوئی کمزوری واقع نہیں ہوئی، جن قوموں نے اپنے وجود کی حفاظت میں جہاد کیا اور اپنی بڑی سی بڑی قربانیاں پیش کیں، ان تمام میں عربی قوم بلاد مغرب میں ان کی پیش رو اور سراول ہے، جس نے اپنی تاریخ میں روشن اور پایندہ صفحات ہمیشہ کے لئے یادگار چھوڑے ہیں۔

(۲)

جغرافیہ بلاد مغرب اقصیٰ

مراکش یا بلاد مغرب اقصیٰ مغربی افریقہ کے شمال میں واقع ہیں جس کے حدود یہ ہیں، شمال میں بحر ابیض متوسط اور جبل الطارق (جبرالٹر) کی تنگنائی، مغرب میں بحر اٹلانٹک، جنوب میں صحرائے عظیم اور مشرق میں جزائر، جو فرنگیوں کے نزدیک مراکو سے مشہور ہیں۔

ان شہروں کی مساحت (۸۰۰) ہزار کیلومیتر مربع ہے۔ یہاں کے باشندوں کی تعداد (بیس سال پہلے) آخری مردم شماری کی رو سے ایک کروڑ بیس لاکھ تھی، یہ تمام سامی نسل کے ہیں، جو مغاربہ کے نام سے موسوم ہیں، ان کی زبان عربی اور بربری اور ان کا دین اسلام ہے۔

ان شہروں میں اونچے اونچے پہاڑ ہیں، یہ اطلس کے پہاڑوں کے سلسلہ کی شاخیں ہیں، ان کی چوٹیوں پر دعمارہ، مدیونہ اور جبالا وغیرہ شہر آباد ہیں۔

ان ملکوں میں بے شمار نہریں بہتی ہیں، جن میں مشہور یہ ہیں۔ ملویہ سیبو، ام ربیعہ، وادی درعہ، مخازن، تنصیف، لقس اور فلفل۔

ان شہروں کی آب وہوا معتدل اور زمین بیحد زرخیز وشاداب

ہے، یہاں کی مشہور پیداوار مختلف قسم کی دال، میوہ جات اور زیتون ہے۔ یہاں کی اکثر وادیوں اور پہاڑیوں میں بیش بہا کانیں ہیں۔

یہاں کی مصنوعات میں سے چمڑوں کی دباغت، صنعتِ غالیچہ اور اونی کپڑوں کی بناوٹ ہے، مراکش دیواروں پر گچ میں نقش و نگار کے لئے مشہور ہے۔ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں پیرس میں نمائش کا افتتاح ہوا، تو حسن بن محمد نے ایک لکڑی کا گھر جو فاس کے گھروں کے نمونہ پر تھا، اسی نقش و نگار کے ساتھ بھیجا جس میں مغربی فرش بچھا ہوا تھا، اس عجیب و غریب صنعت کو تمام صنائع کا شاہکار تسلیم کیا گیا۔

ان شہروں کی اداری تقسیم آج کل دو منطقوں میں منقسم ہے، ایک فرانسیسیوں کی حمایت کے ماتحت ہے، اس کا نام مراکش ہے یہ نہر قس کے جنوب میں واقع ہے، اس کے مشہور شہر فاس، مراکش رباط، اغادیر، مغادور، دار بیضاء اور جدیدہ ہیں،

دوسرا منطقہ اسپینی نفوذ کے تابع ہے، جس کے حدود یہ ہیں۔ شمال میں بحر ابیض متوسط، مشرق میں جزائر، مغرب میں بحر اٹلانٹک اور جنوب میں نہر قس، عرایش کی سرحد تک اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ شہر جو حکومت رسولی کے ماتحت ہیں ان کا نام جبالہ ہے اس کا پایۂ تخت تازروت ہے۔

(۲) دوسرا حصہ امیر ابن عبد الکریم ریفی کے قبضہ میں ہے جو ریف سے موسوم ہے، اس کا پایۂ تخت اجدیر ہے۔

قسم اوّل کے مشہور شہر یہ ہیں۔ لتطوان، سبتہ، طنجہ، ازیلا، عرالیش قصر کبیر، شاون۔

قسم دوم کے مشہور شہر ملیلہ، اجدر اور مطیر ہیں۔

(۴)

مغرب اقصی کی تاریخ

مغرب اقصی کی تاریخ اہم کارناموں سے معمور ہے، جو ببانگ دہل مغاربہ کی بہادری، جواں مردی اور ان کے جوشِ آزادی و استقلال پر گواہ ہے۔ ان کی حالت دیگر عربی قوموں کی طرح ہے یہ کسی نقصان پر خاموش نہیں بیٹھتے اور نہ کوئی ذلّت گوارا کر سکتے ہیں۔ قدیم تاریخی زمانے سے یہ لوگ ہمیشہ اپنی آزادی کی راہ میں جد و جہد کرتے رہے ہیں اور اپنے وطن کی مدافعت میں بغیر اضمحلال اور تھکن کے مصروف رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی زندگی کے ہر دور میں، حتیٰ کہ ان کے شدید فقر و ضعف کی حالت میں بھی ان کا ایک مستقل سیاسی وجود اور روشن و درخشاں تہذیب و تمدّن تھا۔ یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں کہ آج ہم ان کو اس حال میں دیکھ رہے ہیں کہ وہ اپنے وطن کو آزاد کرانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے دشمنوں کو اپنے ملکوں سے نکالنے کی کوشش

میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ایمانی قوت اور پختگی عزم کے آلات سے مسلح ہیں۔ کیونکہ ان کے غیور نفسوں کی شان ہی یہ ہے کہ وہ کسی کی اطاعت و محکومی کو گوارا نہیں کرتے اور غلامی سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔

۱۔ دورِ قدیم

شمالی افریقہ میں جو بلاد مغرب سے مشہور ہے، قدیم زمانے سے ایک قوم بربر کے نام سے بستی تھی، ان کے مختلف قبائل اور بے شمار گروہ تھے، لیکن اس کے باوجود ان کے تین اصل خاندان صنہاجہ، کنامہ اور زناتہ تھے، مورخین نے ان کی اصل نسل میں اختلاف کیا ہے، ہر ایک نے مختلف مسلک پیش کیا ہے اور ہر ایک کے پاس دلیل و برھان ہے۔ لیکن آخری معتبر رائے وہ ہے جسے امریکی مورّخ جیمس ہنری بریسٹیڈ نے ثابت کی ہے۔ کہ یہ لوگ سامی عرب ہیں، بلاد مغرب میں زمانۂ تاریخ سے قبل مصر کے راستہ سے آئے۔ یہی رائے جمہور مورخین عرب کی ہے جب فنیقیوں نے جو یہ بھی سامی عرب ہیں، اپنی عظیم ترین بحری سلطنت کو استوار کرلیا تو شمالی افریقہ کے شہروں پر قبضہ کرلیا، اور یہاں آباد ہو گئے جس طرح کہ وہ اسپین کے جنوبی حصّے میں آباد ہو گئے تھے اس کے بعد فنیقیوں کے پائے تخت صور سے مختلف گروہ نے ان شہروں کیطرف ہجرت کی اور ان کو اپنا وطن بنا لیا، پھر یہاں ایک شہر قرطاجنہ کے نام سے بسایا، یہ شہر نہایت شان و شوکت والا تھا، جس کے آثار اب تک

باقی ہیں، انھوں نے ایک عظیم الشان سلطنت کی بنا ڈالی، جو سلطنت قرطاجنیہ سے مشہور ہے، یہ عظمت و شوکت میں بے نظیر تھی، اس کا نفوذ واقتدار قوی ہوگیا، اور اس کی سلطنت بلاد مغرب اور اسپین تک پھیل گئی، یہ سلطنت عرصۂ دراز تک قائم رہی، اس دوران میں اس کے محکوم ملکوں نے اس کے زیر سایہ تمدن و تہذیب میں سانس لی، قدیم یورپ کی تہذیب وثقافت بھی اسی کی رہین منت ہے، پھر رومانیوں نے اس پر حملہ کیا اور بلاد مغرب کو اپنی مملکت میں شامل کرلیا، اس زمانے سے پانچویں صدی میلادی کے وسط تک رومانی سلطنت کے تحت رہی، جب جرمن قبیلے روما پر غالب آگئے تو وندال نے افریقہ پہونچکر اس کو فتح کرلیا، اور شہنشاہ روم کے لئے اس دور میں کوئی غلبہ اقتدار نہ رہا، اسی طرح وندال کے لئے بھی کوئی ثابت قدم حکومتیں نہ رہیں چھٹی صدی میلادی کے اوائل میں یوستینان مشرقی رومانیہ کی سلطنت کے شہنشاہ نے وندال کو افریقہ سے نکال دیا تو پھر دوبارہ مشرقی رومانیہ کی سلطنت بحال ہوگئی اور اس وقت سے لیکر حکومت رومانیہ ان کے قبضۂ اقتدار میں رہی اس کے بعد عربوں نے اس کو فتح کرلیا۔

۲- دورِ عربی

معاویہ بن ابی سفیان جب بنوامیہ کے تخت خلافت کا والی ہوا تو اس نے افریقہ کو پورے طور پر فتح کرنے کی طرف اپنی توجہ پھیر دی، اس سے بیشتر عربی فوجوں نے دو مرتبہ افریقہ میں جنگ کی تھی،

چنانچہ معاویہ نے ۴۵ھ میں معاویہ بن خدیج کو اور ۵۰ھ میں عقبہ بن نافع کو کثیر فوجوں کے ساتھ روانہ کیا، انھوں نے محیط اٹلانٹک کے ساحلوں تک قبضہ کرلیا اور رومی فوجوں کو وہاں سے نکال دیا، پھر یہاں قلعہ قیروان تعمیر کیا اور افریقہ میں ایک حاکم مقرر کیا بربر نے ۶۵ھ میں اپنے امیر کی قیادت میں جس کا نام کسیلہ تھا بغاوت کی، قلعہ قیروان کا محاصرہ کرلیا، عقبہ اس کی مدافعت میں قتل ہو گیا۔ قریب تھا کہ عقبہ کی موت سے افریقہ میں عربوں کی حکومت کا خاتمہ ہو جاتا لیکن عبدالملک بن مروان نے دوبارہ قبضہ کرلے کا مصمم ارادہ کیا، اس نے ایک لشکر جرار دیگر روانہ کیا، جس نے روم اور بربر کو شکست دی، دوبارہ بلاد مغرب پر عربوں کا تسلط بحال ہوگیا،

اس وقت بربر ایک عورت کے جھنڈے تلے جو بہت بڑی کاہنہ سے مشہور تھی جمع ہو گئے یہ عورت قبائل زناتہ سے تھی۔ یہ تمام کے تمام عربی لشکر پر ٹوٹ پڑے، مقام برقہ تک اس کو بھگا دیا، اس کاہنہ نے بلاد مغرب پر پانچ سال تک اپنی سیادت کا جال بچھا رکھا، چنانچہ عبدالملک نے عربی لشکر کی امداد کے لئے مزید فوج روانہ کی اس نے سخت مقابلہ کرنے کے بعد کاہنہ کو ہلاک کردیا، بربر صلح پر مجبور ہو گئے، اس کے بعد موسیٰ بن نصیر کو افریقہ کا گورنر بنایا گیا۔ اس نے طنجہ پر جو بربر کا آخری قلعہ تھا تسلط جمالیا، اور مغرب کو انقلابیوں اور باغیوں سے پاک کردیا، اس کے بعد موسیٰ بن نصیر کے غلام طارق بن زیاد

نے اندلس کو فتح کرلیا، اور خود موسیٰ بن نصیر نے اس جنگ میں شریک ہوکر اندلس کی مکمل فتح کی اور اندلس کے شہروں کو جو بذات خود ایک بہت بڑی حکومت کے مالک تھے افریقہ کے گورنر سے ملحق کردیا۔

امویوں اور عباسیوں کی طرف سے بے شمار گورنر مغرب کے صوبوں کے والی رہے، ان سبھوں نے یہاں کی تہذیب و تمدن کی ترقی میں کوشش کی، مدرسے، کتب خانے اور کالج بنائے، علم اور صنعت و حرفت اور دیگر شعبوں کی نشر و اشاعت کی، جو آج تک عربوں کے فضل و شرف کا اسی طرح زندہ ثبوت ہیں، جس طرح یہ ممالک جنگی عظیم الشان مرکز تھے جن پر خلفاء اپنے بری و بحری غزوات میں اعتماد کیا کرتے تھے، چنانچہ قیروان میں، جہاں سمندری صنعت کا کارخانہ تھا، سمندری بیڑے اور فوجیں جمع کی جاتی تھیں اور یہیں سے ان کو جزیروں اور یورپ کے ساحلوں کو روانہ کیا جاتا تھا۔

لیکن افریقہ میں خوارج کے فتنوں، اس میں امن کی خرابیوں اور اس کی تجارتی حالت کے اضطراب نے یہاں کی مالی آمدنی کو درہم برہم کردیا، لشکر اور آلات و اوزار کے اخراجات کا توازن بگڑ گیا، مصر اپنے خزانہ سے مغرب کے خزانہ کو اس درماندگی کے انسداد کے لئے سالانہ ایک لاکھ دینار ادا کیا کرتا تھا۔

جب ہر حیلہ و تدبیر نے دارالخلافتہ کو عاجز و درماندہ کردیا۔ نیز مغرب میں روز بروز حالات ناگفتہ بہ ہوتے جا رہے تھے، جن کے سنبھلنے

کی کوئی امید نہیں رہی تو ہارون رشید نے ~~۱۸۴ھ~~ ۱۸۰ھ میں وسیع لامرکزیت پیدا کردی، اور مغرب کی امارت ابراہیم بن اغلب اور اس کی بعد کی نسلوں کے سپرد کردیا اور یہ شرط لگادی کہ مصر کے ایک لاکھ دینار کو چھوڑ دے جو وہ مغرب کو ادا کیا کرتا تھا، بلکہ خود بلاد مغرب سے سالانہ چالیس ہزار دینار برداشت کرلے۔

۳۔ دورِ استقلال

ابن اغلب اور اس کا خاندان عباسیوں کی طرف سے اپنی گورنری پر بحال رہے۔ منبروں پر خلفاء بغداد کے نام کا خطبہ پڑھا کرتے، ان کے حکم کی پابندی کرتے اور ان کے شہروں پر بغاوت کرنے والوں کی بغاوت فرد کرنے کی کوشش کرتے رہے، اس لئے ہم بنو اغلب کی حکومت کو مغرب کی آزادی اور مرکز خلافت سے علیحدگی کا مبداء شمار نہیں کرسکتے اس دورِ استقلال کی حقیقی تاریخ ~~۱۷۲ھ~~ ۷۸۸ء میں ادریس بن عبد اللہ کے، جو حسین کے پوتوں میں سے ہیں مراکش کے شہر ولیلیٰ میں ظاہر ہونے کے دن سے شروع ہوئی ہے۔

دولت ادریسیہ
۱۷۲-۳۷۵ھ (۷۸۸-۹۸۵ء)

خلیفۂ عباسی ہادی بن مہدی نے جب حسین بن علی کو جو علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھے۔ قتل کرادیا تو ان کے چچا ادریس بن عبد اللہ مصر اور وہاں سے بلاد مغرب کی طرف فرار ہوگئے اور مراکش میں سکونت اختیار کرلی، ان کے پاس بربر کے قبائل جمع ہوگئے اور عباسیوں کے جوئے کو اپنے کندھے

سے اتار کر ادریس کے ہاتھ بیعت کر لی، جس کی وجہ سے ادریس کی شان و شوکت دو بالا ہو گئی، انھوں نے بلادِ مغرب میں ایک سلطنت کی بنا ڈالی جو انھیں کے نام سے منسوب ہے۔ یہ حکومت مغرب اقصیٰ اور اوسط تک وسیع ہو گئی اور ان ملکوں میں روشن تہذیب و ثقافت کی بنیاد ڈالی اس خاندان کے امیروں میں یحییٰ سوم ادریس کے بیٹے اپنی قوت و طاقت اور اپنے علم و فضل میں مشہور ہیں ان تمام میں قدر و منزلت، شہرت و کمال اور عدل و انصاف میں بلند درجہ رکھتے ہیں، لیکن فاطمیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے ان کی مملکت کو غرق کر دیا اور دولت ادریسیہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا، اس کے بعد سے ادریسی امراء فاطمی دارالسلطنت کے ماتحت کام کرنے لگے۔

جب عبدالرحمٰن ناصر نے دیکھا کہ فاطمی دعوت افریقہ سے لیکر اٹلانٹک کے ساحلوں تک پھیل گئی ہے اور اندلس کو بھی دھمکیاں دینے لگی ہے تو ایک لشکر جرّار کو لے کر سمندری راستہ سے سبتہ کیطرف پیشقدمی کی اور بلاد مغرب اقصیٰ کے مغربی حصّہ کو اپنے تابع فرمان کر لیا اور دوسرا حصّہ فاطمیوں کے زیر اثر باقی رہا۔

دونوں طرف سے اس کے لئے غزوات کا سلسلہ پیہم جاری رہا کبھی یہ حصہ فاطمیوں کے تحت رہتا اور کبھی امویوں کے، یہاں تک کہ حسن بن کنون ۳۷۵ھ میں قتل کر دیا گیا، اس کے قتل کے بعد بالکلیہ دولتِ ادریسیہ کا خاتمہ ہو گیا اور وہ امویوں کے قبضۂ تصرف میں چلی گئی

منصور نے اس وقت اس ملک کا صوبہ دار زعیم مغراوہ زیری بن عطیہ کو جو قبائل بربر میں طاقت ورعب کا مالک تھا بنادیا۔

دولت مغراویہ مذکورہ سردار زیری کی وفات کے بعد اس کا بیٹا معزب کی گورنری پر فائز ہوا، یہ امویوں کی اطاعت کے تحت ان کی دعوت کو پھیلاتا رہا اوران کی سلطنت کو وسیع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب ۱۷ھ میں اندلس میں خلافت کا رشتہ کمزور ہوگیا تو اس نے خطبہ میں سے ان کا نام موقوف کردیا، ان کے کارکنوں کو نکال دیا اور اپنی آزادی کا اعلان کردیا۔ اس کے بعد اس کے پانچ لڑکے حکومت کے والی بنے یہاں تک کہ ۴۶۲ھ میں مرابطین کی حکومت کا بول بالا ہوا۔ انھوں نے بنی مغراوبہ کی سلطنت کا خاتمہ کرکے مغرب کے تخت پر خود جلوہ افروز ہوگئے۔

دولت مرابطین اس سلطنت کی نشوونما بربر کی پہاڑیوں میں ۴۵۰ھ میں ہوئی اس حکومت کے والی ابوبکر بن عمر نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور مغرب کے خطوں میں امن وامان کو پھیلانے کی کوشش کرنا شروع کردیا، اس کے بعد جس قدر امراء ہوئے سبھوں نے اس کے نقش قدم کو اختیار کیا ان کا نفوذ واقتدار بڑھ گیا، انھوں نے عربی اثر ورسوخ کو پھیلانے اور شر وفساد کی بیخ کنی کرنے میں جلیل القدر خدمات انجام دیں، ان امراء میں یوسف بن تاشفین بہت مشہور ہے۔ اس کی سلطنت کے حدود تمام بلادِ مغرب پر مصر سے لے کر محیط اٹلانٹک کے ساحلوں تک وسیع ہوگئے تھے، اس نے شہر مراکش کی بنیاد ڈالی اور اس کو اپنی

سلطنت کا پایۂ تخت قرار دیا، فاطمیوں کے خطبہ کو چھوڑ کر عباسیوں کے
نام کے خطبے جاری کر دیئے۔ چنانچہ خلیفہ عباسی مقتدی نے اس کو
امیر المسلمین کا لقب عطا کیا۔ اس کا نفوذ بڑھتا ہی گیا، یہاں تک کہ عربوں
نے اس سے داد خواہی کی۔ ۴۷۹ھ میں اندلس کی طرف رخ کیا اور مقام
زلاقہ میں فرنگی لشکر سے مڈبھیڑ ہوئی، اس نے اس لشکر کو بہت بری
طرح شکست دی۔ اس کا اقتدار اندلس کے اکثر شہروں پر پھیل گیا،
جس کی بنا پر اندلس میں عربوں کو ایک عرصۂ دراز تک خوشحال و فارغ
البال بنائے رکھا۔

اس کا بیٹا امیر علی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا، اس نے مرابطین
کی سلطنت کو وسیع کرنے اور فرنگیوں کے حملوں کو روکنے کی کوشش کی
چنانچہ ان کو اکثر مقامات سے نکال دیا۔

امیر علی کے عہد میں ایک جماعت موحدین کے نام سے مصادمہ کی
پہاڑوں میں نمودار ہوئی، جس کا قائد محمد بن تومرت تھا، دیکھتے ہی دیکھتے
اس کی شان و شوکت اور قوت و طاقت وہاں کے شہروں میں بڑھ گئی
اس کے داعیوں نے مرابطین کے آخری امیر اسحاق کو ۵۴۲ھ میں قتل
کر دیا، اس کی موت سے دولت مرابطین ایک صدی سے کچھ زائد تک
حکومت کرنے کے بعد ختم ہو گئی۔

دولت موحدین | ابن تومرت نے اپنے ایک مرید عبدالمومن بن
علی کو اپنی حکومت کا جانشین بنایا، یہ نہایت دور بین، دانشمند اور بیدار

مغز شخص تھا اس نے امیر المومنین کا لقب اپنے لئے اختیار کرلیا، عباسیوں کے خطبہ کو باطل قرار دیا، تمام بلادِ مغرب میں اپنے نفوذ واقتدار کو وسیع کرنے کی کوشش کی، اندلس کی طرف برّی وبحری فوج لے کر کوچ کیا، فرنگی فوجوں نے نبرد آزمائی کی، اس کو شکست فاش دی اور بقیہ اکثر عربی ممالک پر اپنی سلطنت کے گوشے وسیع کرلئے چنانچہ اس وقت سے تمام بلاد اندلس اس کی فرمانروائی کے ماتحت آگئے۔

عبدالمومن نے اپنے شہروں میں ایسا اہم ترین کارنامہ انجام دیا، جس کی نظیر اس سے پہلے مغرب میں کسی میں بھی نہیں ملتی، وہ یہ کہ اس نے زمینوں کی پیمائش کی اور ان کی حدبندیاں مقرر کرکے ان کی پیمائش کے مطابق ان پر خراج مقرر کیا، مختلف ورزشیں ایجاد کیں اور مدارس میں فن کشافہ رائج کیا، اسی سے فرنگیوں نے فن کشافہ گری حاصل کیا۔[1]

---

[1] ترکی کے وزیر ضیا پاشا نے اپنی کتاب "تاریخ اندلس" میں ذکر کیا ہے اور اس کی تائید لوتبر فیار دو نے اپنی تالیف "عرب و مغاربۂ اندلس" میں کی ہے کہ والی اندلس (۱۱۶ھ۔ ۱۲۳ھ) عقبہ بن حجاج نے ماہر شہسواروں کا ایک جماعت بنائی جس کو شرارت پسندوں اور رہزنوں کی جڑیں کاٹنے اور شہروں میں امن وسکون کو عام کرنے کی خاطر تیار کیا، اسکا نام اُسنے کاشف یا کشافہ رکھا جب عبدالمومن اندلس پر سے گزرا تو اسی نظام کاشف کا مشاہدہ کیا اس کو یہ بہت بھلا لگا مغرب اقصیٰ واپس ہونے کے بعد مدارس کی تاسیس کی اس میں ریاضی کھیل ایجاد کئے جیسا کہ ضیا پاشا نے ذکر کیا ہے، منجملہ انکے کشافہ بھی تھا، جس کے نظام کو اس نے مسنڈوں کی بیخ کنی کی بجائے اخلاق وکردار کی نشر واشاعت کے لئے اور بداخلاقیوں کی جڑ کاٹنے کیلئے تبدیل کردیا۔

موحدین میں سے منصور باللہ وسیع شہرت کا مالک ہے۔ یہ بہت محتاط اور سیاس اور دور بیں تھا۔ اس نے اندلس میں فرنگیوں کے ساتھ بہت بڑا جہاد کیا اور ان کو متعدد مرتبہ شکست دی، جنگ آلارک بہت مشہور لڑائی ہے چنانچہ اس کی شہرت اور اس کا دبدبہ دور دور ملکوں میں پھیل گیا، یہاں تک کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس سے فرنگیوں کے حملوں کی روک تھام کے لئے اس سے امداد طلب کی۔ اس کے زمانے میں شہروں میں علوم و فنون اور تہذیب و عمران کو کافی ترقی ہوئی۔ اس نے سرائیں غریبوں کے لئے مکانات، شفاخانے اور مدارس تعمیر کئے اندلس میں شہر اشبیلیہ میں ایک رصدگاہ کی بنیاد ڈالی، اس کے دور میں بڑے بڑے عرب فلاسفہ اور اصحاب فضل و کمال پروان چڑھے مثلاً ابن زہر، ابن ماجہ ابن رشد، ابن حزم اور ابن طفیل وغیرہ۔

اس کے شہر عرب اور مسلمانوں کی زیارت گاہ بن گئے، جہاں مختلف گروہ کوچ کر کے آیا کرتے تھے، ان ہجرت کر کے آنیوالوں میں بنی ہلال عربی کے مشہور قبائل ہیں۔

اس بلند پایہ حکمراں کی وفات کے بعد اس سلطنت کو رفتہ رفتہ گھن لگتا گیا۔ اس کے غلبہ و اقتدار میں کمی واقع ہوتی گئی۔ اندرونی بغاوتیں اور انقلابات برپا ہوتے گئے۔ جنھوں نے مغرب اور اندلس میں بعض امیروں کو اپنے مستقل ہونے اور خود مختار ہونے کا دعویدار بنا دیا، اس سلطنت کا دور ایک صدی سے کچھ زاید تک رہا اس کے بعد بنو مرین نے اسکا خاتمہ کردیا۔

دولت مرینیہ | اندلس میں جنگ عقاب میں موحدین کی فوجوں نے
جب شکست کھائی اور ان کی حکومت بلاد مغرب میں ختم ہوگئی تو ابو یوسف
یعقوب بن عبدالحق مرینی نے مراکش پر حملہ کر دیا اور اس میں اپنے خود
مختار ہونے کا اعلان کر دیا، جس کی وجہ سے اس کی حکومت دولت مرینیہ
کے نام سے موسوم ہوگئی، مغرب اقصیٰ و اوسط اس کے حلقۂ اطاعت میں
آگئے، عربوں نے اندلس میں بنی مرین کے مشہور امیر منصور باللہ یعقوب
سے اعانت چاہی۔ چنانچہ اس نے کئی مرتبہ اندلس کا راستہ عبور کیا،
اس کے اور فرنگیوں کے درمیان کئی ایک جنگیں واقع ہوئیں۔ جن میں
اسی کو فتح حاصل ہوئی، افرنگیوں پر اس کی دہشت بیٹھ گئی۔ انھوں نے
اس کی دوستی کا مطالبہ کیا، اس نے بنی حفص کا خطبہ ملتوی کر کے خود
اپنا خطبہ جاری کر دیا اور اپنا لقب منصور باللہ اختیار کیا، ایک شہر کی تعمیر
کی جس کا نام دار بیضا ہے، اس کا بیٹا یوسف اپنے والد ہی کے نقش قدم
پر چلا، افرنگیوں سے اس نے جنگ کی۔ سمندری بیڑے ایجاد کیے۔ مدارس
اور کلیات بنائے۔ مشہور جامع تازا کی تعمیر کی جس پر ایک بہت بڑا ثریا آویزاں
کیا، جس کا وزن بتیس ۳۲ قنطار خالص تانبا تھا۔ اسکے پیالوں کی تعداد ۵۱۴ تھی۔

اس خاندان میں سلطان ابوالحسن بہت نامور ہے۔ یہ تمام بادشاہوں
میں وسیع شہرت کا مالک تھا، اس نے مغرب و اندلس میں بے شمار یادگاریں
چھوڑی ہیں، اس کے دور میں عدل و انصاف گھر گھر پھیل گیا تھا، لوگوں
کے لئے خوش حالی اور عیش و عشرت کے دروازے کھول دیئے گئے، عمران

و تمدن شاہراہ ترقی پر گامزن تھا اور تہذیب و ثقافت اپنی پوری شان کے ساتھ تاباں و درخشاں تھی۔

جب اس سلطنت میں کمزوری کے آثار پیدا ہو چلے تو پرتگالیوں نے سبتہ و طنجہ پر تسلط جمالیا، امن میں فتور اور علمی ترقیوں میں رکاوٹ واقع ہو گئی، جس کی وجہ سے قتل و غارت گری، فتنہ و فساد اور بغاوت سلطان عبدالحق ابی سعید کے ساتھ ۸۶۹ھ میں رونما ہو گئی۔ اس کے قتل ہونے کے ساتھ ہی اس دولت کا خاتمہ ہو گیا۔ بنو مرین کے عہد میں یہ شہر اپنے اوج کمال پر پہنچ چکے تھے، ابوسعید عثمان، ابوفارس عبدالعزیز اور امیر علی علم و ادب میں مشہور سلاطین گذرے ہیں، ان کے زمانے میں بڑے بڑے نامور علماء ابن خلدون، ابن خطیب، ابن بطوطہ اور ابن بنا ریاضی داں وغیرہ گذرے ہیں۔

دولت وطاسیہ بنو وطاس بنو مرین کا ایک گروہ ہے، لیکن یہ بنو عبدالحق میں سے نہیں ہیں، بلکہ انھوں نے وزارتوں اور گورنری کی خدمات انجام دی ہیں، مگر ان کے آخر زمانے میں عبدالحق کے خاندان کی امارت میں فتور رونما ہو گیا، جس کی وجہ سے ابو عبداللہ محمد وطاس کو سلطنت کی ہوس پیدا ہوئی اس نے اپنے چچیرے بھائیوں پر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا، اس کے لئے شہر کے شہر مطیع ہو گئے اور مغرب کا تخت اس کے قبضۂ تصرف میں آ گیا۔ اس موسس کے عہد میں اندلس کا حادثۂ عظمیٰ رونما ہوا جس پر اہل اسپین غالب آ گئے، چنانچہ ابوعبداللہ صغیر بنی الاحمر کا آخری

بادشاہ اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اپنے اپنے تاریخی دستاویز جن کے اندر بہترین نصائح اور عظیم الشان یادگاریں تھیں[1] اپنے ساتھ اٹھائے ہوئے مغرب کی طرف وفد کی شکل میں آئے، یہاں کے سلطان نے ان کے لئے ملیلہ، تطوان، سلا اور ان کے آس پاس کے شہر جاگیروں میں دے دیئے یہ تمام شہر مشرقی ریف کے منطقہ میں واقع ہیں اور امیر ابن عبدالکریم زعیم انقلاب کے مطیع ہو چکے ہیں۔ ابو عبداللہ صغیر نے فاس کو اپنا وطن بنالیا اور یہیں وہ مقیم رہا یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا، دولت وطاسیہ کا یہ زمانہ نہایت منحوس اور کمزور شمار کیا جاتا ہے۔ فرنگیوں نے ان ممالک پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ پرتگال نے ازیلا، آزمود اور اسفی وغیرہ سرحدوں پر تسلط جمالیا۔ اندرون ملک میں بے شمار فتنے اور بغاوتیں پیدا ہو گئیں، جنھوں نے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

---

[1] شہید عبدالغنی ارلیسی نے بیان کیا ہے کہ یہ ۱۹۱۶ء میں ایک مغربی نوجوان کے ساتھ تھے، جو بنی احمر کی اولاد میں سے تھے، یہ اپنے کمربند میں غرناطہ کے قصر حمرا کی کنجی اٹھائے ہوئے تھا، استاد سید محمد کرد علی صدر مجمع علمی دمشق اور استاد احمد زکی پاشا مشہور محقق نے بیان کیا ہے کہ بلاد مغرب میں اندلس کے اکثر باشندے آجتک ایسے ہیں کہ ان کے والدین اپنے لڑکوں کے لئے نسلاً بعد نسل اپنے اندلس کے گھروں کی کنجیاں حفاظت سے چھوڑ جاتے ہیں اس امید پر کہ شاید کسی دن ان کی اولاد واپس آجائے اور یہ لوگ ان گھروں کو کھول کر اس میں اتریں۔ جرمن جریدہ دوتشیہ جیبنہ تسا تیونگ نے مورخہ ستمبر ۱۹۲۴ء کی اشاعت میں اس کی تائید کی ہے کہ یہ ایک عجیب راز ہے کہ مراکش کے اکثر گھرانے طلیطلہ، قرطبہ اور غرناطہ کے اکثر قدیم شاہی محلات کی کنجیاں محفوظ کئے ہوئے ہیں گویا وہ کسی دن ان کے مالک تھے کچھ دنوں میں اپنے ملکوں کو لوٹ جائیں گے اور پھر ان کو ان کی گمشدہ ملک مل جائے گی۔

دولت سعدیہ اس سلطنت کا قیام ابوعبداللہ محمد کی قیادت میں اس وقت ہوا جبکہ وطاسیوں کو شکست ہوگئی اور یہ لوگ پرتگال کے حملوں کی مدافعت سے عاجز ہوگئے۔ اس قائد کے اردگرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے اس کی شان و شوکت دوبالا ہوگئی اس نے اور اسکے جانشینوں نے پرتگال کے ساتھ زبردست لڑائی کی اکثر جنگوں میں ان کو فتح نصیب ہوئی فرنگیوں نے بعض سرحدوں کو جن پر وہ قابض تھے چھوڑ دیا، پھر دوبارہ پرتگال نے بلاد مغرب پر دھاوا بول دیا، چنانچہ اس کے نتیجہ میں وادی مخازن میں بہت زبردست جنگ ہوئی۔ آخرکار پرتگالی فوجیں تتربتر ہوگئیں اور اُن کا بادشاہ قتل کر دیا گیا۔

سلطان منصور اپنی شجاعت، پیشقدمی، اور حسن تدبیر میں دولت سعدیہ میں بہت نامور بادشاہ ہوا ہے۔ اس کے زمانے میں سلطنت قوت و عظمت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ چکی تھی، صحرا ر عظیم اور سوڈان تنبکتو تک اس کے قبضۂ اقتدار میں آچکے تھے، اس کے عہد میں خوشحالی عام تھی، مدارس جابجا قائم تھے اس نے بڑی بڑی یادگاریں چھوڑی ہیں، جن میں اہم ترین مراکش میں عجیب و غریب محل ہے، ۔ —— گیارہویں صدی ہجری کے وسط میں اس شاہی خاندان میں نزاع و پرخاش واقع ہوگئی، جس نے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

دولت حسینیہ جب مغاربہ نے حالات کو ناگفتہ بہ پایا، جو دولت سعدیہ کی پیہم خلش کے نتیجہ میں واقع ہو چکے تھے۔ تو علی الحسنی کے ہاتھ پر۔ جو

گیارہویں صدی ہجری کے شروع میں حجاز سے ہجرت کر کے تافیلات کو اپنا وطن بنا چکا تھا، سلطنت کی بیعت کر لی، چنانچہ یہ قبیلا لیہ یا حسنیہ کے تخت پر، جو آج تک مغرب میں حکمراں ہے، بیٹھ گیا، جب اس کی وفات ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے رشید کو اپنا جانشین بنایا اسمٰعیل کبیر اس خاندان شاہی میں بہت مشہور بادشاہ گذرا ہے، یہ ماہر سیاست داں اور جری و بہادر تھا، اس کے زیر حکومت مغرب اقصیٰ اور سوڈان آچکا تھا، اس نے انگریزوں کو طنجہ سے، اسپینیوں کو عرائش و مہدیہ سے اور پرتگال کو ازیلا سے بھگا دیا، اس کی دہشت وعظمت کا سکہ تمام بادشاہوں کے دلوں پر بیٹھ گیا، ساری سلطنتیں اس کے نام سے تھرآنے لگیں، اس کی دوستی و محبت کی درخواست کی، یہاں تک کہ اس نے ایک مرتبہ لوئیس چہاردہم کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کی درخواست بھی کر دی۔

مولای محمد بن عبداللہ کے عہد میں سمندری لیٹروں نے ایک فرانسیسی جہاز کو لوٹ لیا اور اس کو عرائش لے آئے، ان پر فرانسیسی سمندری بیڑے نے حملہ کر دیا اور ان کو توپوں کا نشانہ بنا دیا، لیکن اسے ناکام لوٹنا پڑا، مغرب کے لشکر نے پرتگال کو شہر جدیدہ سے جنہوں نے اس پر ایک عرصہ قبل ہی قبضہ کر لیا تھا، بھگا دیا۔

اس دوران میں خاندان شاہی کے امیروں کے مابین نزاع و اختلاف برپا ہو گیا، اگر مولای سلیمان نے اپنی دوراندیشی و دانائی

کے ذریعہ اس کی روک تھام نہ کی ہوتی تو اس حکومت کا تختہ اُلٹ گیا ہوتا، اس نے جھگڑوں کو رفع دفع کر کے مملکت کا کھویا ہوا وقار و شرف بحال کر دیا، امن و امان کا دور دورہ اور عدل و انصاف کا بول بالا شہروں میں ہو گیا، اس نے بحری لٹیروں کو لوٹ مار کرنے سے باز رکھا، جس کی وجہ سے یورپ نے دوستی کے لئے اس سے اپنا ہاتھ بڑھایا اور یورپ کی حکومتوں نے اس سے پیمان محبت باندھا، یہاں تک کہ اس نے فرانس کے شہنشاہ نپولین اوّل کی خدمت میں اپنا سفیر روانہ کیا، مولای محمد کے دور تک تعلقات دونوں کے مابین مستحکم رہے، اس کے اور نپولین سوم کے درمیان رفیقانہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا، جس کے نتیجہ میں فرانسیسی تاجروں کی آمد و رفت مغرب کے شہروں میں زیادہ ہو گئی۔ مولای محمد نے ان کو اور افرنگیوں اور یہودیوں کو دینی اور تجارتی امتیازات عطا کئے۔ یہی سب سے بڑا سبب تھا، کہ فرنسیس نے مراکش میں اپنے قدم جمانے کی ہوس کی۔

جب مولای عبدالعزیز تخت مغرب پر بیٹھا تو فرانس کے دل میں ان شہروں پر اپنا نفوذ و تسلّط وسیع کرنے کا جذبہ بیدار ہوا۔ لیکن ادھر انگلستان اس کی گھات میں بیٹھا ہوا تھا اس کو یہ خوف دامن گیر تھا کہ مبادا فرانس جبل طارق سے نزدیک ہو جائے، جب سنہ ۱۹۰۴ء کا زمانہ آیا تو انگلستان اور فرانس کے درمیان تبادل خیال ہوا جس میں ۸ر اپریل کو ایک عہدنامہ جاری کیا گیا اس کا پہلا فقرہ یہ تھا کہ فرانس مصر میں انگلستان کے لئے اپنے حقوق سے دست بردار ہو جائے دوسرا

نعرہ یہ تھا کہ فرانس مراکش میں سیاسی حالت میں تبدیلی کی خواہش نہ کرے، نیز برطانیہ کو اس کا اعتراف ہے کہ فرانس کا فریضہ ہے کہ وہ ان ملکوں یعنی مراکش کی سلامتی کی راہ میں کوشش کرے اور اس کے لئے اپنی اقتصادی، مالی اور اداراتی مدد اور فوجی اصلاحات پیش کرے اور برطانیہ کو یہ امر مانع نہ ہوگا کہ فرانس مراکش پر اپنے نفوذ و اثر کو وسیع کرے بشرطیکہ وہ اس کے حقوق و امتیازات کی حفاظت کا ذمہ لے۔

اسی سال ماہ اکتوبر میں فرانس اور اسپین کے درمیان اتفاق ہوا جس میں ان دونوں کے حقوق و مصالح کی مراکش میں حد بندی کی گئی تھی، اس واقعہ نے جرمن پارلیمنٹ میں شدید ترین اضطراب پیدا کر دیا، جرمن حکومت نے اس عہد نامہ کو برلن کے معاہدہ کے نصوص کے بالکل خلاف کارروائی اختیار کی۔ چنانچہ اسی وقت شہنشاہ غلیوم نے طنجہ کی طرف سفر کیا، اور وہاں پہنچ کر اس نے تصریح کی کہ وہ مراکش کے خود مختار بادشاہ کی ملاقات کے لئے آیا ہے، جو حکومتوں کے حقوق و امتیازات کو مساوی نظر سے دیکھنے کا عادی ہے، اس کے بعد اس نے مراکشی مسئلہ کو منظر بحث پر لانے کا مطالبہ کیا، فرانس بھی اس وقت چونک پڑا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ اس مشکل کو حل کرنے اور حدّ فاصل قائم کرنے کے لئے ایک عام دولی کانفرنس منعقد کی جائے، چنانچہ یہ کانفرنس جزیرہ میں جو اسپین کا ایک شہر ہے منعقد ہوئی۔ جس میں تمام حکومتوں کے مندوبین حاضر تھے آخر میں ۷ اپریل ۱۹۰۶ء میں ایک معاہدہ

تجویز ہوا جو ۱۲۳ فقروں پر مشتمل ہے جس کے اندر تھا۔

۱۔ بادشاہ کی خود مختاری کا اعتراف

۲۔ فرانس کے زیر حمایت مملکت مراکشیہ کے وجود کی حفاظت

۳۔ حکومتوں کے لئے تجارتی آزادی ——— وغیرہ دیگر مسائل

اس کے باوجود مراکشیوں نے کانفرنس کی ان تجاویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، چنانچہ انھوں نے رسولی قائد کی قیادت میں بغاوت کر دی فرانس نے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے اپنی قوت استعمال کی اور عوجار دار بیضا اور شاویہ مقامات میں اپنی فوجیں اتار دیں، ادھر اسپین نے بھی ملیلہ اور سبتہ میں جنگی تیاریوں کے ساتھ نبرد آزمائی کر دی، اس وقت مغاربہ عجیب پیچ و اضطراب میں پڑ گئے، انھوں نے سلطان عبدالعزیز کو تخت مملکت سے اتار کر اس کی جگہ مولائی عبدالحفیظ کو بٹھایا، جرمنی نے شدت کے ساتھ اس پر اعتراض کیا۔ فرانس اور جرمنی کے دونوں مندوبین کے درمیان بحث و گفتگو ہوئی۔ کہ باہم اتفاق کر لیا جائے لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔

مارچ ۱۹۱۱ء میں قبائل نے شہر فاس پر دھاوا بول دیا، سلطان نے فرانسیسی فوجوں سے امداد چاہی، چنانچہ فرانس نے سلطان کی حمایت کے لئے ایک لشکر روانہ کیا، جو ماہ مئی میں شہر فاس میں اتر پڑا، اسوقت اسپینی فوجیں عرائش میں پڑاؤ ڈال چکی تھیں، جرمنی نے اس رویہ کو جزیرہ کے معاہدہ کے مخالف شمار کیا، اس نے اپنا سمندری بیڑا اغادیر

کی طرف روانہ کر دیا، فوراً ایک کانفرنس جزیرہ میں ۴ر نومبر ۱۹۱۱ء
کے دن منعقد ہوئی جس کے بموجب جرمنی نے اعتراف کیا کہ وہ
۱۔ مراکش پر فرانس کی حمایت کرے گا بشرطیکہ کو لنغو میں جرمنی
کے لئے ۲۷۵۰۰ کیلو میٹر رقبہ ملے۔
۲۔ فرانس مراکش کے جس خطہ میں چاہے حفظ امن کی خاطر
فوج کشی ہو جائے۔
۳۔ سلطان اپنے خارجی امور میں فرانس کی پیروی کرے۔
۴۔ ان ممالک میں تجارت کو کامل آزادی عطا کی جائے گی۔
کانفرنس کے بعد فرانس اور مراکش کے درمیان ۱۲ر مارچ ۱۹۱۲ء
کو ایک معاہدہ ہوا، جس کی رو سے سلطان مغرب نے اس امر کا اقرار
کیا کہ اس کے ممالک فرانس کی حمایت میں داخل ہو گئے اس معاہدہ
کی وجہ سے باشندوں نے فاس میں اہل یورپ پر بغاوت کر دی، اور
ان کے ۶۸ اشخاص کو تہ تیغ کر ڈالا، فرانس نے بغاوت کے شعلوں کو
بجھانے کے لئے جنرل لیوتی کو روانہ کیا، چنانچہ اس کے اور مغاربہ
کے درمیان بہت سی جنگیں واقع ہوئیں، آخر میں ان کو شکست
کا منہ دیکھنا پڑا، مولای عبدالحفیظ کو تخت سے معزول کر دیا گیا، اس
کے بجائے مولای یوسف سلطان کو تخت پر بٹھایا گیا۔
اسپین نے مغرب اقصیٰ کی جانب اپنی حمایت کے حق کا دعویٰ
کیا، چنانچہ وہ اور فرانس اسی سال نومبر میں اپنے حقوق و مصالح

کی حد بندیوں اور ان ملکوں میں سے ہر ایک کے مقررہ حصہ کے لئے متفق ہو گئے۔

اس کے بعد جنگ عظیم میں بے شمار انقلابات رونما ہوئے جس کی تفصیل آنے والے صفحات میں مل سکتی ہے۔

(۵)

اسپین و مغرب

اکثر لوگوں کا گمان ہے کہ اسپین و مراکش کے درمیان جو جنگ ہوئی، اس کا آغاز اس وقت سے ہوا جب کہ اسپین و فرانس نے مغرب اقصیٰ کو باہم تقسیم کر لیا، یا یہ لڑائی جنگ عظیم کی پیداوار ہے، جس نے قوموں اور جماعتوں کے دلوں کو دھڑکا دیا اور حاکم قوموں کی نیتوں کی پردہ دری کر دی، جس کے نتیجہ میں حاکم و محکوم قوموں کے درمیان ٹکر ہو گئی، لیکن جن لوگوں کو ان ملکوں کے تاریخی حقائق و واقعات پر کافی عبور حاصل ہے، ان کے نزدیک یہ امر واضح ہے کہ اسپینیوں اور مغاربہ کے مابین قدیم زمانے ہی سے اختلاف چلا آتا ہے۔ جس کا تعلق تاریخ کی اولین صدیوں سے ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قدرت نے ان دونوں سلطنتوں کو ایک دوسرے سے ملائے رکھا ہے ان کے درمیان صرف ایک سمندر حائل ہے جہاں سے ایک دوسرے کو ساحل

دکھائی دیتا ہے۔ اس سمندر پر مغاربہ کی طرف سے ایک پل بنایا گیا تھا جس کو عبور کرکے فاتحین یورپ کی سرحد یعنی اندلس تک پہونچا کرتے تھے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ فنیقیہ اور قرطاجنیہ کی فوجیں جنھوں نے اہل اسپین پر حملہ کیا تھا اور اس کے جنوبی حصہ کو غلام بنا رکھا تھا مغاربہ میں سے تھیں، بالکل اسی طرح جیسے کہ انھوں نے موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد وغیرہ کو ان کی اسپین کی عظیم الشان فتوحات اور دولت عربیہ کی تعمیر میں امداد پہنچائی تھی۔

جب اندلس میں وحدت ملت پارہ پارہ ہوگئی۔ اُمت کا شیرازہ بکھر گیا اور خانہ جنگیوں کا دور دورہ ہوگیا، تو فرنگیوں نے ان ممالک میں قدم جمانا شروع کردیا، اہل اندلس نے اپنے سمندر پار بھائیوں سے فریاد خواہی کی، مرابطین نے ان کو پوری پوری مدد پہونچائی، یوسف بن تاشفین اور اس کے پیروکاروں نے اپنی فوجوں سمیت اندلس کی طرف پیشقدمی کی، فرنگیوں کو وہاں سے لوٹا دیا اور ان سے اکثر و بیشتر ملک واپس لے لئے، جب موحدین کی سلطنت برسراقتدار ہوئی تو عبدالمومن نے جنگ وجہاد میں اپنے اسلاف کی پیروی کی اور دشمنوں کو زیر کرنے کے لئے تلوار استعمال کی اور ان کے زہر کو ان کے ہی حلقوں میں جھونک دیا۔

اسی طرح بنوحفص اور بنومرین نے اپنے اندلسی بھائیوں کی ملی اور فوجی مدد کی، اس زمانے میں جنگ وجہاد شاہان مغرب کا

طرۂ امتیاز تھا، اندلس مغاربہ کے امیروں اور قبیلوں کی چہل پہل سے معمور ہوگیا۔

جب وہ حادثۂ عظمیٰ رونما ہوا، جس کی وجہ سے ۸۹۷ھ/۱۴۹۲ء کو اندلس سے عربوں کو جلاوطن ہونا پڑا اور مراکش کی طرف لوٹ جانا پڑا تو کیتھولکی بادشاہوں نے ——— جو اس زمانے میں بادشاہان اسپین کا سرکاری لقب تھا ——— جبل طارق کے اس پار تک اپنی سلطنت کے حدود کو وسیع کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ انھوں نے بلاد مغرب بلکہ مصر پر بھی تسلّط جمانے کا منصوبہ باندھا، اسی وقت سے جنگ کا رخ اسپین اور مغرب کے درمیان افریقی جانب سے مدافعت کی طرف پلٹ گیا، لیکن امریکہ کی دولت و ثروت اس کے خزانوں اور اس کی بیش بہا کانوں نے اسپین کے خشک کانوں میں امرت برسایا تو انھوں نے ہنگامی طور پر مغرب سے نظر پھیر لی، مراکش کے قبائل کے ساتھ صلح کرنے اور اس کے سلطان کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد ملیلہ وسبتہ جیسی بعض سرحدوں میں اتر جانے کو کافی سمجھا۔

دسویں صدی ہجری کے اوائل میں خیرالدین بادشاہ بربروس اور اس کا بھائی اروج سمندری لڑائی لڑتے ہوئے نکلے اور تلمسان کا محاصرہ کرلیا، یہاں کے بادشاہ نے شارلکان شاہ اسپین سے فریاد چاہی اس نے طاقت ور لشکر کے ساتھ امداد بہم پہونچائی لیکن اسکو شکست کھاکر ناکام ونامراد لوٹنا پڑا۔

پھر اہلِ اسپین نے مغرب اوسط و قریب پر قبضہ کرنے کا قصد کیا، پے در پے اس پر حملے کئے، خیر الدین بربروس نے یہاں کے باشندوں یعنی مغاربہ کی امداد سے اُن کا پیچھا کیا، ان دونوں کے درمیان متعدد جنگیں واقع ہوئیں، آخر کار بربروس نے ان کو بھگا دیا مغرب کے دونوں حصوں پر قابض ہو گیا اور ان کو اپنی سلطنت میں شامل کر دیا۔

دسویں صدی ہجری کے اواخر (سنہ ۱۶۱۰ء) کو اندلس کے بہت سے عرب مہاجرین اسپینیوں سے انتقام لینے کے لئے قرصان نے جا ملے انھوں نے اندلس کے ساحل پر پیہم حملے کئے اس وقت بادشاہ فیلیب نے اندلس کے باقیماندہ عربوں کی سرزنش کیلئے اپنی قوت خرچ کی، ان عربوں نے بہت بڑی بغاوت برپا کر دی، قریب تھا کہ اسپینیوں سے اندلس انھیں واپس مل جاتا[۱]۔ لیکن جنگ زیادہ عرصہ تک جاری

---

[۱] سنہ ۸۹۷ھ مطابق سنہ ۱۴۹۲ء میں غرناطہ کے زوال کے بعد سے عرب و اسپین کے درمیان اندلس میں جنگ جاری رہی، یہاں تک اسپین نے ۹۷۶ھ (۱۵۷۰) میں اندلس پر قبضہ کر لیا، حکومت اسپین نے عربوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور ان کو طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار کر دیا۔ لیکن اس دباؤ سے ان کی عصبیت و غیرت کی دبی ہوئی چنگاریوں کو بھڑکا دیا اور ان کی منتشر قوتوں کو جمع کر کے ان کے اندر اتحاد کی روح پھونک دی، چنانچہ انھوں نے بنوامیہ کے باقی ماندہ ایک زعیم کے جھنڈے تلے جس کا نام ابن امیہ تھا قلعوں کو مضبوط کیا اور اسپینیوں سے شدید لڑائیاں کیں۔ انجام کار زعیم نے شکست

نہ رہ سکی بلکہ بہت جلد ٹھنڈی پڑ گئی۔ باقیماندہ عرب افریقہ کی طرف بھاگ نکلے، مغرب اوسط پر حملہ کی تیاریاں کیں اور تونس پر غالب آگئے لیکن ترکوں نے چند ماہ بعد ان کو وہاں سے بھی نکال دیا۔ اسپینی لشکر نے یہاں سے مراکش کی سرحد سے عرالیش کی طرف سلطان محمد شیخ کی امداد اور ان کو باغیوں کے پنجوں سے رہائی دلانے کے لئے کوچ کیا، چنانچہ عرالیش میں یہ لشکر خیمہ زن ہو گیا اور یہیں اس وقت تک مقیم رہا جب تک کہ مولای اسماعیل نے سنہ ۱۱۰۰ھ ۱۶۸۸ء میں انکو وہاں سے نکال دیا۔

اس کے بعد تقریباً دو سو سال تک اہل اسپین اور مغاربہ کے درمیان بحری و برّی ساحلی مقامات پر پے در پے جنگیں اور جھڑپیں ہوتی رہیں، مگر مغربی شہروں کے اندرونی حصوں پر اہل اسپین قابض نہ ہو سکے، یہاں تک کہ سنہ ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۰ء میں فرانس الجزائر میں اتر پڑا، اسپین نے اس کو یہاں سے نکالنے کے لئے اپنی پوری طاقت خرچ کر دی، اس نے امیر عبدالقادر کو بڑی بڑی امدادیں بھی پہنچائیں، اور اہل مراکش کو اپنے الجزائر میں بسنے والے بھائیوں کی امداد و اعانت پر ابھارا۔

۹۰۹ھ - لکھائی۔ اس کے بجائے انھوں نے ایک اور بادشاہ کو بٹھایا جس کا نام عبداللہ بن آلو تھا

یورپین مورخین کہتے ہیں کہ اگر قوم میں پھوٹ نہ پڑتی اور ان کی جمعیت پارہ پارہ نہ ہوتی۔ تو اس بادشاہ نے اسپین کا خاتمہ کر دیا ہوتا۔ پھر اس کے بعد اسپینوں نے ان کو تنگ کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ سنہ ۱۰۱۹ھ (۱۶۱۰ء) میں آخری سرحد تک بھگا دیا۔

جب الجزائر فرانس کے تابع ہوگیا اور ۱۲۶۱ھ ۱۸۴۵ء کو مراکش کا عہدنامہ بھی طے پاگیا، تو جزائر اور مراکش کے درمیان سرحد کی حدبندی ہوگئی، حکومتوں نے مراکش کے ساتھ گہری دلچسپی لینی شروع کردی اس کے معاملات میں بہت اہتمام سے کام لینے لگے اور اس کے نفوذ واقتدار کی توسیع میں باہم سبقت کرنے لگے، جیسا کہ ہم مسئلہ طنجہ میں اس پر روشنی ڈالیں گے، چنانچہ اسپین ان حکومتوں میں پیش پیش رہا جنھوں نے مسئلہ مراکش کو خارجی مسائل میں اوّلین قضیہ قرار دیا۔

پھر ۱۹۰۶ء میں جزیرہ کانفرنس منعقد ہوئی جس نے مغرب اقصی کی خودمختاری کا وہاں کے باشندوں کی خلاف مرضی خاتمہ کردیا اور اسکو بااثر ومقتدر خطوں میں تقسیم کردیا، اس مال غنیمت میں سے اسپین کے حصہ میں ریفی خطے اور اس کے آس پاس کے دشوارگذار پہاڑ آئے، باقی جو مراکشی شہر تھے وہ فرانس کے حیطۂ اقتدار میں داخل ہوگئے۔

لیکن اسپین کانفرنس کی قرارداد کے موافق عمل پیرا نہ ہوسکا کیونکہ اس کو ۱۹۰۹ء تک ریف میں اترنے کی جرأت نہ ہوئی جب کہ فرانس نے اپنے زیر اثر منطقہ پر اپنی فوجیں آتار دیں اور اس خطہ کو اپنے اندر شامل کرلیا جس کا خاکہ پیش کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس وقت اسپین نے ریفی خطہ کو اپنے حدود میں شامل کرنے کے لئے نقل وحرکت کی، اس نے ملیلہ، سبتہ اور عرائش کی طرف ایک لشکر گورنروں کی حمایت کے لئے روانہ کیا۔ مگر ریفیوں نے ان کو قبول کرنے اور اپنے شہروں کو

نوآباد حکومتوں کے لئے خالی کرنے سے انکار کر دیا، انھوں نے اپنی تمام تر مصلحت اور بہتری اسی میں سمجھی کہ اپنے وجود اور اپنے شہروں کی مدافعت میں بازی لگادی جائے۔ چنانچہ انھوں نے آپس میں عہد و پیمان باندھ لیا، اور الجزرہ وجبالا کے قبیلوں نے مشہور ریسولی[1] کی قیادت میں بغاوت کر دی، اسپینی حکومت نے ان کی چارہ جوئی کے

---

[1] مولای احمد بن محمد ریسولی مشہور مراکشی زعیم ۱۲۸۴ھ ۱۸۶۷ء میں پیدا ہوا۔ عہد شباب میں اپنے ہمسایوں سے جہاد کرنے لگا جب اس کے باغیانہ جراثیم شرعت کے ساتھ پھیلنے لگے تو سلطان نے اسکو گرفتار کر کے موگادور میں پانچ سال تک قید خانہ میں رکھا، قید سے رہائی پانے کے بعد اخبار ٹائمس کے نامہ نگار کو جو طنجہ میں تھا اور دوسرے اشخاص کو مقید کر لیا اور اس وقت تک ان کو نظر بند رکھا، جب تک کہ سلطان نے اسکے سولہ آدمیوں کو قید خانہ میں سے رہا کر دیا، ۱۹۰۴ء میں امریکیوں کو پکڑ لیا اور گیارہ ہزار پونڈ فدیہ لیکر ان کو رہا کیا، اس کو سلطان نے منطقہ طنجہ پر حاکم مقرر کر دیا، لیکن آخر میں سلطان اسکو معزول کرنے پر مجبور ہو گیا، یہ یہاں سے جبالا میں چلا گیا اور دوبارہ اپنی بغاوت و نافرمانی کا جھنڈا بلند کر دیا، ۱۹۰۷ء میں سرہنری ماکلین ـــ انگلستانی کو جو سلطان مراکش کی فوج کا قائد تھا گرفتار کر لیا، اس کے قید میں چند ماہ تک رہا اور بیس ہزار پونڈ فدیہ لینے کے بعد ہی اس کو چھوڑا، اس کے بعد اس نے مختلف بغاوتیں پھیلائیں اور متعدد انقلابات رونما کئے جن میں سے بعضوں نے اس کے ملکوں پر نہایت ہی بُرا اثر چھوڑا، فروری ۱۹۲۵ء میں لطل ریف کا یہ حاسد و دشمن بن گیا، امیر عبدالکریم کے اشخاص نے اس کو گرفتار کر لیا

لئے کبھی تو سختی اور درشتی کو استعمال کیا اور کبھی نرمی اور سیاست کو،
لیکن نہ تو قوت و طاقت ان کو مرعوب کر سکی اور نہ نرمی و سیاست ان
میں کچھ اثر پیدا کر سکی، جنگ عظیم کے آغاز تک وہ اسی طرح برسرپیکار
اور آمادۂ بغاوت رہے، یہاں تک کہ حکومت نے ریسولی کے ساتھ اتفاق
کرلیا اور اس کو امیر الجبل کا خطاب عطا کیا، اس کے روبرو خزانے
اور اسلحہ پیش کئے اور اس پر مال و دولت کی بارش کی، لیکن بجائے
اس کے کہ وہ ان کے اغراض کا نشانہ اور مقاصد کا آلۂ کار ثابت ہوتا
اس نے جنگ کے زمانے میں جرمنوں کی ایک جماعت کے ساتھ
دوستی پیدا کر لی، تاکہ فرانس کے خلاف مراکش میں پروپیگنڈہ کیا
جائے، چنانچہ ریسولی ایک طرف امیر محمد بن عبد الکریم بطل ریف اور
امیر عبد المالک جزائری[1] کے ساتھ اشتراک کرتے ہوئے اسپین سے

ص۷۵ اور زمانۂ اسیری ہی میں وفات پاگیا۔ اپریل ۱۹۲۲ء میں اسپین نے اس کو امیر بن عبد الکریم
کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے اپنی طرف مائل و راغب کرنے کا ارادہ کیا، تاکہ اس کو اپنے ساتھ
کرکے اس کے ملکوں پر چھاپا ماریں۔ انھوں نے اسکو یہ طمع بھی دلائی کہ وہ اس کو اسپینی
منطقہ کے سلطان کا نائب بنادیں گے اور ریفی خطوں میں اس کو عظیم الشان سلطنت
کا مالک بنادیں گے، لیکن ان کی یہ آرزوئیں پوری نہ ہوسکیں، کیوں کہ مولائی یوسف کی عبد الکریم
سے گہری دوستی تھی۔ ۱۲

[1] یہ سابق عثمانی پارلیمنٹ کے ممبر محی الدین پاشا کے فرقہ سے تعلق رکھتا ہے
دمشق میں پیدا ہوا، مدرسۂ بیروت میں علوم کی تحصیل کی، اسکندریہ آیا اور یہاں سے
جبل طارق ہوتا ہوا مغرب اقصی میں چلا آیا اور یہیں مقیم رہا۔ .... باقی ص۷۷ پر دیکھئے

برسرپیکار رہا اور دوسری طرف فرانس کے خلاف پروپگنڈہ کرنے میں مصروف رہا، یہاں تک کہ ۱۹۱۸ء میں جنگ ختم ہوگئی اور اسپین نے جنرل براالجزکو مندوب مقرر کیا، اس نے رلیسو لی اور اسکے قبائل پر دھاوا بولدیا، آخر میں اسکو مطیع کرکے شہر شیشوان میں اتر پڑا

بقیہ صلاے... یہاں تک کہ حکومت فرانس نے اس کو جزائر واپس جانے کی اجازت دے دی، یہاں وہ واپس چلا آیا، اور فرانسیسی لشکر میں شامل ہوگیا۔ پھر طنجہ میں مراکشی لشکر کا قائد مقرر کیا گیا۔ جب جنگ عظیم شروع ہوئی تو امیر عبدالمالک بھاگ نکلا اور منطقۂ اسپین میں داخل ہوگیا، یہاں جرمنی کے لئے پروپیگنڈا کرتا رہا اور فرانس کے خلاف قبائل کو اُبھارتا رہا۔ جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد حکومت اسپین نے اس کو قبائل صنہاجہ کا حاکم مقرر کردیا۔ ۱۹۲۳ء کے آخر تک اس منصب پر فائز رہا، لیکن امیر ابن عبدالکریم کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے نہ تھے امیر ریف نے اپنی اولین پیش قدمی میں امیر عبدالمالک کی طرف لکھا کہ وہ اپنی قوت کو ان کی قوت میں ضم کردے تاکہ دونوں ایک ہاتھ اور ایک جسم کی طرح ہوجائیں۔ لیکن عبدالمالک نے نہایت شدت کے ساتھ اس مطالبہ کا انکار کردیا۔ امیر ریف کے قاصد کو بُرا بھلا کہا اور دوبارہ اُس کے پاس آنے پر سخت دھمکی دی۔ کیونکہ عبدالمالک چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص میدان میں سوائے اسکے نظر نہ آئے پھر اس نے حکومت اسپین کے روبرو یہ تجویز پیش کی کہ وہ بلادِ ریف کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے مراکشی لشکروں کا قائد بنادے۔ حکومت نے اسکی خواہش قبول کرلی۔ چنانچہ یہ ملیلہ کی طرف ایک لشکر جرار کو ساتھ لئے بڑھا اور مغربی مجاہدوں پر ستمبر ۱۹۲۴ء میں زوروں سے حملہ کردیا آخرکار پہلی ہی جنگ میں شکست کھا گیا ۱۲

ادھر جنرل مندوب مغربی منطقہ میں اس مہم میں مصروف تھا، تو ادھر اس کا معاون و مددگار جنرل سلفستر مشرقی منطقہ کی مہم کو سر کرنے میں، جو امیر ابن عبدالکریم کی زیر قیادت تھا مصروف نظر آنے لگا، چنانچہ اس باہمی کشاکش میں وہ ہولناک انقلاب رونما ہوا جس میں امیر ریف نے اسپین پر ایسی ضرب کاری لگائی جس کی آواز ربع کرۂ زمین پر گونجنے لگی، جس کو ہم آئندہ صفحات میں تفصیل سے پیش کریں گے۔

(۶)

مسئلہ طنجہ

طنجہ کوئی ایسا بڑا شہر نہیں تھا، جس کی طرف تمام کی نگاہیں کھنچ جائیں، بلکہ دیکھنے والے کی نظر میں یہ ایک چھوٹا سا شہر معلوم ہوتا ہے۔ البتہ ارباب سیاست کے نزدیک یہ نہایت ہی اہم شہر ہو گیا ہے۔ کیونکہ یہ اپنے جغرافی محل وقوع کے اعتبار سے بحر روم کے ساحل پر جبل طارق کے قریب ہونے کی وجہ سے بہت بڑے مرکز کے قابل بن گیا ہے۔ یہ اسی پہلو سے انگریزوں کی نظر میں جو رات دن ہر ممکنہ طریقوں سے ہندوستان پر اپنے غلبہ و تسلط کو محکم کرنے کی تدبیر و کوشش میں مصروف ہیں، بہت بڑی اہمیت

رکھتا ہے، فرانس اور اسپین کی نگاہ میں بھی، جو مراکشی ساحل میں اپنی نوآبادیوں کے ذریعہ اپنی تجارتوں کو وسیع کرنے کی امیدوں میں مصروف ہیں اس کی اہمیت اور شان منزلت کچھ کم نہیں ہے۔

طنجہ کے باشندوں کی تعداد پچاس ہزار سے زاید ہے، یہ شہر براعظم یورپ سے متصل شہروں کے برخلاف اپنی مشرقی طرز تہذیب و تمدن کا ہمیشہ سے پاسباں اور پابند رہا ہے۔ سنہ ۸۶۹ھ یا سنہ ۱۴۶۴ء میں اس پر پرتگالیوں نے قبضہ جمایا۔ سنہ ۸۷۵ھ یا سنہ ۱۶۶۲ء کو جب کا ترین اوف برجانز کی شادی شاہ انگلستان شارل دوم سے ہوئی۔ تو یہ شہر اس کے جہیز میں دیا گیا، اس وقت سے یہ انگریزی تسلط میں آگیا لیکن مولای اسماعیل کبیر نے ان کو سنہ ۱۰۹۵ھ یا سنہ ۱۸۸۴ء کو اپنے زور بازو سے نکال دیا، فرنسیس نے سنہ ۱۲۶۰ھ یا سنہ ۱۸۴۴ء کو امیر عبدالقادر حسنی کے انقلاب میں مراکشیوں کی اپنے الجزائری بھائیوں کی امداد کے ذریعہ اس کا محاصرہ کرلیا۔

اس ملک نے سنہ ۱۲۷۳ھ یا سنہ ۱۸۵۶ء کے برطانی و مراکشی اور سنہ ۱۲۷۹ھ یا سنہ ۱۸۶۱ء کے اسپینی و مراکشی معاہدہ کے بعد اپنا حکومتی اقتدار حاصل کرلیا۔ سلطان نے ان دونوں معاہدوں میں اجنبی امتیازات کا اقرار کرلیا، سنہ ۱۲۹۷ھ یا سنہ ۱۸۸۰ء کے اتحاد مڈریڈ نے مراکش میں باقی سلطنتوں کو حقوق و مراعات عطا کردیئے۔

سنہ ۱۳۲۲ھ یا سنہ ۱۹۰۴ء میں اسپین اور فرانس کے درمیان

ایک معاہدہ ہوا، جس کے نویں فقرہ میں شہر طنجہ کا ایک خاص حق اقتدار تسلیم کرلیا گیا، اس کے بعد الجزیرہ کانفرنس ۱۳۲۴ھ یا ۱۹۰۶ء میں منعقد ہوئی اس حق اقتدار کی تفسیر کو پھیلا کر اس کو حکومتی شہر بنا دیا گیا ۱۹۱۲ء میں فرانس نے مولای عبدالحفیظ کے ساتھ معاہدہ کی رو سے مراکش کو باقاعدہ اپنے زیر نگرانی و حمایت کرلیا۔ اس کے بعد اتحاد مدرید پیش آیا جو اسی سال اسپین و فرانس کے درمیان طے پایا تھا، اس میں اس کی صراحت کردی گئی کہ شہر طنجہ کے لئے ایک خاص نظام تجویز کیا جائے جس کی تعیین آئندہ ہوگی۔

حادثۂ اغادیر[1] کے بعد ۱۹۱۱ء میں جو فرانسیسی و جرمن اتحاد ہوا

---

[1] ایک طرف جرمنی اپنی نوآبادیاں بڑھانے کی تیاریاں کر رہا تھا دوسری طرف فرانس مراکش میں اپنا اقتدار بڑھانے کی جدوجہد میں مشغول تھا، جرمنی نے فرانس سے ان شہروں کو حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا، اور اس کے لئے موقع کی تاک میں بیٹھا رہا، یہاں تک کہ جب حلیف روس نے ۱۹۰۵ء میں مقام مکدن میں اس جنگ میں جو اس کے اور جاپان کے درمیان واقع ہوئی، شکست فاش کھائی، تو جرمنی کا گورنر تیزی کے ساتھ طنجہ کے معائنہ کے لئے پہنچ گیا اور اعلان کردیا کہ اس کی حکومت برلن کانفرنس کی قراردادوں کی رو سے مغرب اقصیٰ کے ادارہ میں بغیر اس کی مرضی کے کسی قسم کے تغیر و تبدل پر ہرگز موافقت نہیں کرتی، اس کے بعد فوراً ۱۹۰۶ء میں جزیرہ کانفرنس منعقد ہوئی اور تجویز یہ ہوئی کہ مراکش کی خود مختاری کو بحال رکھا جائے اور فرانس اپنے نظام کی نگرانی کرے اس کے باوجود ۱۹۱۱ء میں جب فرانس نے پایۂ تخت مراکش میں اپنی فوجیں روانہ کردیں

اس میں اس کی تصریح کر دی گئی کہ تاوقتیکہ طنجہ سے فاس تک سڑک نہ تعمیر کی جائے اس وقت تک مراکش کے کسی خطہ میں ریلوے سڑک نہ بنائی جائے۔

۱۳۳۲ھ یا ۱۹۱۴ء میں اس شہر کے نظام کے لئے ایک دستور بنایا گیا۔ جس کو فرانس نے منظور کر لیا، مگر اسپین نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، پھر جنگ عظیم چھڑ گئی، تمام حکومتوں نے اپنے ملکی دفاع کی خاطر اس سے توجہ پھیر لی اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

جب جنگ نے اپنے ہتھیار میان میں کر لئے اور جرمنی نے ورسائل کے معاہدہ کی رو سے مراکش کے معاملات میں دخل اندازی کے حق سے کنارہ کش ہو گیا۔ تو فرانس نے طنجہ پر اپنی سیادت کا جال پھیلا نے کا ارادہ کیا، ان کارروائیوں پر اسپین اور برطانیہ نے اعتراض کیا، ۱۹۲۱ء و ۱۹۲۲ء میں ان سلطنتوں کے مابین گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہا تاکہ اس مشکل مسئلہ کا کوئی حل سوچا جائے، لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

۱۹۲۳ء کو لندن کی کانفرنس میں طنجہ کے نظام پر تینوں سلطنتوں

بقیہ ص۸۰ تو پھر نزاع از سر نو لوٹ آیا، جرمنی نے بھی اپنی صدائے احتجاج دوبارہ بلند کر دی اور جرمنی کی مصلحتوں کی حفاظت کے لئے اغادیر کی طرف اپنے بیڑے روانہ کر دیئے، قریب تھا کہ یورپ کی جنگ چھڑ جاتی اگر سمجھوتہ کی روح غالب نہ آجاتی جزیرہ کانفرنس میں جو اسی سال منعقد ہوئی یہ قرارداد پیش کی گئی کہ فرانس مراکش سے دست بردار ہو جائے۔

کے درمیان اتفاق ہوگیا جس میں یہ طے پایا کہ طنجہ مراکشی منطقہ کو تمام قوموں کی تجارتی منڈیوں کے لئے کھلا ہوا شہر قرار دیا جائے، طنجہ کے ایک حصہ کو اسپینی منطقہ سے ملحق کر دیا جائے، طنجہ مراکشی منطقہ کو ایک وسیع ذاتی نظام عطا کیا جائے اور اس میں سلطان کے نام سے حکومتی بلدیہ کے واسطہ سے احکام جاری کئے جائیں اس بلدیہ کے اراکین تینوں حکومتوں فرانس اسپین اور انگلستان کی رعایا اور دیگر حکومتوں کی رعایا میں سے انتخاب کئے جائیں۔ جس میں عرب و یہودی بادشاہ کی رعایا بھی شامل ہوگی، یہ بلدیہ ایک نگران کار مجلس کے تحت جس کا نام مجلس نگران کار (مجلس مراقبہ) ہوگا جو حکومتوں کے کونسلوں اور سلطان کے نمائندوں سے مرکب ہوگی۔ الغرض اس قسم کے دیگر مسائل اس کانفرنس میں قرار پائے۔

یہ خلاصہ ہے طنجہ و مراکش کے نوآباد مقبوضات کی تاریخ کا، جس کو ہم نے تفصیل سے اس لئے بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے موضوع سیرت بطل ریف و مجاہد اسلام محمد بن عبدالکریم سے گہرا لگاؤ رکھتی ہے۔

دوسرا باب

سیرتِ بطلِ جلیل

۱

مختصر حالات زندگی

پیدائش اور خاندان چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں امیر محمد بن عبدالکریم شہر ملیلہ میں پیدا ہوئے، یہ وہ شہر ہے جس میں شاہانِ عرب کے وہ ہزاروں افراد بستے ہیں، جو انقلاب عظیم کے بعد اندلس سے کوچ کر گئے۔ امیر کا تعلق خطابی خاندان سے ہے جس کا شمار ریف کے اونچے گھرانوں میں کیا جاتا ہے اور اس کو اپنے قبیلہ بنی اور یاغل کا سردار ہونے کا شرف حاصل ہے، اس خاندان کے اکثر بیشتر افراد نے جنگ اسپین میں عظیم الشان شہرت حاصل کی، جن میں خصوصیت کے ساتھ سید احمد امزیان معرکۂ ملیلہ کے بطل جو ۱۳۲۹ھ یا ۱۹۱۱ء اسپینی حاکموں کے خلاف واقع ہوا، قابل ذکر ہیں، سید احمد موصوف نے اس جنگ میں اپنی اعلیٰ بہادری اور جوانمردی کے جوہر دکھائے اور دشمنوں کو بھاری نقصانات پہنچائے۔ امیر ریف کا قبیلہ یعنی بنی اور یاغل بلاد ریف کے شمال مشرق میں بستا ہے یہ قبیلہ ساز و سامان، تعداد، نفوذ و اقتدار اور شجاعت و بہادری میں تمام سے بڑھ چڑھ کر ہے، امیر کے والد سید عبدالکریم ہیں۔ یہ شہر ملیلہ کے قاضی تھے، اپنے ہمعصروں میں علم و ادب اور تقویٰ شعاری میں بہت

معروف تھے، امیر نے اپنی اس موجودہ انقلابی مہم کے بعد شادی کی۔

ابتدائی حالات امیر نے شہر ملیلا کی فضا میں جوانی کی سانس لی۔ اپنے والد کی گود میں بڑے ہوتے، جو ان کے پہلے استاد ہیں، جہاں انھوں نے بنیادی علوم حاصل کئے، اپنی ابتدائی تعلیم ملیلہ کے مدارس میں پوری کی پھر فاس کی طرف کوچ گیا، یہاں کے مدارس سے دینی علوم کی سند حاصل کی، پھر ملیلہ لوٹ آئے اور یہاں کے اسپینی مدارس میں جا شامل ہوئے۔ اس وقت امیر کی ذہانت اور کمال دانائی و بہادری کی نشانیاں ظاہر ہوئیں، چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں یہاں کے ثانوی مدارس میں ڈپلومہ حاصل کرلیا، تحصیل و درس میں اپنے ساتھیوں سے سبقت لے گئے۔ مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑے زمانے تک بیکار رہے، اس اثنار میں مزید علم حاصل کرنے کی تڑپ ان کے دل میں پیدا ہوئی وہ اسپین کی طرف روانہ ہوگئے اور شلمنکا یونیورسٹی میں شریک ہوگئے یہاں سے حقوق و آداب (دکالت ـ a w ملک) میں ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی اور ڈاکٹر کے لقب سے ممتاز ہوئے یونیورسٹی کی تعطیلات کے زمانے میں اندلس میں تاریخ عرب کے مطالعہ و درس میں مشغول ہوتے، یہاں کے ملکوں کی سیر و سیاحت کی، اپنے آبا و اجداد کے ان زندہ آثار کا مشاہدہ کیا، جو ہمیشہ ان کی عظمت و جلالت اور ان کے تہذیب و تمدن کی ببانگ دہل گواہی دیتے رہے ہیں، ان کے دل میں قومیت کے جذبات بیدار ہوگئے، ان کے ذہن و دماغ کے گوشوں میں عجیب دلیرانہ خیالات چھانے لگے جو بعد میں ان کے دشمنوں سے انتقام کا موجب بنے

اوصاف | پستہ قد، گٹھا ہوا بھاری جسم، گول چہرہ، سیاہ آنکھیں، تیز نظر، کالے بال، خفیف سی ڈاڑھی، چہرے سے نرمی و شفقت کے آثار نمایاں، سر پر عمامہ، بدن پر مغربی عبا، بسا اوقات فرنگی لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں، آنکھوں پر عینک بھی لگائے رکھتے ہیں، ایسے میں سوائے اس کے اور کوئی پیدائشی ممتاز علامتیں نہیں ہیں کہ ان کے دونوں ہاتھ روشن اور چمکدار ہیں اور ان کی دو سیاہ آنکھیں ہیں جن کی رقصاں بجلیاں دلوں کو تڑپا دیتی ہیں۔

اخلاق | ہنس مکھ چہرہ، چستی کے دلدادہ، سستی سے بیزار، کم سخن مخنتی، ان تھک کام کرنے والے، ہر دن سولہ گھنٹے مشغول رہتے ہیں مگر ان پر تھکن یا ماندگی کا کچھ بھی اثر نہیں ظاہر ہوتا، غیر معمولی شخصیت اور عظیم ترین قوت ارادہ کے مالک ہیں۔ جب کوئی انسان ان کی طرف دیکھتا ہے تو پہلی ہی نظر میں حیران و ششدر رہ جاتا ہے کہ ایسے نازک اور لطیف منظہر ہیں رلیف کے تند خو، اور درشت قبیلوں کے لئے اس قدر تاثیر عظیم کہاں سے آگئی۔

یہ ایک ماہر شہسوار ہیں، نہ تو حادثات کا ان کے دل میں کوئی خطرہ گزرتا ہے۔ اور نہ مصیبتوں سے مضطرب ہوتے ہیں، خود انھوں نے اکثر و بیشتر انقلابیوں اور فوجوں کی قیادت کی ہے اور بلا خوف و خطر جنگ کے مقابل کے مورچوں اور صفوں میں پیشقدمی کی ہے، کبھی ایسے خطرات و مشکلات میں گھر گئے ہیں جو مصطفےٰ کمال بطل ترک اور اس کے معاصرین

کے مصائب سے کہیں دو چند تھیں، لیکن انھوں نے اپنے عزم واستقلال اور احتیاط و دور اندیشی سے ان کو رام کرلیا اور مغرب کو استبدادی پنجوں سے جو اس کو دبوچے ہوئے تھے، رہائی دلائی۔

کمال شخصیت آزادی ضمیر، پاکیزگی اخلاص، قوت ایمانی، جذبہ جمہوریت اور حریت و خود مختاری سے عشق، یہ پانچ صفات ایسی ہیں جو تاریخ کی اکثر سربرآوردہ ہستیوں میں یکجا دیکھنے میں نہیں آئیں، لیکن قدرت نے امیر عبد الکریم کی ذات میں ان کو جمع کر دیا ہے آپ کے اندر عربی پاکیزہ روح اپنے بہترین مظاہر اور مشرقی فروغ وکمال کے آثار اپنی انتہائی شان و عظمت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے۔

امیر اپنے دور قیادت میں زمانے کے بدلتے ہوئے حالات اور سیاسی رجحانات سے باخبر تھے، علمی اور فنی طریقوں میں کافی معلومات آپ کو حاصل تھے، جس میں آپ کی دانائی و فکر کا کمال اور عقلی رجحان آشکار تھا، یہ امتیازات اور خصوصیات ایسی تھیں، جنھوں نے آپ کو ان یگانۂ روزگار بہادروں کے درجہ تک پہنچا دیا تھا، جنھیں قدرت وقتاً فوقتاً مظلوم و محکوم انسانوں کو نجات دلانے کے لئے منتخب کرتی ہے جو کبھی تلوار کے زور سے اس مظلوم طبقہ کی مدد کرتے ہیں۔ جو ظالموں کے پنجوں میں گرفتار ہے اور کبھی قلم کی قوت سے گمراہ انسانوں کو راہ راست پہ لے آتے ہیں۔

زمانے کے واقعات و حوادث نے اس حقیقت کو روز روشن

کی طرح ظاہر کردیا ہے کہ امیر خطابی موجودہ دور کی گراں قدر شخصیت ہی۔ اور ایسا بطل عظیم ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ریفیوں کو پنجۂ ظلم واستبداد اور محکومی وغلامی کی زنجیروں سے رہائی دلانے کیلئے دنیا میں بھیجا ہے۔

جنگ عظیم سے پہلے | جنگ عظیم سے پیشتر جب عبدالکریم اسپین سے واپس ہوئے اور آپ نے وکالت کی ڈگری حاصل کر لی، تو شہر ملیلا کے قاضی مقرر ہوئے۔ جنگ کے بعد بھی اسی منصب جلیل پر فائز رہے اور اپنی بغاوت تک اس پر فائز رہے، اس طویل مدت کے دوران میں آپ نوآباد حاکموں کی اپنے شہروں میں کارگزاریوں کی نگرانی کیا کرتے تھے اور ان کے مظالم اور ناپسندیدہ کاموں کو دیکھا کرتے تھے، اندرونی اور پوشیدہ طور پر ان کی کوششوں کو اپنے امکان بھر کبھی سیاست سے اور کبھی قوت وطاقت کے ذریعہ بیکار کرنے میں جدوجہد کرتے رہے۔

آپ جوانوں کی نشاط فکر اور ان کے جوش عمل کو بہت پسند کیا کرتے تھے ان کی صحبتوں میں بیٹھا کرتے، ان سے گفتگو فرماتے، ان میں آزادی، وخودمختاری، انقلاب اور بغاوت کی روح پھونکتے رہے اور ان کو فوجی تنظیم وتربیت اور جنگی فنون کے لئے آمادہ کرتے رہے، اکثر نوجوانوں نے ان کی تحریک ودعوت انقلاب کو قبول کرلیا، وہ سینکڑوں کی تعداد میں جنگی مدارس میں شریک ہوگئے اور فوجی افسروں کے عہدوں پر مقرر ہوگئے، ریف کی فوجی تنظیم اور ان کی جماعتی تشکیل میں امیر عبدالکریم کا نمایاں اور زبردست حصہ رہا ہے۔

جنگ عظیم کے دوران میں | جب جنگ عظیم کا اعلان ہوا، تو ۱۹۱۶ء میں جرمنی اور ترکی نے فوجی افسروں کی ایک جماعت روانہ کی جو اسپینی ریف کے ایک بندرگاہ میں اتر پڑی، ان کا کام یہ تھا کہ وہ حلیف حکومتوں کے خلاف ان کے مقبوضات اور ان کی نوآبادیوں میں بغاوت اور اضطراب و انقلاب کے شعلے بھڑکائیں، اس وقت ابن عبدالکریم میدان میں پورے جوش و انہماک کے ساتھ اتر پڑے اس جماعت میں شامل ہو گئے اور فرانس وغیرہ حکومتوں کے خلاف انقلابات اور بغاوتیں پھیلانے کے کام کو شروع کر دیا، آپ نے ان فوجی افسروں کی مدد کی اور ان سے ملاپ پیدا کر لیا، اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ آپ نے ان کی فوجی خبروں اور ان کی جنگی معلومات سے گراں قدر فائدہ اٹھایا، لیکن حکومت اسپین نے آپ کے متعلق برا گمان کیا اور انجام کار سے خوف زدہ ہو گئی۔ کیونکہ امیر اُن معزز و با اثر لوگوں میں سے تھے جن کے ہر اشارہ پر قوم اپنا سر جھکانے کے لئے تیار تھی، چنانچہ اس خدشہ سے حکومت نے آپ کو ایک عرصہ تک نظر بند کر دیا اور اس کے بعد آپ کو رہا کر دیا، آپ کو فوجی حلقہ میں شریک کر لیا اور جنگی وزارت میں فوجی افسر مقرر کر دیا۔

جنگ کے بعد | ۱۹۱۸ء کی صلح کے بعد منطقۂ ریف میں فتنہ اور انقلاب رونما ہوئے تو جنگی وزارت نے ضرورت محسوس کی کہ امیر کو یہاں روانہ کیا جائے، تاکہ آپ کے نفوذ و اثر اور کمال دانائی سے فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ آپ ریفی جماعت سے مل گئے، اس وقت آپ کی فہم و فراست

اور دور اندیشی منظر عام پر آئی، جس کی طرف تمام کی نظریں مرکوز ہو گئیں اس طرح پر کہ آپ نے اپنی قوم کی مصلحت اور اسپین کی سیاست کے درمیان موافقت و اتحاد پیدا کرانے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کر دی۔ اور اس کے لئے آپ نے بے شمار مشکلات و مصائب کو برداشت کیا اور خود کو ہلاکت اور آفت کا نشانہ بنایا، لیکن آپ کو کامیابی کی صورت نظر نہ آئی اس وقت آپ نے لشکر سے کنارہ کشی کو بہتر سمجھا اور علیحدہ ہو کر پھر ملیلہ میں قاضی بن گئے۔ جہاں ایک اہم اور عظیم الشان کام کے لئے اپنے آپ کو تیار کیا، اس مدت کے دوران میں حکومت اسپین سے آپ نے اپنی عظیم ترین خدمات اور کارناموں کی یاداشت میں بے شمار امتیازات حاصل کر لئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی کمال مہارت اور دانائی سے فوج میں کیپٹن کے درجہ تک رسائی حاصل کر لی۔

۲

بغاوت کے اسباب

امیر عبدالکریم اپنی انقلابی تحریک سے پہلے ملیلہ کے قاضی تھے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، اس شہر میں اسپینی باشندے ایک طویل عرصہ سے سکونت اختیار کر چکے تھے، ان کی حکومت نے اس شہر میں مشرقی ریف منطقہ کے لشکر کا فوجی مرکز بنا لیا تھا، جس کا قائد جنرل سلفستر تھا جو ریف

کے مشہور انقلاب کی پہلی لڑائی میں جو معرکۂ عریت الزوال واقعہ ۱۹۲۱ء
میں مقتول ہوا۔

اس شہر میں امیر کی نشوونما ہوئی یہیں وہ بڑے ہوئے اور پروان چڑھے، جب سے آپ نے ہوش سنبھالا برابر اپنے ابنا، قوم و ملک کے کراہنے کی آوازیں سنتے رہے، اپنی آنکھوں سے ان مظالم و انسانیت سوز حرکات کو دیکھا جس کو نو آباد حاکموں کی فوجیں وہاں کے باشندوں پر آئے دن کیا کرتی تھیں، جن کی بنا پر امیر کے دل میں بغض و نفرت کے جذبات پیدا کر دیئے۔ جنکی وجہ سے آپ ان جلادوں سے اور اندلس کا انتقام لینے کی تاک میں رہنے لگے۔

اتفاق سے ایک دن آپ ملیلہ کے کسی راستہ میں جا رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک اسپینی سردار تازیانہ سے ایک ریفی کو بری طرح پیٹ رہا ہے، ریفی فریاد خواہی کر رہا ہے لیکن کوئی اس کی فریاد کو سننے والا نہیں۔ اس انسانیت سوز حرکت کو دیکھ کر امیر کا خون کھول گیا آگے بڑھکر اسپینی سے اس ناشائستہ فعل پر آمادگی کا سبب دریافت کیا اسپینی نے آپ کو نہایت سختی اور درشتی کے ساتھ جواب دیا، کہ اس ریفی کے چوپایہ نے اس کے لات ماردی !!!۔۔۔ امیر نے اسپینی سردار کو اس ناپسندیدہ حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔

تازیانہ کی قیمت | جب امیر نے اسپینی کی یہ درشت حرکت اور اس کی شدید دشمنی کو دیکھا تو اس کو وہیں چھوڑ کر قائد عمومی (کمانڈر انچیف) کے

مستقر کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں پہنچ کر اس واقعہ کو دہرایا اور مطالبہ کیا کہ جوش کو ٹھنڈا کرنے اور بغاوت کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو بجھانے کے لئے اسپینی سردار پر جرمانہ عاید کیا جائے، نیز آپ نے اس واقعہ کے بُرے نتائج و اثرات کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اگر قائد ظالم و مجرم کو سزا دلانے میں سستی و کوتاہی کرے گا تو اس کا انجام بہت بُرا ہوگا جس کو حکومت اسپین کبھی گوارہ نہ کرے گی۔

قائد نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ اسپینی جیسی کچھ اس کی شان و منزلت ہے وہ ان شہروں کا سردار و حاکم ہے؟

امیر نے اس وقت ایسے سنہری کلمات سے جواب دیا جو ابدالآباد تک نوآباد حاکموں کے لئے زندہ یادگار کے طور پر باقی رہیں گے آپ نے کہا:

"کیا تم بھی یہ نہیں جانتے کہ یہ تازیانہ اسپین کے لئے بہت بھاری قیمت کی تکلیف کا موجب ہوگا اور اس کے کندھوں پر ایک ناقابل برداشت بوجھ ثابت ہوگا؟"

یہ کہہ کر قائد کو اپنی جگہ پر چھوڑ کر خود غضب آلودہ باہر نکل گئے۔

اندلس کا انتقام امیر عبدالکریم نے اسپینی قائد کے پاس سے نکل کر اپنے قبیلہ بنی ورریاغل کے مستقر کی طرف رُخ کیا، جو اکناف و اطراف بستیوں میں بود و باش اختیار کئے ہوئے تھا، یہاں پہنچ کر آپ نے اپنے مخلص دوستوں کی ایک جماعت کو جن پر پورا اعتماد تھا جمع کیا، ان کی تعداد دس سے متجاوز نہ تھی، آپ نے ان کے روبرو اس خطرناک حادثہ

کا ذکر کیا اور اپنے دل کے اندرونی گہرے جذبات کا اظہار کیا جو اندلس کے انتقام سے متعلق تھے۔ انکے روبرو اسپینی حکومت کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جانے کا ارادہ ظاہر کیا، جس نے اندلس کے مقامات میں عربوں کی حکومت کا مکرو فریب سے خاتمہ کر دیا، اور اب بلاد مغرب کی حریت اور اس کی خود مختاری کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، ان تاریخی واقعات کی روشنی میں ان کی خوابیدہ ہمتوں کو بیدار کیا اور ان کے اندر غیرت وحمیت کی بجلیاں پھونک دیں، پھر آخر میں ان سے دریافت کیا کہ کیا وہ تمام اپنے اس انقلاب میں شرکت کریں گے یا نہیں؟

سبھوں نے بیک زبان اپنی آمادگی کا اظہار کیا اور قسم کھائی کہ اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے تک تمام سے پوشیدہ رکھیں گے اور آخر دم تک آزادی کی راہ میں لڑتے رہیں گے۔

پہلا نشانہ پھر ان مردانِ صدق وصفا میں سے ہر ایک شہر کے ایک جانب چل دیا، اپنی اپنی بندوقیں سنبھالے ہوئے اپنے مقررّہ مقام کی طرف چلا آیا، شام کے وقت یہ تمام وہاں کی پہاڑیوں میں تاک لگائے ہوئے بیٹھ گئے جہاں سے دشمنوں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ یا ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء کو پہلی گولی کا نشانہ لگایا گیا۔

ان دس مردان کار نے جن کے سرغنہ عبدالکریم تھے، اسپینولیا کے سامنے ایک پناہ گاہ پر دھاوا بول دیا اور ان کے لشکر کے ہتھیار اور سازوسامان چھین کر اپنے دوسرے بھائیوں کے حوالے کر دیا جنھوں

نے ان کے ساتھ مل جانے کی درخواست کی تھی، یہی حال پیہم جاری رہا، جب کبھی امیر اور ان کی جماعت کو کوئی بندوق مل جاتی تو ان لوگوں میں سے کسی ایک شخص کے سپرد کر دی جاتی جو انقلابیوں کے ساتھ شریک ہونے اور ان کی بغاوت کو اور تیز کرنے کے لئے الگ الگ اور گروہ در گروہ چلے آئے تھے جب کہ انقلاب کی خبر ان کے کانوں کے پردوں سے ٹکرائی، اسپین نے اس وقت ان کو "چوروں لیٹروں اور رہزنوں" کی ایک جماعت تصور کیا تھا، ان کی انھوں نے نہ تو کچھ پروا کی اور نہ ان کے معاملہ کو اہم اور نازک خیال کیا، اس طرح لاابالی پن سے ان کے حملوں کی روک تھام کے لئے لشکر پہ لشکر بھیجا، لیکن یہ ان رہزنوں اور غارت گروں کی بیخ کنی نہ کر سکے، جب امیر کے آدمیوں کی تعداد پانچ سو تک پہنچ گئی۔ ان کی طاقت میں اضافہ اور پختگی ہوگئی اور تمام شہروں میں عام ہیجانی کیفیت رونما ہوگئی اور جابجا انقلاب کے آثار پیدا ہونے لگے، تو اسپینی قیادت نے وسیع خطرہ محسوس کیا، حملوں کی تیاریاں کیں اور لشکر روانہ کئے ...... یہ لشکر فتح و نصرت کے میدان کی طرف نہیں بھیجے بلکہ مذبح کی طرف موت کے گھاٹ اترنے کے لئے ....!

بزم شوریٰ | جب امیر کی طاقت بڑھ گئی اور آپ کی تحریک انقلاب کی خبر آس پاس کے شہروں میں پھیلی تو آپ کی قوم نے خندہ پیشانی اور اہتمام کے ساتھ آپ کا خیر مقدم کیا، آپ نے اندازہ لگا لیا کہ اپنی اس تحریک کو

کامیاب بنانے کا بہترین وسیلہ یہ ہے کہ اس کی تعمیر کے لئے ایک مضبوط اساس و بنیاد بنائی جائے، یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس دعوت کو عام قومی تحریک قرار دے دیا جائے، تاکہ حکومت کے ادارہ میں مختلف گروہ شرکت کریں، چنانچہ آپ نے قبیلوں اور باشندوں کو اپنے فوجی مرکز میں ایک عام اجتماع منعقد کرنے کی دعوت دی، ایک بڑی جماعت نے خوش دلی کے ساتھ آپ کی پکار پر لبیک کہا۔ آپ کے مرکز میں گروہ درگروہ ٹوٹ پڑے، اس وقت امیر نے ہنگامہ خیز تقریر کی، جس میں آپ نے تاریخی حقائق و واقعات کی روشنی میں اندلس اور مغرب میں اسپین و عرب کے تعلقات کو بیان کیا۔ ان کے روبرو ان وحشت انگیز معاملات اور دردناک مظالم کو واضح کیا جنھیں نوآباد حکام مشرقی ممالک میں انجام دیا کرتے ہیں، جن کی غرض و غایت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان ممالک میں اپنے نفوذ و اقتدار کو وسیع کیا جائے پھر امیر نے تدریجاً ان اسباب کا تذکرہ کیا جنھوں نے ان کو ظالموں کے مقابلہ کے لئے آمادہ کردیا، اس کے بعد آپ نے حاضرین سے درخواست کی کہ وہ فلاح و کامیابی حاصل کرنے کے لئے آپس میں متحد ہوکر ان کی امداد کریں، پھر آپ نے ان سے کہا کہ اس معاملہ کو سلجھانے کے لئے آپس میں بحث و مذاکرہ کرکے اپنے واضح اور روشن آراء و افکار کا اظہار کریں، سبھوں نے بالاتفاق جہاد و مدافعت میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کی تجویز پیش کی، انھوں نے مناسب

سمجھا کہ کامیابی کا بہترین اور ذمہ دارانہ طریقہ یہ ہے کہ ایک عام مجلس کی تشکیل عمل میں لائی جائے جو اپنا پروگرام بنائے جس کے مطابق عمل درآمد کیا جائے ایک ایسی وطنی حکومت کی ترکیب کی جائے جو شہروں کے معاملات میں تصرف کرے اور قوانین واحکام نافذ کرے اور انتظامات کرے۔

وطنی جماعت حسب دستور مغرب اقصیٰ میں مختلف قبیلوں اور باشندوں کی جماعتوں سے جن میں رؤسا، سربرآوردہ ہستیاں اور معززین شامل تھے وطنی جماعت یا مجلس عام کی تشکیل دی گئی، یہ جمعیت امت کے ارادہ وتصرف کی مختار تھی، یہی جماعت وطنی جہاد کی تنظیم اور شہروں کے مختلف امور ومعاملات کو سرانجام دینے کی ذمہ دار تھی۔

ریفی وطنی جماعت نے اپنا پہلا اجلاس سنہ ۱۳۴۰ھ کے آغاز میں منعقد کیا جس کی پہلی قرارداد میں شہروں کی خود مختاری، آزادی اور دستوری جمہوری حکومت کی تشکیل کا اعلان کیا گیا، جس کے رئیس وصدر امیر محمد بن عبدالکریم زعیم انقلاب کو مقرر کیا گیا، اس قرارداد کی تکمیل ۱۵ محرم سنہ ۱۳۴۰ھ (۱۹ ستمبر سنہ ۱۹۲۱ء) کو ہوئی۔

پھر شہروں کے لئے ایک دستور بنایا گیا جس کی بنیاد قومی حکومت پر رکھی گئی، اور تشریعی خود اختیاری حکومت کو وطنی جماعت کے سپرد کیا گیا، اس کا مطلب یہ تھا کہ یورپی دستوری قواعد کے مطابق دونوں سلطنتوں میں کوئی تفریق نہیں کی جائے گی، اس میں صدر جمہوریت کو وطنی جماعت کا بھی رئیس تسلیم کر لیا گیا

مجلس کے ارکان میں سے ہر زعیم و قائد پر یہ امر واجب قرار دیا گیا کہ وہ جمیعت کے مقررہ قوانین کو نافذ کرے، یہ تمام قائدین و زعماء رئیس کے سامنے اس کے صدر حکومت ہونے کے اعتبار سے اپنے متعلقہ امور و قوانین کے ذمہ دار اور جواب دہ ہوں گے اور رئیس جمیعت کے روبرو ذمہ دار ہوگا' جمیعت نے اس قاعدہ کو اپنے دستور میں وہاں کے شہروں اور ان کی عادات کے موافق اختیار کیا۔

وزارت کی تصریح دستور نے اس طرح کی کہ اس نے صرف چار عہدوں کی تشکیل کی' (۱) صدر جمہوریہ کا مشیر کار جو صدر وزارت کے قائم مقام ہے (۲) وزیر خارجہ (۳) وزیر مال (۴) وزیر تجارت' باقی رہے داخلی و جنگی معاملات تو ان کو دستور نے صدر جمہوریہ کے صواب دید اور اس کے خصوصی رحجانات پر موقوف رکھا۔

میثاق قومی | پھر وطنی جماعت نے ایک ایسے قومی میثاق کو مقرر کرنا شروع کیا' جو قوم کے لئے اس کے جہاد و انقلاب میں ایک اعلیٰ مثال ہو' چنانچہ متعدد اور متواتر جلسوں کے بعد حسب ذیل میثاق قومی کی قرار داد طے پائی۔

(۱) ہر اس معاہدہ کا عدم اعتراف جس کو بلاد مغرب کے حقوق میں ذرا بھر لگاؤ ہو خصوصاً ۱۹۱۲ء کا معاہدہ۔

(۲) منطقہ' ریف سے اہل اسپین کی جلاوطنی کیوں کہ یہ منطقہ ۱۹۱۲ء کے اسپین و فرانس کے معاہدہ کی تکمیل ہے پیشتر ان کے تصرف و غلبہ میں نہیں

تھا اب اسپین کے لئے سبتہ و ملیلہ اور ان کے آس پاس کی جاگیروں کے سوائے اور کچھ باقی نہیں رہتا۔

(۳) حکومت جمہوریہ ریف کی آزادی کامل کا اعتراف۔

(۴) جمہوری دستوری حکومت کی تشکیل۔

(۵) اسپین ریفیوں کے اُس خسارہ کا عوض ادا کرے، جو ان کو گذشتہ بارہ سال میں ان کی اپنی سرزمین میں داخل ہونے کے وقت سے ہوتا رہا ہے نیز اُن کے اُن قیدیوں کا فدیہ کردئے جو ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے۔

(۶) تمام سلطنتوں کے درمیان بلا امتیاز دوستی و اتحاد کے تعلقات پیدا کرنا اور ان کے ساتھ تجارتی معاہدوں کی تشکیل،

پرچم ریفی جمعیت نے دولت جمہوریہ ریف کے لئے ایک ایسا پرچم تجویز کیا، جس کا میدان سرخ، درمیان میں شش پہلوی سبز ستارہ اور سفید پیوند میں ہلال تھا

یہ تینوں رنگ قدیم عربی پرچموں کے لئے ایک تاریخی اشارہ ہیں، چنانچہ سرخ رنگ قبل اسلام حجاز کا شعار تھا، جہاں ہمیشہ سے خاندان شریفی کا پرچم رہا ہے۔ جن کے بادشاہ آج تک مغرب میں ہیں، کتاب تاریخ دول عربیہ سے پتہ چلتا ہے کہ حمیریوں نے اس پرچم کو اپنا شعار گردانا تھا، نیز جب امراء القیس بن مجر قسطنطنیہ پہنچا تو اپنے ساتھ سرخ پرچم اٹھائے ہوئے تھا۔

سبز رنگ اہل بیت نبوی اور فاطمیوں کا شعار ہے اور سفید رنگ شام و اندلس میں بنوامیہ کا نشان تھا۔

دارالسلطنت جمہوریہ ریف } دستور ریفی نے اس کی تصریح کی کہ اجدر کو جمہوریۂ ریف کا دارالسلطنۃ اور اس کے لشکر کا مرکز بنایا جائے، یہ شہر پایۂ تخت ہونے کے باوجود بظاہر طول میں دو میل ہے اور عرض میں ایک میل سے زیادہ نہ تھا ——— لیکن اب وہ اس قدر وسیع ہوگیا ہے کہ ایک بڑا شہر دکھائی دیتا ہے، وہ ایک پہاڑی خطہ میں وادی حصاص کی بلندی پر واقع ہے۔ اسپینی توپیں حسیمہ میں اس کو اپنا نشانہ بنا سکتی ہیں۔

اس شہر میں بطل ریف ایسے گھر میں مقیم ہے، جو شہر کے دیگر گھروں سے کسی طرح بھی ممتاز نہیں، البتہ اتنی بات سے وہ منفرد ہے کہ یہاں مختلف سفیر اور ارباب لسبت وکشاد کی بکثرت آمدورفت پائی جاتی ہے، اس گھر سے فوجوں کو حملہ آور ہونے، کوچ کرنے اور بڑے بڑے معاملات کی تنظیم سے متعلق احکام دقوانین صادر کئے جاتے ہیں۔

امیر کی ملاقات اور ان کے خیر مقدم کا کمرہ، جہاں سے ان کی سرزمین کو روشن کرنے والا شعلہ بھڑکا اور ابنار قوم و وطن کے دلوں کو منور و مشتعل کردیا، جو اُمت کی نگاہوں کی جولانگاہ اور اس کا تاریخی ہیکل ہے، اس کی پیمائش بیس مربع قدم ہے اور اس کی دیواروں کی بلندی چھ قدم سے زاید نہیں ہے، اس کی دیواروں پر بلاد ریف کے دو اسپینی نقشے آویزاں ہیں، کمرہ میں ایک سادہ فرش بچھا ہوا، جس میں لکڑی کی چند کرسیاں اور ایک میز دھرا ہوا، جس پر رسالے، کاغذات عربی وانگریزی اخبارات وجرائد

پھیلے ہوئے امیر ابن عبدالکریم اس میز کے پیچھے بیٹھا کرتے، آپ کے کاموں میں سوائے آپ کے چھوٹے بھائی محمد صغیر[1] ابن عبدالکریم کے اور کوئی شریک نہ ہوتا۔

(۳)

طرز حکومت اور اصلاحات

امیر ابن عبدالکریم نے اپنے ملک کو پنجۂ ظلم واستبداد سے رہائی دلانے کے لئے لگاتار جدوجہد کی، ملک کے طول وعرض میں فتنے، انقلابات اور لغاوتیں پھیلی ہوئی تھیں، لوٹ مار، قتل وغارت گری اور خانہ جنگی کا دور دورہ تھا، اقتصادی ابتری اور مالی مشکلات نے قوم کی حالت ناگفتہ بہ بنا

---

[1] بلاد ریف میں یہ رسم جاری ہے کہ پہلے اور دوسرے لڑکے کا نام محمد رکھا جاتا ہے پہلا کبیر سے اور دوسرا صغیر سے ممتاز ہوتا ہے، چنانچہ محمد کبیر اور محمد صغیر سے پکارا جاتا ہے، اس لحاظ سے بطل ریف پہلے لڑکے ہیں، اس لئے یہ محمد کبیر سے موسوم ہیں اور آپ کے چھوٹے بھائی دوسرے لڑکے ہیں، اس لئے یہ محمد صغیر سے نامزد ہیں۔

امیر محمد صغیر کی عمر ۴۵ سال کے قریب ہے، آپ دانا، فہیم اور دوراندیش ہیں آپ کے چہرے سے حزم وفراست کے امارات آشکار ہیں، آپ عالم وفاضل بھی ہیں اسپین میں علوم کی تحصیل کی، مدرید کے شاہی جنگی مدرسہ میں داخل ہوئے، عسکری مدرسہ میں کمال حاصل کیا، جنگی خاکے اور موریچے مقرر کئے، فن مساحت اور علم معادن میں ماہر ہوئے، یورپ کے اکثر ممالک کی سیر وسیاحت کی، آخر میں منطقہ غربیہ یعنی جبالہ کے جیش کی قیادت کی۔

ڈالی تھی۔ امیر نے ان تمام خطرات کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا۔ مشکلات کو آسان بنایا، امن، انصاف اور رواداری کو عام کیا اور اپنے تجربہ و حکمت اور دانائی و دور اندیشی سے تمام پیچیدہ معاملات کو ہموار کیا۔ خوف و خطر کی جگہ طمانیت و سکون، ظلم و استبداد کی جگہ عدل و قانون نے لے لی اور ایسا عادل نظام قائم کیا، جس کی بدولت ملکی تو ملکی اجنبی بھی امیر سے پروانہ راہ داری (پاسپورٹ) حاصل کر کے بلاد مغرب کے آس پاس جہاں چاہے گھوم پھر سکتا ہے اسے کسی کے فتنہ و شر کا خوف نہ ہوگا۔ ایک ریفی بھی اس طرز حکومت کو حیرت کی نظر سے دیکھتا ہے اور وہ اس قابل بن گیا ہے کہ اپنے شہروں کی حکومت کا تذکرہ کر کے اس پر فخر کرتا ہے اور اپنے سفر و حضر میں اس حیرت انگیز امن و سلامتی سے فائدہ اٹھاتا ہے

جنگی کاموں اور فوجی انتظامات نے امیر کو اُن اصلاحات سے بے خبر نہیں رکھا جن کی شہروں میں سخت ضرورت تھی، امن و سلامتی کو عام کرنے کی مصروفیات نے اپنی قوم کے شاندار مستقبل سے غافل نہیں رکھا، آپ نے زندگی کے ہر شعبہ کی ہتم بالشان اصلاحات کو انجام دینے کی طرف توجہ کی، چنانچہ ملک کے محکمۂ مال کی تنظیم کی، حکومت کی اصلاح کی، تجارت اور زراعت کا نظام مقرر کیا، مدرسے تعمیر کئے، یورپ کی طرف علمی وفد بھیجے ریف کی عام صحت کی طرف توجہ کی، دواخانے بنائے، فنی آلات و آوزار سے فائدہ اٹھایا، سڑکیں تعمیر کرائیں[1]

[1] امیر نے اپنے آخری زمانے میں جیسا کہ جریدہ "جرنل" نے ذکر کیا ہے۔ باقی ص۱۰۳

(۴)

سیاسی کارنامے

امیر عبدالکریم کی سنسنی خیز خبروں اور ان کے انقلابی کارناموں کو دیکھ کر آپ کے دشمنوں نے دنیا کے روبرو آپ کو وحشی، رہزن اور غارت گر مشہور کر رکھا ہے، حالانکہ یہ واقعہ کے بالکل خلاف ہے، بلکہ آپ کی شخصیت دانائی، ذہانت اور تہذیب میں شہرہ آفاق حیثیت رکھتی ہے، آپ کے اخلاق پسندیدہ ہیں، جس موضوع پر بحث کی جائے آپ بحسن وخوبی اس کے بارے میں گفتگو کر سکتے ہیں، یورپ کی سیاست کے معاملات میں بڑا اہتمام کرتے ہیں اور اُن کے تمام پہلوؤں پر گہری نظر رکھتے ہیں، آپ نے حکومت کے قیام کے آغاز میں ایک منشور نکالا تھا، جس میں ہر اس شخص کو قتل کی دھمکی دی تھی، جو کسی یورپی پر محض اس لئے کہ وہ یورپ کا باشندہ ہے، کسی قسم کا ظلم وجور روا رکھے، یا کسی اسپینی قیدی کو قتل کر

بقیہ صـ۱۰۲ .... ایک قانون نافذ کیا جس میں اپنی جماعت کے ناکتخدا اشخاص پر یہ امر ضروری اور جبری قرار دیا گیا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ان بھائیوں کی ایک یا چند بیواؤں سے شادی کرلے، جو اپنے شہروں کی مدافعت میں ہلاک ہو گئے، اس طرح آپ نے شادی شدہ اشخاص کو آمادہ کیا کہ وہ اپنی بیویوں پر ایک بیوہ کا اضافہ کریں، بخدا یہ کام ان شاندار کاموں میں سے ہے، جو ریفی قوم کی فوز وفلاح کا ذمہ دار ہے۔

دے، یہ قانون حکومتوں کے باہمی حقوق کا پاس اور احترام کرنے کے لئے نافذ کیا گیا۔

امیر نے ان سیاسی پابندیوں کو فراموش نہیں کیا جو حکومتوں کے درمیان روا رکھے گئے ہیں، دولت ریفیہ کی تشکیل کے بعد ہی فوراً اپنی حکومت کی تاسیس کا باقاعدہ مینشوروں کے ذریعہ اعلان کر دیا اور ان کو مغربی حکومتوں اور تمام قوموں کی طرف بھیجا اور ریف میں اسپین کے رویہ و سلوک اور اس کی غیر قانونی زیادتی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔

ریفی وفد | پھر امیر نے اپنے بھائی امیر محمد صغیر کو مندوب بنا کر مشرقی ممالک و اقوام کے مرکزی ملاقات اور سیر و سیاحت کے لئے روانہ کیا تاکہ وہاں کے اشخاص کو اپنے شہروں کے حالات سے آگاہ کرائیں، چنانچہ انھوں نے فرانس، جرمنی، سوسیرا اور انقرہ کی سیاحت کی اور اپنی مہم کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا لیکن یہاں کی قوموں نے ان کی دعوت کو سننے سے انکار کر دیا اور یہ ناکام واپس لوٹے۔

اس کے بعد ایک دوسرا وفد سید عبد الکریم بن حاج علی اور سید محمد عبادی امیر کے خسر کے زیر انتداب روانہ کیا، ان دونوں نے ۱۳۴۱ھ یا ۱۹۲۲ء کو لندن کا سفر کیا، انھوں نے انگلستان سے درخواست کی کہ وہ خونریزی کے انسداد کے لئے ان کے اور اسپین کے مابین مفاہمت پیدا کرا دے لیکن لارڈ کرزن وزیر خارجہ انگلستان نے جو مشرق کو غلام بنا کر رکھنے اور مشرقیوں سے کینہ و عداوت رکھنے کے جذبات میں مشہور و معروف

ہے، اس وفد کو ملاقات کی اجازت نہ دی بلکہ اس کو انگلستان میں پانچ مہینے ٹھہرے رہنے کے بعد ناکام و نامراد اس کے شہروں کی طرف لوٹا دیا۔

اس وفد نے، اخباروں میں اپنے مضامیں شایع کرائے مجلسوں اور محفلوں میں تقریریں کیں، ہر ممکن طریقہ سے اپنا پروپیگنڈا کیا اور اپنی دعوت پھیلانے کی کوشش کی، مگر کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے کہ یہ وفد مشرقی تھا!

وفد نے اپنے دوران قیام میں مدیر مجلہ "قبلۂ مسلم" کے سامنے حسب ذیل بیان دیا:۔

"خدا کا شکر ہے کہ ہم قابل ستایش کام انجام دیتے رہے، اور اپنے اسپینی دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے میں قرآنی تعلیمات اور خلیفہ دوم عمر بن خطاب کے طرز حکمرانی کی پیروی کی، ہم کو پختہ یقین ہے کہ فتح آخر کار ہم ہی کو نصیب ہوگی، جس پر ہماری آزادی اور زندگی کا دارومدار ہے"۔

اسپین ہمارے ساتھ جنگ کر کے شکست فاش کھانے کے بعد سمندری حصار کی طرف متوجہ ہو گیا اور وہاں سے ہماری بستیوں کو توپوں اور بموں کا نشانہ بنا کر اپنی بزدلی اور کم ظرفی کا ثبوت دیا۔ ہمارے قیدیوں کو بری طرح ستایا اور تکلیفیں پہنچائیں، حالانکہ ہم ان کے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرتے رہے، اس کے علاوہ اسپین کے درندہ صفت حرکات اور اس کی وحشیانہ روش نے ہم کو مجبور کر دیا کہ ہم

دونوں جزیروں حسیمہ و بنوں کو جو ہمارے ساحلوں کے سامنے واقع ہیں اپنی توپوں کا نشانہ بنا ڈالیں، اس طرح ہم نے اسپینیوں کے بحری بیڑے کا خاتمہ کر دیا اور ان کو ساحلوں سے دور ہٹ جانے پر مجبور کر دیا،

گو آج ہم جنگ کی وجہ سے درد و اضطراب میں مبتلا ہیں، لیکن ہم اس درد و کرب کو عین درماں سمجھ کر امن و سلامتی اور ہمارے شہروں کی آزادی کی راہ میں گوارا کرنے کے لئے تیار ہیں، ہمارا وفد یورپ آیا ہے اور متمدن دنیا میں اپنی آواز کو پہنچانے اور ہمارے مسئلہ کی تشریح کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ یورپ ہمارے قضیہ کی طرف اپنی توجہ کریگا اور جنگوں کے خوفناک حالات کو جس سے ہم بیزار ہیں، دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ ہمارے شہر اپنی خوشحالی اور اپنے احترام و وقار کی حفاظت ہمیشہ سے کرتے آتے ہیں نیز ہم اپنی پکار کو مشرقی دنیا کے کانوں تک پہنچا کر امید کرتے ہیں کہ وہ اپنے آخری دہشت آفریں حوادث کی وجہ سے ہمیں فراموش نہ کرے گا، کیونکہ ان کی نسبت ہمارے مصائب و حادثات کچھ خطرناک اور اہم نہیں، بالخصوص اس لئے بھی کہ رلیف قوت و عظمت اور ثبات و استقلال میں مشرقی مرکز ہے۔ بہر حال ان دونوں کے ساتھ کسی قسم کی توہین و حقارت کو گوارا نہیں کیا جا سکتا،"

نیز وفد مذکور نے پیرس کے مجلہ "لوائے اسلام" کے نامہ نگار کے روبرو ذیل کا بیان دیا۔

"ہر شخص بخوبی واقف ہے کہ ہمارا اسپین کے ساتھ جنگ کرنے کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ہم ان کو اپنے ملکوں سے ہٹا دیں جن میں وہ قدیم زمانے سے بستے چلے آرہے ہیں، اگر اسپین کو ایک عرصہ دراز تک ہمارے نیزوں کی نرمی، تلواروں کی زنگ آلودگی اور حمیت و غیرت کی دبی ہوئی چنگاریوں کی وجہ سے اب بھی اسی کی تمنا رکھتا ہے تو وہ غلطی پر ہے، کیونکہ اب ریفی جماعت بہت بڑی حد تک بیدار ہوچکی ہے اس کو اپنی غفلت کا کافی احساس ہوچکا ہے۔ وہ اپنے مقدس فریضہ اور راجبی حق کے راستہ میں دنیا کی طاقت کی پروا نہیں کرتی، ہم نے ان تہذیب یافتہ قوموں اور متمدن ملکوں کے کانوں میں اپنی آواز پہنچائی، جن کا زعم تھا کہ انھوں نے حریت، عدل و انصاف اور حق و صداقت کی مدافعت کے لئے جنگ عظیم کے خوفناک شعلوں میں چھلانگیں لگائی ہیں، لیکن ان کے کان ہماری آواز سننے سے بہرے ہوگئے۔"

جنگی اعتبار سے ہم ہر طرح مستعد و تیار ہیں، ایک مضبوط جماعت ہو کر اپنے سردل عزیز زعیم و پیشوا کے ہر اشارہ کی تعمیل کرتے ہیں، ہمارے پاس بندوقیں، بم اور جدید طرز کی توپیں اور بے شمار ساز و سامان موجود ہے، ہمارا لشکر نوجوان ہوشیار اور دانا افسروں کے زیر قیادت ہے، یہ تمام کے تمام ابن عبدالکریم کے احکام و اشارات کی پیروی کرتے ہیں اور خود امیر ہر چیز کو اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے ہیں۔

ہماری عام حالت خدا کا شکر و احسان ہے کہ ہر پہلو سے پسندیدہ

اور خوشگوار ہے، ۱۳۴۰ھ ہمارے لئے برکتوں اور خوبیوں کا سال گزرا ہے کیوں کہ ہم الجزائر کے شہروں سے ہر قسم کی کھانے پینے کی چیز نہایت سستے داموں خریدتے ہیں اس طرح امن جا بجا ہے، سال بھر میں صرف ایک قتل اور چوری کا حادثہ پیش آیا شریعت کے پورے احکام و قوانین اپنی اپنی جگہ نافذ کئے گئے جس کی بنا پر قاتل کو قتل کے بدلہ میں قتل کیا گیا اور چور کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

الحاصل ہم کامل یقین و اذعان کے ساتھ کہتے ہیں کہ اللہ کی قدرت و طاقت کے ذریعہ آخری فتح ہماری ہی ہوگی۔"

(۵)

اہل ریف اور مسلمان

امیر کا پیغام عالم اسلامی کے نام

اسی مذکورہ بالا وفد نے لندن میں الامیر عبد الکریم کی ایک اپیل شائع کی جس کو امیر نے عالم اسلامی کے نام بھیجا تھا۔ جو یہ ہے:۔

"گزشتہ سال اسپینی فوجوں پر ہماری فتحیابی کے بعد ہم نے مختصر جملوں میں اسپین کے ظلم و تعدی اور ہمارے شہروں پر اس کے فوجی آدمیوں کے حملوں کا تمہارے پاس شکوہ کیا تھا، پھر آج ہم دوبارہ تمہیں لکھ رہے ہیں اور تمہارے رحم و کرم کی امداد اور فریاد اس کی آرزو کر رہے ہیں امید کہ ہماری اس آہ و فریاد پر کان دھریں گے اور صدق دل سے ہمدردانہ

ہمارے معاملہ پر غور کریں گے؛

برادران اسلام! جیسا کہ تمھیں معلوم ہے کہ بین الاقوامی معاہدوں اور الجزیرا کانفرنس کی تصریحات کی بنا پر ۱۹۰۹ء میں اسپین اصلاح کا دعوی کرتے ہوئے آپہونچا۔ اس کی فوجوں نے ہمارے ملکوں کو جنگ کی آگ میں جھونک دیا اور ریف پر لیے ہزار لشکر سے پورے ساز و سامان اور تیاری کے ساتھ فوجی دھاوا بول دیا' انھوں نے ریفیوں کی مٹھی بھر جماعت کو فنا کرنے کے لئے تمام استبدادی وسائل اور مہلک مادوں کو استعمال کیا' ان سے اس طرح ان ہلاکت آفریں طریقوں کے ذریعہ تیرہ سال تک جنگ کرتے رہے اس عرصہ کے دوران میں اس فاتح قوم کے فوجی افسروں نے ایسے دردناک مظالم اور انسانیت سوز حرکات کا اظہار کیا! جن کے ذکر سے قلم تھرتھراتا اور جن کے سننے سے انسانوں کے کان بیزاری کا اظہار کرتے ہیں'

انھوں نے ملکوں کو اجاڑ دیا' جاگیریں غصب کرلیں' عورتوں کی حرمت ریزی کی' ان کو زندہ چھوڑا' مردوں کو قتل کیا' دینی شعائر کو منہدم کردیا، اور باشندوں کو گوناگوں تکلیفوں میں مبتلا کیا' جب کبھی ہمارے کسی مظلوم اور ستم رسیدہ نے اسپین کی اونچی عدالتوں میں اپنی فریاد پیش کی تو مذاق و تمسخر سے اس کا خیر مقدم کیا گیا' اسی طرح ریف نے جو عرصۂ دراز تک مذہبی' سیاسی اور اقتصادی حیثیت سے آزادی کی فضا میں سانس لیا کرتا تھا' تیرہ سال تک مظلومی کی زندگی بسر کی' اس کی تمام

چیخ و پکار آہ و فریاد صدا بصحرا ثابت ہوئی، یہاں تک کہ وہ عاجز و درماندہ ہوگیا، یکایک اس کے اندر غیرت و حمیت کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی اس نے اپنے حقوق کو جو ہضم کر لئے گئے تھے، دوبارہ حاصل کرنے کا ارادہ کیا اور یہ امر ثابت ہوگیا کہ موت سے ڈر کر بھاگنا خود موت ہے۔ تلوار میان سے کھینچنے اور ان ظالموں سے مقابلہ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں، چنانچہ ایک وقت ایسا آیا کہ ریف نے اپنی بے سروسامانی کے ساتھ اپنی طوفانی ہمت اور کوہستانی عزم و ارادہ کے ذریعہ وہ شاندار فتح حاصل کی، جس کی آوازیں روئے زمین کے اخباروں اور فضاؤں میں گونجنے لگیں، جس نے اسپین کی کمر ہمت توڑ دی اور اس کی ہوا اکھیڑ دی، اس کو اس کے قدیم حدود کی طرف لوٹا دیا، جو ملیلہ سے چار کیلومیٹر مسافت سے زیادہ دور نہیں، اس نے ہمارے ہاتھوں میں جنگی ذخیرے، بے شمار اسلحہ اور ایسے قیدی چھوڑے، جو اب تک ہمارے قبضہ میں اور ہمارے حکم کے تابع ہیں، اس کے بعد اسپین نے ایک لاکھ پچاس ہزار لشکر تیار کیا، دو چند جنگی طاقتیں بڑھا لیں۔ ہلاکت آفریں مادے بنائے اور دوبارہ ہم سے جنگ کی، لیکن حق و صداقت کا پرچم باطل کی سرزمین پر لہرانے لگا۔ ریف اس عظیم الشان مادی مظاہرہ سے دہشت ناک نہ ہوا بلکہ اس کی قوت و شوکت میں اور اضافہ ہوگیا، اس نے اپنے دست بازو کو مضبوط و محکم کیا اور پورے نشاط و جوش کے ساتھ دوبارہ جنگ کے لئے آمادہ ہوگیا، اور اس ظالم

حکومت کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوگیا لیکن اسپینی فوجیں اس تاریخ سے اب تک ہمارے لشکر کو اپنے حدود سے ہٹانے کی تاب نہ لائیں۔

برادران اسلام! یہ امر بھی تم پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام ہی تمام عالم اسلامی کے مابین ایک محکم رابطہ اور اخوت کا ایک مضبوط رشتہ ہے ایک بھائی پر ناگزیر ہے کہ وہ اپنے دوسرے بھائی پر رحم کھائے، اس کی تنگی و مصیبت کے وقت اس کی امداد کرے اور اس کے حال سے ہمدردی رکھے، خصوصاً اس روشن اور نازک دور میں، جب کہ اس میں خیر خواہ جماعتوں کی تاسیس ہوئی ہے اور باہمی ہمدردی اور غمخواری کے لئے اور ستم رسیدگان کی امداد و فریاد خواہی کے لئے دینی اسلامی بلکہ انسانی تعاون و باہمی شرکت کی تشکیل عمل میں آئی ہے۔

ہم نے اپنی فریاد کو تمھارے کانوں تک پہنچانے کی اس لئے جرأت کی ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نئے ارتقائی مرحلہ پر گامزن ہو تم اچھی طرح واقف ہو کہ عالم اسلامی کا پھلنا پھولنا، اس کے حقوق کے مطالبہ پر کمربستہ ہونا، زندگی کی کشمکش میں ترقی یافتہ اور مہذب قوموں کے ساتھ روابط و تعلقات، اور بین الاقوامی حکومتوں میں اپنے مرکز کی حفاظت یہ تمام امور اسی صورت میں پائے تکمیل تک پہنچ سکتے ہیں کہ تم ہماری دعوت و تحریک کا ساتھ دو اور یورپی ممالک کی طرف ہمارے ساتھ اپنی آواز بھی پہنچاؤ، جن سے ہم نے دوبارہ اپنی اپیل پیش کی۔

ہم تمھارے سامنے اس امر کی بھی تصریح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم

اپنی حکومت خود اختیاری اور اپنے وطنوں کی ایسی آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں، جس کا اقرار وہ حکومتیں کریں جو ایک عالم پر حکمراں ہیں،

عبدالکریم الحاج علی اور محمد بن محمادی ہماری طرف سے سفیر بن کر آئے ہیں، جو تمھارے سامنے ہماری ترجمانی اور نمائندگی کی خدمت انجام دیں گے والسلام"

محمد بن عبدالکریم الخطابی

امیر کا منشور جمعیات ہلال احمر کے نام | جس کی عبارت یہ ہے :-

جمعیات ہلال احمر کے نام

جب نئے تمدن کی یہ شان ہو کہ اس نے رفاہ عام انجمنیں بنائی ہیں، جو کمزوروں کی غمخواری، ناتوانوں کی دست گیری اور بیچارے انسانوں پر پیہم آنے والی مصیبتوں کو کم کرنے کو انسانی فریضہ شمار کرتا ہے، یہی اصول و آداب دین اسلام میں بھی پائے جاتے ہیں، جو دنیا میں اس غرض سے آیا کہ انسانوں کو خوشحال بنائے اور انسانیت کو پنجہ ظلم واستبداد سے رہائی دلائے، اس کے یہی فرائض و اصول ہمارے ملکوں میں بھی عائد ہوتے ہیں، قرآن کریم کی متعدد آیتوں سے مسلمانوں کے درمیان باہمی تعاون و ہمدردی کے فریضہ کا پتہ چلتا ہے۔ نیز اس نے صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ ایمان اور توحید کے بعد رنگ، نسل اور قومیت کا کوئی اثر و اعتبار نہیں، جیسا کہ ارشاد ہے " انما المومنون اخوۃ " یقیناً مسلمان بھائی بھائی ہیں، فرمایا " وجعلناکم شعوباً وقبائل

لتعارفوا" ہم نے تمھارے گروہ اور خاندان اس لئے بنائے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، یعنی تم ایک دوسرے میں تعارف حاصل کرو اور ناموں کے ذریعہ آپس میں تمیز کر سکو لہٰذا اخوت ایمان کا لازمہ ہے جو تمام رشتوں میں قوی اور تمام زنجیروں میں ایک مضبوط کڑی ہے'

اسی بنا پر ہم تمھیں اے برادران اسلام! دین کے نام اور ملت بیضار کے شعائر کا واسطہ دیتے ہیں اور تمھاری نظروں کو درماندہ ریفی قوم کی طرف پھیرتے ہیں جس پر اسپین نے اپنا ناجائز قبضہ جما رکھا ہے جس سے ریف تیرہ سال سے بے سرو سامانی اور تہی دستی کے عالم میں جنگ کر رہا ہے' ریفی نام سے تمھارا ایک دینی بھائی' جو آٹھ کروڑ محمدیوں کے غم سے غمگین اور ان کی خوشی سے خوش ہوتا ہے؛ تم سے رحم کا طالب ہے کہ تم اس کو اپنے جسم کا ایک عضو شمار کرو، اس کے زخموں کی مرہم پٹی کرو اور جنگ کی مصیبتوں میں کمی کرو'

بخدا ہمیں یہ دیکھ کر نہایت افسوس اور رنج ہوتا ہے کہ عیسائی قوموں میں سے جمعیت صلیب احمر بلا تمیز جنس و نسل و قوم اپنی زخمیوں اور ان کے قیدیوں کا انتظام کرتی ہے جو ہمارے ہاتھوں میں گرفتار ہیں' ان کے لئے وافر رقم بھیجتی ہے' اور ان کے لئے اطبار کو روانہ کرتی ہے تاکہ وہ اپنی زخمیوں کا علاج کریں' لیکن ہماری خیرخواہ جماعتوں میں سے کوئی امداد ہم تک نہیں پہنچائی جا رہی ہے۔

یہی وہ آواز ہے جس کو تمھارے کانوں تک پہنچانے کا ہم نے ارادہ کیا ہے۔ تم سے امید ہے کہ تم رحم و شفقت سے معمور دلوں کو ہماری طرف

مائل کردو۔ اللہ تعالیٰ اہل خیر کو اچھا ہی بدلہ عطا کرے گا اور مسلمانوں اور احسان کرنے والوں کو بلند درجات سے نوازے گا والسلام"

محمد بن عبد الکریم الخطابی

دوبارہ امیر نے امداد کا مطالبہ کیا اور مشرقی ممالک کو دعوت دی کہ وہ ایک فریضۂ انسانی کو ادا کرنے پر کمربستہ ہو جائیں اور ان مغاربہ کے زخمیوں کے علاج کے لئے طبی امداد پہنچائیں، جو اپنی آزادی و خود مختاری کی مدافعت میں پیہم کوشش کر رہے ہیں اور یورپ کی عظیم ترین قوت وطاقت سے ایمانی جذبہ سے بھرپور دلوں اور شجاعت و بہادری کے فیضان سے معمور سینوں کے ساتھ مقابلہ و جنگ کر رہے ہیں۔

لیکن یہ تمام چیخ۔ پکار اور نالہ و فریاد، جو عربوں کی طرف سے مغرب اقصیٰ میں گونجتی رہی، اس کا اثر یہ ہوا کہ اس نے سمندروں کا سینہ چاک اور پہاڑوں کا دل پاش پاش تو کیا لیکن عالم انسانی کے ٹھوس کانوں سے نہ ٹکرا سکی اور سنگین دلوں کو نہ تڑپا سکی بلکہ ناکام واپس لوٹی۔

(۶)
مسئلۂ ریف سے عالم اسلامی کی بے اعتنائی کے اسباب

بطل ریف امیر عبدالکریم نے عالم اسلامی اور ممالک مشرق کے نام تعاون، امداد باہمی اور ریف سے دلچسپی لینے کے بارہ میں جو پیغام اور وفود روانہ کئے تھے، ان کی طرف کسی نے توجہ نہ کی، اس کے برخلاف عالم اسلامی نے سرے سے ریف سے علحدگی اختیار کرلی اور اس کی امداد میں کسی قسم کا غور و فکر کرنا اور اس معاملہ میں دخل دینا مناسب نہ سمجھا جس کے حسب ذیل وجوہ ہیں :-

(۱) ہر اسلامی ملک اپنی اپنی فکر میں مصروف اور اپنے اندرونی ملکی معاملات میں مشغول ہے، وہ اسلامی ممالک جو پورے طور سے آزاد و خود مختار ہیں مثلاً ترکی، ایران، حجاز، نجد، یمن اور افغانستان تو یہ ریف کی فریاد رسی سے غافل اور اپنی دھن میں لگے ہوئے ہیں، جن ممالک کو ابھی پورے طور سے آزادی نصیب نہیں ہوئی ہے مثلاً مصر، شام، عراق یا وہ ممالک جو ہنوز مرہون غلامی ہیں مثلاً ہندوستان تو ان میں سے ہر ایک ریف سے قطع نظر کرکے اپنی آزادی حاصل کرنے میں کوشاں ہے۔

(۲) وہ اقتصادی حالات جو جنگ عظیم کی پیدا وار ہیں، جنھوں نے مشرق

و مغرب پر اپنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔

(۳) ترکی، مصر اور بعض عرب ممالک میں عام طور سے یہ عقیدہ پھیلا ہوا ہے کہ اتحادِ عالمِ اسلامی کی سیاست مسلمانوں کے لئے نقصان رساں ہے، اگر اسلامی جامعیت کی تحریک کو عملی جامہ پہنایا جائے تو اُن کی رہی سہی آزادی کی امید باطل اور یورپ سے اپنی مستقبل کی امیدوں اور آرزوؤں کا رشتہ منقطع ہو جائے گا، حالانکہ اگر اسلامی حکومتیں وطنی یا قومی تحریکات کو، جو دینی و مذہبی رنگ سے یکسر خالی ہیں، لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں، تو یورپ کو ان کی مکمل آزادی میں کوئی خطرہ و مضائقہ نہیں ہوتا، لیکن یورپ کو اس کا شعور و احساس ہے کہ اسلامی ممالک ایک دوسرے سے اس قدر مربوط و متعلق ہیں کہ ان کی کڑیوں کو جدا جدا کر دینے ہی میں اپنی مضبوطی و استواری کا راز مضمر ہے۔ اس عقیدہ کو ترکی میں تورانی دعوت کے پھیل جانے کی وجہ سے مزید رواج و پائداری حاصل ہو گئی، جس کے معنی یہ ہیں، کہ ترکوں کو پہلے ترک اور بعد میں مسلمان ہونا چاہیئے، بلکہ تورانی غلو پسند حضرات تو یہاں تک تجاوز کر گئے، کہ ترکوں کے درمیان سے عربی لفظ و اثر کو زائل کرنے کے لئے تمام وسیلوں سے اسلام کے ساتھ جنگ کرنا چاہیئے، بالکل اسی طرح یہ نظریہ مصر میں قبطیوں کی طرفداری اور ان کے حقوق کی رعایت کے مدِنظر حد درجہ رواج پا گیا جس کی وجہ سے بعض قائدین نے مصری وطنیت کا جذبہ پیدا کر دیا اور **جامعۃ اسلامیہ** سے کنارہ کشی اختیار کر لی، ان زعماء و مفکرین کی یہ روش قومی سیاست کے حلقوں میں بہت جلد موثر اور قابلِ ستائش قرار

پا گئی، یہی جذبہ عرب ممالک میں بھی پایا جاتا ہے بالخصوص اُس گروہ کے درمیان جس نے جنگ عظیم کے زمانے میں ترکوں کے ساتھ عہد شکنی کی، نیز وہ گروہ بھی اس عقیدہ کا شکار بن گیا جس نے انگریزوں کے ساتھ حلف و پیمان باندھا اور اس حجت و دلیل کو پیش نظر رکھ کر جنگ میں انگریزوں کی فتح و کامیابی کی تمنا کی، کہ عربوں کے پیش نظر قومیت عربیہ ہے نہ کہ جامعیۃ اسلامیہ یہی جامعیت اُن انگریزوں کی نفرت و بیزاری کا موجب ہے، جو اس گروہ کے نزدیک عربوں کی امیدوں کا ماویٰ و ملجا ہیں، جامعیت کے برخلاف اگر قومیت عربیہ کا جذبہ کارفرما ہو، تو انگریز اسی جذبہ کا خوشی و خرمی اور فراخدلی و خندہ پیشانی کے ساتھ خیر مقدم کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر اس گروہ کا یہ زعم باطل ناکام رہا اور اس کو تسلیم کرنے والوں کی تعداد روز بروز گھٹتی گئی اس کے باوجود وہ انگریزوں کی رعایت خاطر کے مدنظر برابر جامعیت اسلامیہ سے کوسوں دور بھاگ رہے ہیں۔ گذشتہ زمانے میں تو انگریزوں پر اعتماد و وثوق تھا۔ لیکن دور حاضر میں خوف و خطر اور ریاکاری دامنگیر ہے، اس عربی گروہ کو جو جامعیت اسلامیہ کے مخالف ہے۔ ترکوں کے دلوں سے بھی اس تحریک کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے میں ید طولیٰ رہا ہے، کیونکہ تورانیوں نے اس امر سے دلیل و حجت پکڑی کہ اگر عرب ہی کے ذریعہ اسلام پھیلا اور انھوں نے ہی وسیع خطہ ارضی پر اس کو پھیلانے میں اپنی کوششیں صرف کیں، تو اب کیوں کر وہ اسلامی احکام و اصول کو پس پشت ڈال کر اُلٹے طور پر اس کی پیروی کر رہے ہیں، کن لئے انھوں نے اپنا

نصب العین قومی سیاست کو قرار دیا اور انگریزوں کو ترکوں کے خلاف آمادہ کر دیا، اس لحاظ سے ترک جن میں اسلام محض ایک دخیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ بدرجۂ اولیٰ اُن چیزوں کو چھوڑ سکتے ہیں، جنھیں عربوں نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ خلاصۂ مبحث یہ ہے، کہ دورِ حاضر کے انہی ابتدائی و بنیادی نظریات کے رواج کی بدولت رلیف کے ساتھ ہمدردی اور اس کی اعانت سے قطع نظر ممالک اسلامیہ کی فکر و نظر کو سیاست کے پیچیدہ جال میں اُلجھائے رکھا ہے۔

(۴) یہ عقیدہ بھی عام ہو گیا ہے، کہ رلفیوں کی کامیابی ہنگامی ہے، اور یہ کہ آخری فتح اسپین کو ہو گی، کیوں کہ مسلمان خصوصاً ان کے اُن اشخاص میں، جن کو مفکرین کے گروہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ بدشگونی اور بدگمانی پھیل گئی ہے، انھوں نے اسلامی اعتماد کو کھو دیا ہے، وہ اس نظر سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں، کہ یورپ سے مقابلہ کرنا ایسا ہے، جیسا کہ کسی کے سینہ پر سوار ہو کر اس کے گلے پر چھری پھیری جا رہی ہے اور وہ مقابلہ کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہے، ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یورپ مسلمانوں سے لامحالہ اپنی تمام مرادیں اور مقاصد پورا کرے گا، یہ اور اس قسم کے سیاسی عقائد و رجحانات ایسے ہیں، جنھوں نے مسلمانوں کی جڑوں کو کھوکھلا اور ان کی بنیادوں کو کمزور کر دیا، مصطفےٰ کمال اور عبدالکریم جیسے باہمت و پختہ عزم افراد نے ان توہمات اور باطل عقائد و خیالات کی تردید کی، جو دیگر مسلمان مفکروں کے درمیان رواج پا چکے تھے، رلیف سے اسپینیوں

کو شکست فاش اٹھانے کے بعد اُن میں ریف پر دوبارہ حملہ آور ہونے کی تاب و توانائی باقی نہ رہی، اس واقعہ نے مسلمانوں کی امیدوں کو بار آور کردیا اور اُن کے روبرو اس حقیقت کو واضح کردیا کہ اسلامی مدافعت اور مقابلہ کی قوت یورپی غلبہ و تسلط سے کبھی ماند و فنا نہیں ہوتی۔ عبدالکریم کی قطعی فتح ظفر نے عام بدشگونی کو دور کرکے نیک فالی کا منظر پیش کردیا مگر ارباب فکر ہمیشہ سے فرانس سے عبدالکریم کے معاملہ میں خوفزدہ رہے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا یہ تصور ہونا چاہیئے کہ جب کبھی یورپ کا کوئی شخص اس کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو تو وہ اس کو نیچا دکھانے کے لئے ہمیشہ تیار رہے

بیکسی کا عالم امیر عبدالکریم نے ممالک اسلامیہ سے داد خواہی کی درخواست کی، کسی نے آپ کے معاملات سے اعتنا نہ برتا، یورپ کی عدالت کے دروازے کھٹکھٹائے، کسی نے آپ کی آواز پر کان تک نہ دھرا، چنانچہ پیہم جنگوں اور لگاتار مشکلات کی وجہ سے ریفیوں میں مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، جانوں اور مالوں میں نقصان عظیم رونما ہوگیا، بیماریاں اور وبائیں عام ہوگئیں، اس کا ایک اور بڑا سبب ان کا فقر و فاقہ ان کے اراضی کی تنگی، ان کے راستوں کی دشواری، اور تہذیب و تمدن سے ان کے شہروں کی ناآشنائی ہے، اس کے علاوہ دشمن ہر طرح اُن سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ ریف پر چند سال ایسے گذرے ہیں، جن میں وہ شدید ترین مصیبت سے دوچار ہوا اور عجیب درد و اضطراب کے عالم میں کروٹیں بدلتا رہا، ان کی اس مظلومانہ حالت پر

کسی کو ترس نہ آیا، عالم اسلامی میں سے کہیں سے بھی کسی کے دستِ عطائے روٹی کے چند ٹکڑوں ہی سے فاقہ کشوں اور افلاس کے مارے ہوئے اشخاص کی دست گیری نہ کی اور نہ ان کے زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے کوئی طبی امداد کا انتظام کیا، حالانکہ عبدالکریم نے عالم اسلامی کے نام ایک منشور کے ذریعہ اپیل کی تھی، بالخصوص ہندوستان، چین، افغانستان کے نام پیغام بھیجا تھا، مگر ترک، عرب، مصر اور مغرب کی طرف آپ نے قصداً رُخ نہ کیا کیونکہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ ترک اوروں سے بیخبر اپنے کام میں معروف ہے۔ عربوں کی حالت ریف سے بھی ناگفتہ بہ ہے، ایسی صورت میں وہ کیونکر ریف کی طرف توجہ کرسکیں گے، مصریوں کو اپنے مسئلہ مصر سے فرصت نہیں ملتی، چہ جائیکہ وہ اوروں کے معاملہ میں دلچسپی کا اظہار کریں، اسی طرح مغرب میں بسنے والے اسلامی خطے غیروں کے تسلّط کے بارگراں سے دبے ہوئے ہیں، وہ اپنی طرف سے ریف کی ذرّا بھر مدد نہیں کرسکتے۔

پہلی کوشش ممالک اسلامیہ میں امیرالبیان شکیب ارسلان ہی کی ایک ایسی ہستی ہے جنھوں نے سب سے پہلے اخباروں میں ریف کی دادخواہی زخمیوں کے علاج اور ریفی معاملات میں توجہ کرنے کے لئے مضامین لکھے اور دنیائے اسلام کو ریف کے حالات سے روشناس کرایا، ریف کے اُن مظلوم انسانوں، بیواؤں اور یتیم بچوں کی دستگیری اور ان کی امداد کرنے کی درخواست کی، جو جنگ کے شعلوں کی لپٹ سے جھلس کررہ گئے ہیں۔ خاص طور سے اس بارے میں انھوں نے اپیل پر اپیل شائع کی اور بیان

پر بیان دیتے گئے، لیکن اس کا وہی حشر ہوا جو اس سے پہلے امیر عبدالکریم کے پیغام کا ہو چکا تھا، کوئی متنفس خطۂ اسلامی ایسا نظر نہ آیا جس نے کسی پہلو کروٹ بدلی ہو۔

اس کے بعد استاد شیخ فراج منیادی معزز علماء مصر کی جمعیت کے صدر نے، جن کے پاس حکومت ریف کے معتمد کا جو طنجہ میں تھا، خط آنے کے بعد اس موضوع پر قلم اٹھایا اور مصری جرائد و اخبارات میں ریف کی امداد کے لئے ایک اپیل نشر کی، مگر یہ بھی صدا بصحرا ثابت ہوئی، بعد کی خبروں سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں زخمیوں اور بیماروں کے علاج کے لئے ایک طبی وفد بھیجنے کی تحریک ہوئی، مصر میں بھی اسلامی غیرت و حمیت جوش میں آئی، مصر و ہندوستان پر ہی کیا منحصر، اس تحریک نے تمام مسلمانوں کے دلوں میں رقت و رحم کے جذبات پیدا کر دیئے، مصر کے اخبار "الاہرام" مورخہ ۸ر جنوری ۱۹۲۵ء میں محمد سعد الدین جباوی نے ریف کی حالت حاضرہ کے بارے میں ایک مضمون شائع کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"دنیا والوں کے روبرو ریف اس امر کا اعلان کرتا ہے، کہ ریف کا ہر بچہ، جوان اور بوڑھا غرضکہ ہر چھوٹا بڑا مجاہدین کا طبقہ آزادی کامل کا دلدادہ ہے، یہ لوگ ان کے صدر جمہوریہ امیر عبدالکریم سے بلا اجرت طلب کئے بذات خود میدان جنگ میں ملکی خدمات انجام دیا کرتے ہیں، یہ اپنی شجاعت و بہادری، اپنی روحانی قوت، جنگی طریقوں، فطری ذہانت و دانائی میں اپنے زمانے کی بے نظیر ہستیاں ہیں، انھوں نے اپنے ہسپینی دشمنوں سے میدانی

توپیں سینکڑوں کی تعداد میں، چند طیارے اور بے شمار سازو سامان حاصل کیئے، اس طرح ان کے پاس جنگی ذخائر میں سے وافر ضروریات ہیں۔

بعض ریفی فوجوں نے، جو اس جنگ سے پیشتر اسپینی لشکر کی خدمت پر مامور تھیں، اپنی اولاد کو فنی طریقوں سے جنگی آلات و اسلحہ استعمال کرنے کی بڑے پیمانہ پر تعلیم دی تھی، چنانچہ وہ آج جیسا کہ دنیا جانتی ہے بہت بڑے دشمن کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھنے والے ہوگئے ہیں

یہ دنیا میں ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ان کا ارادہ اس جنگ میں محض اپنے شہروں کی آزادی حاصل کرنا ہے، یہ اپنے ہمسایہ منطقوں کا احترام کرنے کے لئے تیار ہیں جب کہ فریق مخالف بھی ان کے حدود کا پاس لحاظ رکھنے پر آمادہ ہو، ریف اس کو بہتر خیال کرتا ہے کہ اپنے معادن کو نکالنے کے لئے اپنے قریب کے ہمسایہ سلطنتوں سے اشتراک کرے، تاکہ دونوں حلیفوں کے درمیان منفعت کا تبادلہ ہوجائے، کیوں کہ کرۂ زمین پر بسنے والی کسی قوم کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ دنیا کے دیگر ملکوں اور قوموں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کرے“

امیر کی تصریحات ڈیلی میل کے نامہ نگار سے

امیر عبدالکریم نے انگریزی اخبار ڈیلی میل کے نامہ نگار مسٹر ورد برپس سے اپنے قیام کی غرض و غایت کے بارے میں طویل گفتگو کی، جس کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

"ہم ایسی قوم ہیں جو صلح کو پسند کرتے ہیں، لیکن ہمیں کسی کی ذلت و تحقیر گوارا نہیں، ہم نے اللہ سے عہد و پیمان باندھا ہے کہ ہم اپنی آزادی کے لئے جہاد کریں گے، جس کو اجنبی غلبہ و اقتدار نے غصب کر رکھا ہے، ہم جنگ کو پسند نہیں کرتے، بلکہ اپنی مکمل آزادی اور اجنبی استبدادی طاقتوں کے سامنے گردن نہ جھکانے کے لئے صلح و آشتی کو پسند کرتے ہیں میں نے دو سال تک دشمن کے ساتھ اس کے ایک قائد جیربو نامی کے واسطہ سے سلسلہ میں بات چیت کی، میں نے اس کو سمجھایا کہ میں حکومت اسپین کو بے شمار اقتصادی اختیارات دینے کے لئے تیار ہوں، جن میں اس کے لئے خیر و برکت وابستہ ہے، جب کہ وہ میرے شہروں کی آزادی اور خود مختاری کا اعتراف کرلے، اس کے بعد میں ایسا سلوک کروں گا جو ایک دوست اپنے دوسرے دوست کے لئے کرتا ہے۔ نہ کہ ایسا معاملہ جو ایک آقا اپنے غلاموں اور خادموں سے کرتا ہے، لیکن حکومت نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اس کے باوجود میں صلح و آشتی کی گفتگو کے لئے ہمیشہ تیار رہا بشرطیکہ ہمارے روادارانہ مطالبہ کو قبول

کردیا جائے، اگر ہمارا دشمن جنگ ہی کا ارادہ رکھتا ہے تو ہم بھی اس کیلئے ہمہ تن مستعد ہیں کہ ہمارے درمیان ہمیشہ تک کے لیے جنگ پر جنگ ہوتی رہے ان کے وحشیانہ غلامی کی قربان گاہ پر جو انسانیت سے کوسوں دور ہے، مظلوم انسانوں کی بھینٹ چڑھائی جائے اور ہمارے قانونی اور جائز مطالبہ کی راہ میں قتل و خون ریزی روا رکھی جائے، یورپ کی حکومتوں پر یہ امر مخفی نہیں کہ ہماری آزادی کامل میں ان کے لئے بہت سے منافع مضمر ہیں، چنانچہ ہمارے ملک جو تانبا، کوئلہ اور لوہے کی کانوں اور خزانوں سے مالا مال ہیں، جن کے دروازے اجنبی حصہ داروں کی امداد کے لئے کھول دیئے جائیں گے، جن کے سرمایہ کی ہمیں سخت ضرورت ہے۔ اس طرح ہمارے لئے یہ ممکن ہے کہ ہم اپنے قدرتی خزانوں سے خود بھی فائدہ اٹھائیں اور غیروں کو بھی فائدہ پہنچائیں "۔

امیر نے اگست ۱۹۲۳ء میں ایک منشور شائع کیا، جس میں اس امر کی تصریح کی کہ :-

اہل ریف اپنے شہروں کی حکمرانی کی اپنے اندر قدرت و استعداد رکھتے ہیں، وہ ترکوں کی طرح یہ ثابت کرنے کو تیار ہیں کہ وہ اپنے مقاصد کو اپنے بازوؤں کی قوت سے حاصل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، جمہوریہ ریف جس نے ۱۹۲۰ء میں اپنی آزادی کا اعلان کیا، اسپینیوں کی دشمن نہیں جبکہ وہ ریفیوں کی خود مختاری اور ان کی آزادی کو تسلیم کرلیں۔

سلامتی کے راستہ میں | امیر نے جس طرح جنگی کوششوں میں اپنی

قوت صرف کی اسی طرح تلوار کو میان میں کر لینے، قتل و خون ریزی کی روک تھام، نو آباد حاکموں کو اپنے حدود سے تجاوز نہ کرنے اور اپنے شہروں کی آزادی کے اقرار کے لئے انتہائی سیاسی جد و جہد کی!

چنانچہ آپ نے رمضان ۱۳۴۲ھ مطابق اپریل ۱۹۲۳ء کو ڈیلی میل کے نامہ نگار مسٹر وردبرلیس کے ذریعہ مسٹر مکڈونلڈ صدر وزارت برطانیہ کے نام ایک خط روانہ کیا، جس کی عبارت یہ ہے:۔

"حکومت ریف نے اس خونریز اور دردناک ہنگامہ میں اپنی قیمتی بیش بہا قربانیاں پیش کیں اور اپنے شہروں کی آزادی کی راہ میں، جس کو اسپین نے اپنے حاکمانہ پنجوں میں دبوچے رکھا ہے اور انسانی حقوق کو غصب کر لیا ہے، آخری دم تک جہاد کیا، میں تمھارے سامنے دردناک انسانیت کا نام اس لئے لکھ رہا ہوں، تاکہ میرے اور ظالم دشمن کے درمیان ایک واسطہ ہو اور یہ ہولناک جنگ ختم ہو جائے جس نے بے دریغ انسانوں کا خون بہائے رکھا ہے، میں امیر ریف ہونے اور اس کا اقرار کرنے کی حیثیت سے تمھارے سامنے اس امر کی تصریح کرتا ہوں کہ میں اپنی طرف سے مندوبین کو جس مقام اور جس وقت میں تم چاہتے ہو بھیجنے کے لئے تیار ہوں تاکہ ریف کی آزادی کا حل اور اس کے حقوق کے تحفظات کی اساس پر صلح کی شروط کے لئے بات چیت کی جائے، اگر اس پر تم رضامند نہ ہوگے تو تلوار ہی میرے اور تمھارے درمیان بہترین منصف اور حاکم ہے، مدد اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے!

جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے"

اس خط کے پہنچنے کے بعد مسٹر لمڈ ونلڈ نے بادی النظر میں اس معاملہ میں تھوڑا بہت اہتمام کیا، لیکن بعد میں کسی نا معلوم اسباب کی بنا پر پھر کوئی توجہ نہیں دی۔

جب امیر نے دیکھا کہ ان کے خط کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا تو اس کی طرف دوسرا خط روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم وزیر سر رمزی لمڈ ونلڈ صدر وزارت انگلشیہ کے نام

سلام مسنون کے بعد

"ہم آپ کی خدمت میں یہ معروضہ پیش کرتے ہیں کہ ہم اس خط کے ساتھ تمھاری خدمت میں اس لئے آئے ہیں کہ تم سے انسانیت کے نام سے یہ مطالبہ کریں کہ حکومت اسپین سے تم گفتگو کرو کہ وہ ہمارے ریفی شہروں سے اپنی فوجیں ہٹائے، اگر وہ ایسا کرنے پر راضی ہوجائے تو انسانوں کی خونریزی کو بند کرنے میں تمھارے لئے اجر و ثواب ہوگا اور اگر وہ اس سے انکار کر بیٹھے تو تلوار ہمارے ہاتھوں میں ہے اور مدد اللہ کے ہاتھ میں، جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے" والسلام

محمد عبد الکریم الخطابی

لیکن صدر وزارت برطانیہ نے ان خطوط پر کوئی توجہ نہ کی، جس کی وجہ سے امیر عبد الکریم کو جنگ کے خاتمہ اور صلح و آشتی کی طرف

رجوع کرنے سے تمام حکومتوں کی طرف سے ناامید و مایوس ہونا پڑا اس کے بعد تمام قوموں کو اس توقع سے خطاب کیا کہ وہ ان کی آزادی کی تائید میں مدد پہنچائیں گی، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حکومت برطانیہ کا بھی وسیلہ ڈھونڈا، چنانچہ طنجہ میں برطانوی عدالت سے بارہا خطاب کیا اور مطالبہ کیا کہ انھیں اپنے قضیہ کو جمعیت اقوام میں پیش کرنے کی اجازت دے، مگر برطانوی عدالت نے اس خوف سے دخل دینے سے انکار کر دیا، کہ مبادا اس کے دوست اسپین کو اس کا کچھ احساس نہ ہو جائے۔ اس طرح امیر عبدالکریم کی تمام سیاسی کوششیں جزو ہوا ہو گئیں۔

تیسرا باب

جنگ ریف اور اُس کے نتائج

(۱)

ریفی لشکر

گذشتہ باب میں ہم نے بیان کیا ہے کہ امیر ابن عبدالکریم دورِ حاضر کے بطل عظیم اور یگانۂ مغرب ہیں، نیز ہم نے واقعات کی روشنی میں آپ کے اُس نظم و نسق کے قابو اور سیاسی تدبر کو ثابت کیا ہے، جس نے آپ کو اس بلند مقام پر پہونچا دیا، آج ہم آپ کی شخصیت پر بحیثیت ایک قائد و بہادر کے اور بحیثیت ایک جنگجو کے بحث کریں گے، تاکہ پڑھنے والوں کے سامنے آپ کی بہادری کی تصویر اپنے تمام مظاہر کے ساتھ اُجاگر ہو جائے، آپ کی اس تنظیمی برتری و قوت اور معجزنما دماغی صلاحیت کا اندازہ ہو سکے، جس نے ریفی قوم میں زندگی کی روح پھونکی، اپنے ہم وطنوں کے دلوں میں وطنیت و غیرت کے خوابیدہ جذبات کو بیدار کیا اور ان کو آزادی و استقلال کی شاہراہ پر لا کر کھڑا کر دیا، آپ نے بے سروسامانی کے عالم میں سرمایہ عظمت و اقتدار حاصل کیا، اپنی قوم کے ناتواں اجزار کو ترکیب دے کر قوت و طاقت کا خزانہ فراہم کر لیا اور ایک ایسے منظم جنگی لشکر کو پیدا کیا جس نے اپنے سے کئی گنا بڑھے ہوئے دشمن کے لشکر کو کچل دیا، جو عربوں کی بہادری کی تاریخ میں نہایت تعجب و حیرت کے ساتھ یاد کیا جائے گا،

سنہ ۱۹۰۴ء کا معاہدہ اور اس کے بعد کے حادثات بلاد مغرب کے مقدر کو دھندلا کرنے والے تھے، انھوں نے ان کی آزادی اور استقلال کا خاتمہ

کر دیا تھا، اور مغرب کے باشندوں سے ان کی زندگی کا حق چھین لیا تھا۔
جب یہ سنسنی خیز خبریں پھیل گئیں، تو مغرب میں ایک عام بے چینی کی لہر دوڑ گئی، فکر و ذہن کے گوشوں میں بغاوت و نفرت کی بجلیاں کوندنے لگیں، اسی وقت سے فتنوں کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں اور تعصب و عناد کی آگ روشن ہو گئی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، انجام کار غیر نتیجہ خیز جنگیں ہوئیں، کیونکہ یہ جنگیں نہ تو تنظیم و ہم آہنگی کے ساتھ لڑی گئیں تھیں اور نہ ان میں یکسانیت تھی اہل مغرب موقع کے منتظر تھے، جس میں کوئی بہادر اور بطل و قائد نمودار ہوا اور ان کی منتشر طاقتوں اور پراگندہ توانائیوں کو یکجا کر کے ان کے اندر اتحاد کی روح پھونک دے اور ان کو اس قیامت خیز مصیبت سے نجات دلائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ابن عبدالکریم کو بھیجا۔ اس بطل نے ریف کی غلامی کی زنجیروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس کو استبدادی شکنجہ سے رہائی دلائی۔

مونٹسکو کہتا ہے:

" سونے اور چاندی کے خزانے ختم ہو جاتے ہیں لیکن فضل و شرف اور قوت و استقلال کے سرچشمے ہمیشہ جاری رہنے والے ہیں۔"

امیر نے اپنے وطن کی مدافعت و حفاظت کا ذمہ لیا اور بلاد مغرب کو محکومی کے شکنجوں سے رہائی دلانے کے لئے کمر بستہ ہو گئے؛ آپ نے دیکھا کہ آپ کا دشمن جنگی ہتھیار اور ساز و سامان سے مسلح اور آراستہ ہے، آپ کی قوم کے پاس کوئی مادی ذخیرہ نہیں ہے مگر وہ فضل و کمال،

استقلال اور ایمانی قوت و عزیمت سے مسلح ہے، یہی وہ سرمایہ تھا، جو آپ کو اپنا گراں قدر کارنامہ انجام دینے کے لئے موید ہوا، چنانچہ آپ اور آپ کے چند مخلص ساتھی دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کرنے اور مشکلات کو آسان بنانے کے لئے لگاتار کام کرنے لگے، سرکش قبائل اور باغی جماعتوں کی زمام قیادت اپنے ہاتھ میں لی، ریفی قوم آپ کے تابع فرمان ہو گئی، آپ نے اس کے ذریعہ ایک ایسے لشکر کی تنظیم کی، جس نے یورپ کی عظیم ترین سلطنت اور اس کے دبدبہ پر غلبہ پالیا، اس کے جنگی بیڑوں اور ہوائی جہازوں پر قبضہ کرلیا، یورپ کی وہ قوت و عظمت، جس کو اپنے چاندی اور سونے کے ڈھیر پر فخر و ناز تھا، ایمانی قوت و عظمت اور وطن و آزادی کے جذبات کے مقابلہ میں شکست کھا گئی۔

یہی وہ مقام ہے، جہاں امیر ابن عبدالکریم کی بہادری اور آپ کی کمال شخصیت کے مظاہر جلوہ گر نظر آتے ہیں، کیونکہ یہ کسی طرح ناممکن تھا کہ وہ مختلف پراگندہ طاقتیں ایک شخص کے اشارہ پر جمع ہو جائیں جو اب تک کسی کے روبرو اپنا سر تسلیم خم کرسکی تھیں، اس ایک ہستی نے ایسی سرکش اور غیور قوم کو متحد کرکے ایک ایسے لشکر میں منظم کردیا، جو اس کے پیچھے پیچھے جنگی میدانوں میں اور دشوار گزار گھاٹیوں میں چلنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ یہ شرف اور یہ قیادت کا امتیاز صرف ایک بطل اور ایک بہادر ہی کو میسر ہو سکتا ہے،

کیا بہادری اور کمال شخصیت ہی ایک ایسی جادو طراز قوت نہیں جو

قلب و دماغ پر حکومت کرتی اور نفس انسانی میں اپنا اثر کرتی ہے اور حیرت انگیز کارنامے دنیا کے روبرو پیش کرتی ہے؟ بہادر لوگ اپنے عظیم الشان کارناموں کی تاریخ عالم میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، وہ ایسی دشوار گذار مزلول اور ہمت شکن گھاٹیوں سے گذرتے ہیں جو اوروں کے وہم و گمان سے بھی کوسوں دور ہیں؟

(۲)
عام فوجی تنظیم

وطنی جماعت نے فوجی مسئلہ پر خصوصی توجہ کی، اور اس مسئلہ کو ان تمام امور پر مقدم رکھا جن کی چارہ جوئی ناگزیر ہے اس کو یعنی قوم کے لئے یورپ کی طاقتور سلطنت کے مقابلہ کا اہم ترین مظہر قرار دیا، چنانچہ عام فوجی تنظیم کی قرارداد پیش کی گئی اس طرح کہ ریف میں ہر شخص بغیر اجرت کے اپنے شہروں کی مدافعت کا ذمہ دار ہے اس انجمن نے امیر ابن عبد الکریم کو کوئی ملائم طریقہ اختیار کرنے کے لئے پوری آزادی دیدی اور آپ کے ہاتھوں میں لشکر کی زمام قیادت سپرد کردی، اور آپ کو جنگی نقل و حرکت اور اس کے علاوہ دوسرے مسائل میں بھی پوری پوری آزادی عطا کردی،

سب سے پہلا کام امیر نے یہ کیا کہ فوجی افسروں کے لئے مختلف نظام مقرر کئے، اس بات کی تصریح کردی کہ قائدین یا رؤسا قبائل اپنے سے کم رتبہ افسروں یا عہدیداروں کی قیادت کے ذمہ دار ہیں، کم مرتبہ افسروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو لشکر کے افراد شمار کریں اور ان کو ہمیشہ جنگی نقل وحرکت

کے لئے تیار رکھیں، اس طرح تمام قوتیں ایک مرکز پر جمع ہوگئیں اور پوری استعداد کے ساتھ میدان جنگ میں باری باری سے چلنے کے لئے آمادہ، امیر نے جنگی حالت کے مطابق ہر فوج کا ایک دور مقرر کر دیا اس کے علاوہ فوجی نظام کے اعتبار سے یہ دستور تھا کہ ہر فوج میدان جنگ میں دو ہفتہ تک لڑتی، اس کے بعد اپنے زراعتی کاموں کی طرف لوٹ جاتی اور اس کی جگہ دوسری فوج آجاتی، اس طرح ہر ریفی ایک سپاہی ہوتا ہے، جس میں جنگ کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں، ہمیشہ جنگ کے لئے تیار رہتا ہے اور مطالبہ کے وقت حملہ کرنے کے لئے آمادہ، اس کے ساتھ ایک خاص بندوق رہتی ہے اس کے ساتھ اس کا ساز وسامان بھی رہتا ہے، بچے اور بوڑھے جنگجو افراد کی اس طرح امداد کرتے ہیں، کہ وہ شہروں کے اندر اور سرحدوں پر پاسبانی اور حفاظت کے فرائض انجام دیتے ہیں بسا اوقات مغربی عورتیں جنگ میں مردوں کے دوش بدوش شریک ہوتی ہیں اور عورتوں کی قدیم زمانے کی رسم کے مطابق مردوں کو جنگ پر ابھارتی اور ان کے اندر بہادری اور شجاعت کے جذبات کو بیدار کرتی رہتی ہیں۔

ریف کے وہ فوجی افسر فوج کی قیادت کرتے ہیں، جن میں سے اکثر وبیشتر اسپین کے عسکری مدارس میں درس حاصل کر چکے ہیں، اور دوسرے لوگوں کو انھوں نے جنگی تعلیم دی ؛

لشکر کی تنظیم کے بعد ہی امیر نے ایک فرمان صادر کیا، جس میں

ہر اس شخص کو دھمکی دی، جو آپ کے حکم کی نافرمانی کرے اور فوج سے بھاگ جائے، تو اس کو اپنی رعایا کے حقوق اور اس کی جاگیروں سے محروم کر دیا جائے گا، نیز آپ نے ان تمام ریفیوں کو جو دوسرے منطقوں میں بستے تھے، اپنے گھروں کو لوٹ جانے کا حکم دیا، امیر کی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے وہ جوق در جوق اسپینی دشمنوں کے لئے جو ان کے وطن اور ان کی قوم کے دشمن تھے اپنے گھروں کی طرف آنے لگے، یہ ان قبائل اور جماعتوں کے سوا تھے، جو امیر کی قوت میں پہلے ہی سے شامل ہو چکے تھے، اس طرح لشکر کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تک پہنچ گئی جو پورے ساز و سامان سے آراستہ تھی، اس کے پاس جدید توپیں، ہوائی جہاز، اسلحہ اور ذخیرے تھے، جن میں سے بعض کو ریفیوں نے خریدا تھا اور بعض کو اسپین سے غنیمت میں حاصل کیا تھا۔

جمہوریۂ ریف کے لئے ایک تجارتی مسلح جہاز تھا، جس پر مغربی جھنڈا لہرا رہا تھا، اس نے موجودہ جنگ میں نہایت اہم خدمت انجام دی، بعض جزیروں پر کاری ضرب لگائی اور ساحلی خطہ کی، جو حکومت ریفیہ کی بندرگاہ ہے، حفاظت کی۔

ریفی فوج کے اعلیٰ قائد کے پاس بعض ایسے محکم علامات تھے جن کے ذریعہ سے اسپینی لشکر کی نقل و حرکت اور اس کی تیاریوں کے راز معلوم کر لئے جاتے تھے اور اسپین کی اندرونی حالات کا بخوبی علم ہو جایا کرتا تھا۔

واقعات و حوادث نے ثابت کر دکھایا کہ امیر عبدالکریم میں عام فوج کے قائد ہونے کی صلاحیت بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی، آپ حد درجہ

دور اندیش اور خود آگاہ تھے، آپ کی مورچہ بندی کا پتہ جنگ ہی کے وقت ہوسکتا تھا، آپ نے طنجہ میں یورپی اخباروں کے نامہ نگاروں کے قول کے مطابق ایسے جنگی مورچے مقرر رکھے تھے، جو یورپی مورچوں کے مشابہ تھے، بسا اوقات آپ اسپینی مورچوں کے ساتھ مقابلہ کرتے پر بھی ان کے ساتھ پیش قدمی کرتے اور کبھی پیچھے لوٹ جاتے، کیونکہ آپ کا یہ خیال تھا کہ جنگ جس قدر بھی طول کھینچے اس میں خود ان ہی کا فائدہ ہے، اس کی وجہ سے اسپینی دیر وزود پریشان و سرگردان ہو جائیں گے، کثیر اخراجات صرف کرنے، اپنے لشکر کو جنگی میدانوں میں بھیجنے اور اپنے ابناء وطن کو قربان گاہ ریف پر بھینٹ چڑھانے سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خواہش کریں گے اور بلاد مغرب کی خودمختاری و آزادی کا اعتراف کرلیں گے اس جنگی روش اور مورچہ بندی نے نہایت خوشگوار ثمرات پیدا کئے کہ اس نے مراکش کے مشکل مسئلہ کو ان مشکلات کی صف اول میں جگہ دی، جن کی طرف اسپینی سیاست نے اپنی توجہ مصروف کر رکھی تھی، ٹائمس کا نامہ نگار طنجہ میں اس مورچہ بندی کو سراہتے ہوئے کہتا ہے:-

"اس مورچہ بندی نے جنگ کے اوقات مقرر کرنے، جنگی مرکزوں کے انتخاب اور جنگ شروع کرنے کی نوعیت اختیار کرنے میں ریفیوں کی دور اندیشی، ان کی حکمت و دانش اور ان کی جنگی مہارت کے راز کو آشکارا کر دیا ہے"

امیر ریف اکثر اوقات ہر سال کے شروع میں ربیع الاول کے

آغاز میں اسپین پر حملہ کیا کرتے تھے، اس متیقات کو اختیار کرنے میں جنگی اسباب کے علاوہ دیگر تاریخی اسباب تھے، جن کو اپنے اسپینی دشمنوں اور اپنی قوم کے افراد کے نفوس میں گہرا دخل تھا، ۸۹۷ھ سے اسی مہینہ میں اہل اسپین ملک کے طول و عرض میں جشن مناتے، عیش ونشاط کی محفلیں منعقد کرتے اور جلوس نکالا کرتے تھے اور ان کی عورتیں ان کے لئے ایک خاص قسم کی روٹی پکایا کرتی تھیں[1] یہ اہتمامات اسپین کی عربوں پر فتحیابی اور اُن کے اندلس سے نکالے جانے کی تاریخی یادگار کے سلسلہ میں انجام دیئے جاتے تھے، ایسے وقت میں مغاربہ جو اندلس کے مہاجرین کی نسل میں سے ہیں، ماتمی مجلسیں قائم کرتے، جہاں اپنی گئی ہوئی سلطنت اور پامال شدہ عزو وقار پر نوحہ خوانی کرتے اور گرم گرم آنسو بہایا کرتے تھے۔ امیر نے اس تاریخ کا انتخاب اس لئے کیا کہ اہل اسپین کے جشن کے رنگ

---

[1] استاد احمد زکی پاشا نے بیان کیا ہے کہ اسپین کی عورتیں اپنے ملک میں ہر سال ایک مقررہ دن میں اپنے ہاتھوں سے ایک خاص قسم کی روٹی پکایا کرتی تھیں جس کو عرب کی عورتوں نے اپنے شوہروں کے لئے اس منحوس دن پکانا شروع کیا تھا جبکہ ۲ ربیع الاول ۸۹۷ھ کو غرناطہ عربوں کے ہاتھ سے نکل گیا، اس کے بعد اس المناک خبر سے ساری فضائیں گونج اٹھیں تو ان عورتوں کو مجبوراً اپنے ملک سے ہجرت کرنی پڑی انھوں نے اس آٹے کو برتنوں میں ویسے ہی چھوڑ دیا، یہاں اسپینی عورتیں آئیں اور اسی آٹے کو گوندھ کر روٹی پکائی اور اپنے اسپینی شوہروں کے لئے ایک نفیس کھانے کے طور پر پیش کیا۔

میں کھنگ پڑ جائے، ان کی فوجوں پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ ان کی خاص روغنی روٹیاں ان کے لئے خنظل و زقوم ثابت ہوئیں، اس طرح آپ نے اپنے حسنِ انتخاب سے باشندگانِ مغرب کی سوزناک آہوں کو فرحت بخش نعروں میں اور غمگین آنسوؤں کو طرب ناک اور مسرت آگیں آنسوؤں میں تبدیل کر دیا۔

امیر کی طرف سے غلط فہمیوں کا ازالہ

یورپ کے اخباروں نے یہ غلط افواہیں مشہور کیں کہ امیر عبدالکریم اپنی اس انقلابی تحریک میں یورپ کے بعض بالدار گھرانوں سے امداد طلب کرتے تھے، نیز یہ کہ ریفی لشکر میں انگریز اور جرمن وغیرہ فوجی افسر تھے، یہ وہی فوجی عہدہ دار تھے جو ریفیوں کو جنگی تعلیم دیا کرتے اور فنونِ حرب سے روشناس کیا کرتے تھے اور جنگوں اور میدانوں میں ان کی قیادت کے فرائض انجام دیا کرتے تھے، یہ اور اس قسم کی بیشتر غلط خبریں پھیلائی گئیں جن کو عام کرنے میں یورپ والوں کو خاص مہارت حاصل ہے، ان غلط افواہوں کی نشر و اشاعت سے محض یہ مقصد تھا کہ مشرق کے کرشمہ ساز کارناموں اور اُن خرقِ عادات واقعات کے وقار و شرف کو دنیا کی نگاہوں میں گھٹا دیا جائے، جو مغاربہ اور مسلمانوں سے صادر ہوا کرتے ہیں، ان خبروں کو سنتے ہی امیر ریف نے طنجہ کے نامہ نگار

ٹائمس کے نام مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو ذیل کا پیغام روانہ کیا، جسمیں ان غلط بیانات اور بے بنیاد افواہوں کی تردید کی :۔

"بعض انگریزی اور فرانسیسی اخبارات نے یہ خبریں مشہور کر رکھی ہیں، کہ حکومت ریف اور بعض یورپی سلطنتوں کے مابین کچھ گہرے تعلقات و روابط ہیں، نیز یہ کہ حکومت انگلستان نے حکومت ریف کو علاوہ ٹیلیفون کے سازوسامان اور تمام جنگی ضروریات کے، جنھیں اس کی طرف یورپ نے بھیجا ہے، تین ہزار پونڈ سے مدد کی ہے، نیز ان جرائد نے اپنے اس قول میں حد سے تجاوز اختیار کرلیا ہے کہ ریفی لشکر میں اجنبی فوجی افسروں کی کچھ تعداد ہے، جو اس کو جنگی تعلیم دیتے اور اس کی قیادت کرتے ہیں، لہذا حکومت ریف ببانگ دہل نہایت شدت کے ساتھ ان تمام افواہوں کو غلط قرار دیتی ہے اور اس کے لئے ذیل کی سرکاری توضیح نشر کرتی ہے :۔

"اب تک حکومت ریف نے کسی اجنبی حکومت کے ساتھ تعلق نہیں پیدا کیا ہے۔ اور نہ بیرون ملک سے کوئی مالی امداد چاہی ہے، باقی رہا ٹیلیفون کا سازوسامان جو حکومت کے پاس ہے، وہ اس کی فوجوں کو ان تمام جنگی ذخیروں کے ساتھ ساتھ آیا جب کہ انھوں نے اسپین کے جنگی مرکزوں میں اتر کر وہاں کا مال غنیمت حاصل کیا تھا۔ ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ ہم اپنے ذاتی معیاری تجربات پر بھروسہ کرتے ہوئے دستی بم بنا رہے ہیں۔"

نیز ان خبروں میں بھی صحت کا ذرا بھی شائبہ نہیں جو یورپی اخباروں نے عام کر رکھی ہیں، کہ اجنبی فوجی افسر ہماری فوجوں کو فنون حرب سکھاتے اور ان کی قیادت کرتے ہیں، ہمارے تمام تر فوجی افسر ریفیوں ہی میں سے ہیں وہی ہماری فوجوں کو ترتیب دیتے ہیں، یہ فوجی تربیت انھوں نے مختلف جنگوں اور معرکہ آرائیوں میں شریک ہوکر بہت سے تجربات کے بعد حاصل کی ہے، ہمارے پاس جو اجنبی ہیں وہ محض اسپینی قیدی ہیں۔ جن کے ساتھ ریفی حکومت حسن سلوک سے پیش آتی ہے اور ان کا دل سے احترام کرتی ہے

لہٰذا ہم یورپی صحافت سے توقع رکھتے ہیں، کہ وہ اپنے سابقہ بیانات کی تردید کرے، یہ امر بھی ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ حکومت ریف ان جھوٹے دعوں کی نہایت سختی کے ساتھ تردید کرے گی"

محمد بن عبدالکریم خطابی

(۳)

رزم آرائیاں

ہم یہاں طوالت کے خوف سے صرف ان بڑی جنگوں کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کریں گے، جنھوں نے تاریخ میں گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔

سنہ ۱۹۲۱ء امیر ابن عبدالکریم ابتدا میں اسپین کے ساتھ غیر منظم جنگیں کرتے رہے، رفتہ رفتہ آپ نے جماعتی تنظیم کی اور اپنی فوجوں کو اپنے ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا، انھوں نے قابل ذکر کارنامے انجام دیئے۔

جب وطنی حکومت کا ریف میں اعلان کیا گیا، تو بطل ریف نے اسپینی لشکر کے مقابلہ کیلئے سب سے پہلے جن ضروری اسباب کو فراہم کرنے کی فکر کی وہ اپنے مرکزوں کی درستگی و پختگی تھی، تاکہ پورے طور سے لشکر تیار ہو جائے اور اس کا نظم و نسق سنور جائے، چنانچہ آپ نے فوجوں کو وسیع کرنے اور ان کو جنگی جدید آلات و اسلحہ سے آراستہ کرنے کی کوشش کی، ان فوجوں نے خوش اسلوبی کے ساتھ معرکے سر کئے اور دشمن کو بھاری نقصانات پہونچائے۔

جولائی سنہ ۱۹۲۱ء میں ملیلہ کے قرب و جوار میں دونوں فریقوں کے درمیان باقاعدہ منظم جنگ شروع ہو گئی، اسپینی لشکر تین لاکھ سے کم نہ تھا، اس کے پاس بھاری توپیں تھیں، وہ جدید ساز و سامان سے مسلح اور بے شمار ہوائی جہازوں کے ساتھ میدان جنگ میں کود پڑا، ریفی فوج اپنی تشکیل کی ابتدا اور تجاوز کرنے کے بعد تو دس ہزار سے زیادہ نہ تھی، ۱۷ جولائی کو الزال۔ عریت کے اطراف جنگ شروع ہو گئی، جو تین دن تک جاری رہی، اس میں دونوں فریق آپس میں گتھ گئے، ریفیوں نے اسپین کے ۲۵ ہزار اشخاص کو قتل و قید کر دیا، ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، جنرل سلفستر وغیرہ دیگر بڑے بڑے فوجی افسر مارے گئے، جنرل نافاورو اپنے جنگی ارکان اور آٹھ ہزار فوجی اشخاص کے ساتھ ریفیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا، انھوں نے اسپینیوں سے تین سو کلدار توپیں، پچھتر ہزار بندوقیں اور بے شمار ساز و سامان اور ذخیرے مال غنیمت کے طور پر حاصل کئے

الوال۔ عریت کی یہ جنگ اسپین کے حق میں ایک فیصلہ کن ضرب ثابت ہوئی اور یہ ان تمام معرکوں میں سب سے زیادہ مشہور جنگ تھی، جس کی صدائیں وہاں کے اطراف و اکناف ملکوں میں گونجتی رہیں،

شکست کی یہ سنسنی خیز خبر کے پہنچتے ہی اسپین میں عام بے چینی اور اضطراب کے آثار پیدا ہوگئے، شاہ اسپین فونس سیزدہم کو کئی راتیں نیند نہ آئی، عسکری پارٹی نے حکومت سے مطالبہ کرنا شروع کیا، کہ ان سیاسی اسباب کی تحقیق و تفتیش کی جائے، جو اس حادثۂ عظمیٰ کے پیش آنے کا موجب ہوئے اس پارٹی نے حکومت کے ذمہ دار ارکان کو جنرل برالنغر مراکش کے قائد عام کے مطالبات کو قبول نہ کرنے کا الزام دینا شروع کیا جب کہ حکومت نے اس کو بالکلیہ ذمّہ دار ٹھہرایا اور اس کو عدالت کے حوالے کر دیا، اس معاملہ میں پارلیمنٹ میں جنرل اجلیرا صدر محکمۂ عسکری و بحری اور سنیور سانشہ جیرا سابق وزیر کے درمیان نوک جھونک ہوگئی۔ پھر ایک اور نزاع جنرل اجلیرا اور سنیور سانشہ وہ لو کا صدر مجلس شوریٰ کے مابین واقع ہوئی جو بالآخر ہاتھا پائی کی نوبت تک پہنچ گئی۔

ایک وزارت کے سقوط اور دوسری وزارت کے قیام کے بعد اسپین نے انتقام لینے کا پختہ عزم کرلیا، دولا سرفا محکمۂ جنگ کے ناظر جدید نے قسم کھائی کہ وہ ریفی بغاوت کی جڑوں کو اکھیڑ کر رکھدے گا، اس مقصد کی تکمیل کے لئے دو لاکھ کا لشکر تیار کیا۔

سنہ ۱۹۲۱ء | عریت۔ الوال کے زوال اور میدان جنگ میں جنرل سلفستر کے

قتل کے بعد جنرل براکنجر قائد عام نے ریف کے مشرقی منطقہ کی طرف تیزی کے ساتھ پیشقدمی کی، تاکہ ملیلہ کے اطراف میں گھری ہوئی فوجوں کو رہائی دلائے اور بہت بڑے حملہ کی تیاری کرے، اس مقصد کے لئے اس نے ۱۹۲۱ء کے گرما اور برسات کے مہینے گذارے ۱۹۲۲ء کے اوائل میں وہ اپنا نیا حملہ شروع کرنے ہی والا تھا، کہ اس کی معزولی کی خبر آپہنچی، چنانچہ اس نے قیادت کی زمام جنرل برالنغویر کے سپرد کردی، جس نے مجریط میں یہ اعلان کرنا شروع کیا تھا، کہ وہ ریف میں امن عام کردے گا، جس میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پئیں گے۔

نئے قائد نے بلاد مغرب میں پہنچتے ہی بغاوت کے آثار کو فرد کرنے اور جنگ ریف کے لئے مورچوں کی تیاری شروع کردی، ۱۹۲۲ء کے اوائل میں اسپینی لشکر نے دو لاکھ کی تعداد اور بے شمار اسلحہ و سازوسامان کے ساتھ حملہ کرنے کے لئے پیش قدمی کی، ریفیوں کا تمام منظم لشکر اٹھارہ یا انیس ہزار سے زیادہ نہ تھا، دونوں فریقوں کے درمیان ملیلہ کوبا، حسیمہ کے طویل محاذ پر گھمسان کا رن پڑا، جنگ دونوں کے درمیان اپنا اثر دکھاتی رہی، کبھی اسپین کے لئے خوش آیند توقعات کا منظر پیش کرتی اور کبھی ریف کے لئے، لیکن اسپینی اپنے مقتولوں کی نعشوں کے سوائے بالشت زمین بھی نہ لے سکے، سرزمین ریف اسپینی فوجوں کے خون سے رنگین و لالہ زار ہوگئی،

وسط فروری میں ریفیوں نے دشمن پر جم کر حملہ کیا، اس کو اُلٹے پاؤں لوٹا دیا، دشمن بے دھڑک پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگا اُس کو بہت بھاری نقصانات

ریف
مغرب اقصی
جبل الطارق
اسپین
بحر ابیض
سبتہ
طنجہ
تطوان
العرائش
قصر الکبیر
شثوان
الحسیمہ
ملیلا
ریف
وہران
مستغانم
تلمسان
نہر ورغہ
سلا
الرباط
فاس
مکناس
تازہ
مغرب اقصی
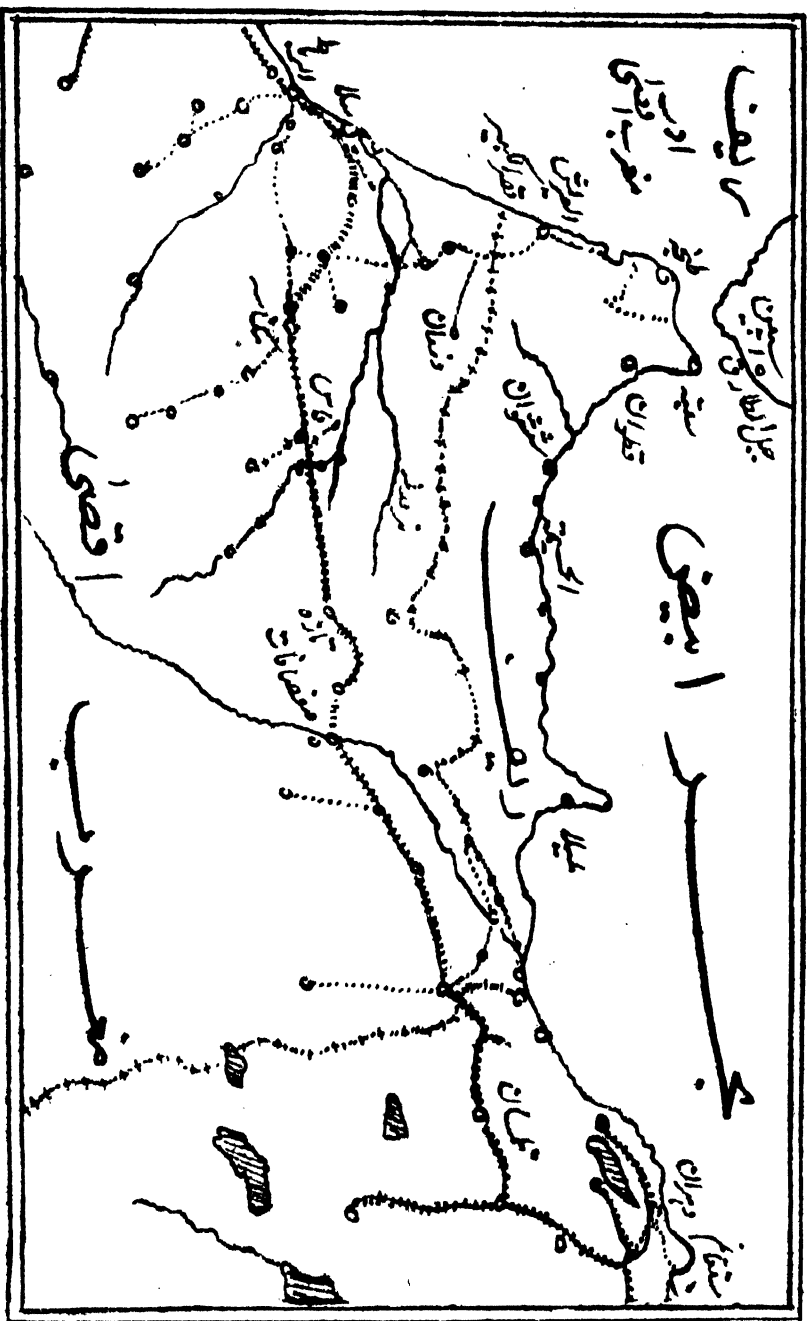
اٹھانے پڑے، اپنے تمام ذخیرے اور ساز و سامان کو چھوڑ کر اس نے ملیلہ کے قلعوں میں جا کر پناہ لی۔

جب حکومت اسپین نے اپنا دردناک انجام دیکھا تو ایک جنگی کمیٹی منعقد کی اور یہ قرار داد پیش کی کہ جنگ موقوف کر دی جائے اور ریفیوں کے ساتھ صلح جویانہ طریقہ اختیار کیا جائے، چنانچہ اس کے بعد ہی صدر ناظران نے اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ مالقہ کی طرف سفر کیا اور جنرل برالنغویر منطقۂ ریف کے قائد عام کو حکومت کی قرار داد سنائی، مگر جنرل مذکور نے اس پر سخت اعتراض کیا اور جون تک جنگ جاری رکھنے پر اصرار کیا۔

جنگ حسیمہ جنرل برالنغویر نے اپنا نیا حملہ مارچ میں شروع کر دیا حسیمہ میں پچاس ہزار جنگجو لشکر اتار دیا اور ملیلہ کے آس پاس بھی ایک لشکر جرار دے کر روانہ کیا تاکہ جبل بنی عروس کا احاطہ کر لیا جائے اور اجدیر میں عبدالکریم کو گرفتار کر لیا جائے۔

۱۰ مارچ کی رات میں جنگ شروع ہوئی، ابتدا میں تو اسپینی فوج نے نہایت احتیاط اور دور اندیشی سے کام لیا اور پہلے مورچہ میں ریفیوں کے مقامات پر غلبہ پانے میں کامیابی حاصل کر لی، ریفیوں نے اپنے قریب کے مورچوں میں فوج کو گھیر لیا، اور اس سے سخت جنگ کی، آخرکار اُس کے ہزاروں آدمیوں کو ہلاک اور زخمی کر کے اور بیحد نقصانات پہنچانے کے بعد اس کو ان حدود سے ہٹا دیا جن میں وہ اُتر چکا تھا

۲۵ مارچ کو ریفیوں نے طول محاذ پر عام حملہ کر دیا، حسیمہ کے

آس پاس لڑائی نہایت تیز ہوگئی، جس میں پہلی مرتبہ ریفیوں نے توپیں استعمال کیں اور اسپینی لشکر کو تتر بتر کر دیا، تمام قلعوں کو ویران کر دیا، یہ جنگ کامل ایک ہفتہ تک جاری رہی، آخر کار ریفیوں کو فتح و ظفر نصیب ہوئی، جنرل ہوالغویہ کے سینہ پر دو خطرناک چوٹیں آئیں، اس کے لشکر کے پانچ ہزار آدمی مارے گئے اور ریفیوں نے ان کے تین ہزار اشخاص کو قید کر لیا اور بے حساب مال غنیمت دستیاب ہوا۔

اس دردناک حادثہ کے بعد ہی فوراً جنرل مذکور مجریط کی طرف روانہ ہوگیا، اس کے جنگی کارکنوں نے یہ تصفیہ کیا کہ اجدر میں مسلسل جنگی حملوں اور نقل و حرکت کو موقوف کر دیا جائے اس کے بجائے ملیلہ کے اطراف اپنی قوتیں مرکوز کر دیجائیں تاکہ وہاں کے منطقہ کو وسیع کر دیا جائے۔

لیکن ریفیوں نے اپنے حملوں کو لگاتار جاری رکھا، اسپینیوں کے اکثر و بیشتر مقامات کو تباہ و برباد کر دیا، ان کے جنگی بیڑوں کو غرق اور بعض کو بیکار کر دیا، اس حملہ میں ریفی کشتیوں نے بھی حصہ لیا، بعض جزیروں کا رخ کیا جو خشکی کے سامنے تھے، ان کو بُری طرح اپنے بموں کا نشانہ بنایا، اس واقعہ نے اسپین میں نہایت بڑا اثر کیا۔ یہاں کے لوگوں کے دل و دماغ میں عام بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑا دی۔

صلح کی بات چیت حکومت اسپین نے حسیمہ کی جنگ کے بعد سینور شیفا تامشری اسپینی کو امیر ابن محمد عبدالکریم سے صلح نامہ کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے مندوب بنا کر بھیجا، جو صلح اور اسپینی قیدیوں کی

رہائی کے لئے اساس کی حیثیت رکھے، چنانچہ یہ مندوب اجدر کی طرف روانہ ہوا، امیر کے ساتھ متعدد اجتماع ہوئے، آخرکار یہ طے پایا

• کہ صلح کا عہد و پیمان ہو جائے، جنگ عارضی طور پر موقوف کر دی جائے، اسپینی قیدیوں کو ایک معتد بہ رقم تقریباً چالیس لاکھ فرنک کے بدلہ میں جس کو حکومت اسپین حکومت ریف کو ادا کرے گی، رہا کر دیا جائے، اس کے بجائے تمام ریفی قیدیوں کو جو حکومت اسپین کے پاس اس وقت موجود ہیں چھوڑ دیا جائے؛

پھر صلح نامہ اور جنگ کے خاتمہ کے لئے ایک طویل مدت تک خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا، لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا، کیوں کہ امیر نے ہر مرتبہ یہ شرط لگائی کہ ریف کی آزادی کامل کا اعتراف کر لیا جائے، ادھر اسپین آپ کے اس مطالبہ کا انکار کرتا رہا اور ریف صرف اندرونی آزادی عطا کرنے پر اصرار کرتا رہا،

۱۹۲۳ء جنگ داغبت | ۷ جون ۱۹۲۳ء مطابق ۲۲ شوال ۱۳۴۱ھ کو ریفیوں نے سات ہزار کے لشکر کے ساتھ جبل درسہ بشتوان کے حدود پر دھاوا بول دیا، آگے پیش قدمی کی اور دشمن کے سامنے کے مراکز پر شدت کے ساتھ قبضہ جما لیا اور مرکز تزیاس کا محاصرہ کر لیا، سخت ترین معرکہ آرائیوں کے بعد ہی اس کا تخلیہ کیا، جن میں اسپین نے تیس ہزار کی فوج کے ساتھ حصہ لیا تھا، اس میں سے دس ہزار آدمی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

پھر ریفیوں نے اپنی طاقتیں شہر و اغیت کی طرف پھیر دیں، یہاں ایک زبردست معرکہ آرائی ہوئی، ریفی لشکر نے دشمن کو جنگ کے شعلوں سے جھلسا دیا، اس کی صفوں کو ایسا درہم برہم کردیا جو ٹائمس کے نامہ نگار کے بیان کے مطابق جنگ غریبت، الزوال کے مشابہ ہے، اسپینی لشکر پر بدحواسی کا عالم طاری ہوگیا اس کی حالت نہایت خطرناک ہوگئی۔ یہاں تک کہ اس کو صاف صاف کہہ دینا پڑا کہ ان کا موقف نہایت نازک اور مشکلات میں گھر گیا ہے۔

(۴)

تطوان کانفرنس

اسپین میں جب اس حادثہ کی خبر پہنچی تو مجلس وزراء نے مسلسل مجلسیں منعقد کیں، جس میں یہ تصفیہ ہوا کہ ایک وفد امیر ابن عبدالکریم کے ساتھ صلح کی بات چیت کے لئے روانہ کیا جائے، چنانچہ یہ وفد جولائی ۱۹۲۳ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ کو تطوان کی طرف روانہ ہوا، اس نے حکومت ریف سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنا ایک وفد حکومت کی قرار دادوں میں گفتگو کرنے کے لئے نائب بنا کر بھیجے، چنانچہ امیر نے اپنے دو آدمیوں کو مندوب بنا کر تطوان کی طرف روانہ کیا، جہاں ریف کے ساتھ صلح کرنے اور جنگ کو ختم کرنے کے لئے ایک کانفرنس منعقد ہوئی متعدد اجتماعوں کے بعد کانفرنس کسی مسئلہ کو حل کئے بغیر اور کسی خاطر

خواہ نتیجہ پر پہنچے بغیر ختم ہو گئی، کیونکہ ریفی وفد میثاق قومی پر اصرار کرتا رہا اور اس میں سرمو فرق کرنے کے لیے بھی تیار نہ ہوا۔ اسپینی وفد کے معتمد اور ریف کے وزیر خارجہ کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا جو جنگ ریف کی تاریخ میں اہم ترین دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے

۱۔ اسپین کا خط

دون دیکو ساویدرا کاتب عام کی جانب سے سید محمد بن ازرقان کے نام:
السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ،

میں تمھیں معلوم کرانا چاہتا ہوں کہ میرے اس شہر میں پہنچنے کے بعد تمھارا مکتوب مورخہ ۲۸ ذلقعدہ مطابق ۱۲ جولائی موصول ہوا، جس کے جواب میں میں تمھیں آگاہ کراتا ہوں کہ میں بحیثیت اس کمیٹی کا صدر ہونے کے، جو تمھارے ساتھ صلح کی گفتگو کرنے کے لئے متوجہ ہے، میری روش میں ذرّا بھر تبدیلی نہیں ہوئی، کیونکہ میں سیدی محمد بن عبدالکریم خطابی کو اپنے بعض خصوصی مکتوب میں اس بارے میں لکھ چکا ہوں، پھر بھی تمھیں ہر ممکن طریقہ پر خط و کتابت کو جاری رکھنے کی خواہش ہے، یعنی حکومتی عہد و پیمان کے نفاذ سے پیدا شدہ اعتراف پر پورا پورا اعتماد کیا جائے، ہمارے خیال میں تمھاری اور تمھارے صدر کی یہی مراد ہے لیکن تمھاری طرف سے بھیجے ہوئے قائد علی بدرہ اور نامنگار ان دونوں نے یقینی طور پر اس کا انکار کر دیا، دونوں کمیٹیوں کے

درمیان دوسری ملاقات میں تم نے ہمارے ساتھ سمجھوتہ کرنے سے ہرے سے انکار کردیا، اور جزیرہ ہنکور کے قائد کو اطلاع دی کہ ہمارے مقابل ساحل سمندر میں تم نے اس فوج کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ جس میں سراسر ہماری توہین اور ہمارا نقصان ہے، ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم لوٹ جائیں لیکن واپس ہونے سے پہلے ہم خط کے ذریعہ سے تمہیں یہ معلوم کرادینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر تم خلوص نیت کے ساتھ صلح کی بات چیت کا ارادہ رکھتے ہو تو ہم بھی ہمیشہ اس نیک مقصد کے لئے تیار ہیں، تمھارے مکتوب مورخہ ۱۲ر کے پیش نظر میرا فرض ہے کہ میں تمھارے روبرو اقرار کروں کہ مراسلت کے سلسلہ کو جاری رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن یہ ضروری ہے، جیسا کہ عام رسم ہے کہ کسی امر پر اتفاق کرنے سے پہلے اپنے مدعا و مقصود کو بیان کرنے کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ اس بنا پر یہ لازمی ہے کہ تم کو ذیل کے مسائل کا علم ہوجائے :-

(۱) گفتگو یا تو جزیرہ میں ہو، یا سواری میں جیسا کہ آخری گفتگو ہوئی۔

(۲) سنہ ۱۹۱۲ء کے رو کی عہد و پیمان کے ماسوائے ان امور میں جو مملکت ریف کی آزادی یا کسی چیز کے متعلق ہوں گفتگو یا بحث و مناظرہ ممکن نہیں۔

(۳) یہ ممکن ہے کہ ریفی قبائل میں ایک خاص قسم کی سیاسی و اقتصادی تبدیلی اور ابن عبدالکریم اور ان کے قبائل کے حاکموں کے وظیفہ و مشاہرہ

میں جو وکیل سلطان اور اسپینی حکومت کی حمایت کے تحت حکومت کرتے ہیں ایک خاص قسم کا تغیر کر دیا جائے۔

(۴) ریفی قبائل میں تجارت، صنعت و زراعت کے دائرہ کو وسیع کرنے اور وکیل سلطان اور نگراں کار سلطنت کی جانب سے معنوی و مادی امدادی وسائل بہم پہنچانے کے بارے میں ایک خاص قسم کی گفتگو ہو

(۵) زمین کی واجبی ملکیت کے لئے ضمانتوں کے متعلق بھی گفتگو ہو

اگر تم ان شروط کے ساتھ اتفاق رکھتے ہو، تو میں جناب سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ اپنے صدر کی جانب سے اس کا ایک نسخہ میرے پاس روانہ کر دو، اس وقت کمیٹی اس مقصد کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لئے رجوع ہوگی، آخیر میں میں تم سے امید کرتا ہوں کہ تم ہم سے انتہائی صلح کی رغبت کریں گے اور ہر شک و شبہہ کو دل سے نکال دیں گے، ہم بھی خوں ریزیوں کو روکنے کے لئے صدق دل کے ساتھ تمھارے قدم بقدم ہیں، ہم دل سے یہ چاہتے ہیں کہ ریف فوز و فلاح، عمارت ثروت اور علم و ادب کا نہ صرف اسپین بلکہ تمام ہموطنوں کے لئے ایک مرکز بن جائے، مزید برآں ہم حکومت اسپین کی طرف سے صادر شدہ فرمان کے مطابق تحقیق معلوم کرا دینا ضروری تصور کرتے ہیں، کہ ہم نے تمھارے روبرو جن امور کا اظہار کیا ہے ان کا جواب اس خط کے پہنچنے کے ۴۸ گھنٹوں کے اندر ہمارے ہاتھوں میں آجانا لازمی ہے، ہم نہایت ہی افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کرتے ہیں کہ اگر تم نے

حق بات کو تسلیم کرنے کی طرف توجہ نہ کی جس میں سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے، اور حقیقی منفعت سے تم نے اپنی نظریں پھیر لیں اور ایسا راستہ اختیار کر لیا جو تمہارے لئے ضرر رساں اور عام لوگوں کے لئے رسوائی کا باعث ہے۔ اگر تم اسی غلط روش پر رہو گے تو تمھیں آگاہ ہو جانا چاہئے کہ اسپین اس فتنہ کی آگ کو بجھانے کے لئے تمام ضروری وسائل فراہم کرے گا اور متمدن حکومتوں نے اس سے جو عہد کیا تھا اس کی توسیع و نفاذ کے لئے وہ تمام ممکن طریقوں کو استعمال کرے گا جنھیں اس نے اس سے پہلے اختیار نہ کئے تھے، اگر تم اپنی صلح کی بات چیت میں سچے ہو تو امید کی جاتی ہے کہ بھلائی اور امن عام کو اختیار کرنے کیلئے بغیر کسی تردد کے تیار رہو گے، ہمارے تمام بیانات میں غور و خوض کرنے اور ہر الزام کو چھوڑ دینے کے بعد ہمارے امور کے متعلق تسلی بخش جواب دو گے

ہمارا تمام پر سلام

تطوان ۴ جولائی ۱۹۲۳ء مطابق ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ

کاتب عام

دیگو ساوورا

۲۔ حکومت ریف کا جواب

الحمد للہ وحدہ

سید محمد بن محمد ازرقان کی طرف سے سینور ساودہرا کے نام :۔

تحیہ وسلام! تمھارا مکتوب جو مورخہ ۳۰ رذی القعدہ کو لکھا گیا تھا، مجھے ۷ رذی الحجہ کو دن کے دو بجے دستیاب ہوا، ہمارے لئے یہ خط ہر طرح نہایت حیرت و تعجب کا موجب بنا رہا، کیونکہ قانون کا اقتضا تو یہ تھا کہ گفتگو ہمارے اُس معین کردہ وفد کے ذریعہ سے کی جاتی ضروری تھی؛ جو کئی لاکھ ریفی باشندوں کے افکار و خیالات کا آئینہ دار ہے، لیکن ہم تمھیں دیکھ رہے ہیں کہ تم غیر قانونی طریقے سے گفتگو کا سلسلہ جاری کر رہے ہو، اگر یہ اقدام اس لئے ہو کہ تم صلح کیلئے بے انتہا راغب ہو، جیسا کہ تمھارے ایک خط کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے، تو تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے دلوں میں بھی تم سے زیادہ اس کی خواہش و رغبت پائی جاتی ہے اس کے باوجود ہم سے یہ ناممکن ہے کہ اس قسم کے نازک اور اہم معاملات میں معلومہ قانون کے دائرہ سے باہر ہو جائیں، اس مناسبت سے میں اپنے انسانی فرائض و واجبات کے اعتبار سے اور حکومت ریف کی طرف سے امور خارجیہ کے عہدہ پر مکلف ہونے کی حیثیت سے ذیل کی تصریحات تمھارے سامنے پیش کرتا ہوں :۔

ریفی حکومت، جو عصری قواعد اور تمدنی قوانین کی بنیاد پر قائم ہوئی

ہے۔ اپنے آپ کو سیاسی اور اقتصادی حیثیت سے آزاد و خود مختار سمجھتی ہے، اُسے یہ آرزو و تمنا ہے کہ وہ آزاد زندگی بسر کرے جیسا کہ صدیوں اس نے آزادی میں سانس لی اور جیسا کہ تمام قومیں اپنی اپنی آزادی کی فضا میں سانس لے رہی ہیں، نیز اپنے آپ کو اپنی سرزمین کا اوروں کے مقابلہ میں زیادہ مستحق گردانتی ہے، اسپین کے استعماریت پرست طبقہ کو ظالم اور غاصب تصور کرتی ہے، اُسے کوئی حق نہیں کہ وہ حکومت ریف کی حمایت کا دم بھرنے کے خیال کو پھیلائے۔ حالانکہ ریف نے اس کی اس حمایت کو ہرگز تسلیم نہ کیا اور نہ کبھی اس کو تسلیم کرے گا، سختی کے ساتھ اس کا انکار کرتا ہے، یہ لازمی سمجھتا ہے کہ اپنے آپ حکومت کرے۔ اپنے شرعی حقوق کو جن میں کچھ نزاع و اختلاف نہیں ہے، حاصل کرے، تمام قدرتی و طبعی وسائل کے ساتھ اپنی آزادی کامل کی مدافعت کرے، قبل اس کے کہ اسپین کا استعماریت پسند طبقہ شخصی تمناؤں اور موہوم حقوق کے ادعاء کی راہ میں اپنے ابناء قوم و فرزندانِ وطن کے بے دریغ خون بہائے حکومت ریف اسپینی اُمت اور ان کے اربابِ حل و عقد کے رُوبرو اپنا احتجاج پیش کرتی ہے، جن کے متعلق اس کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ ہمارے معقول قانونی مطالبات کے حقوق کو تسلیم کریں گے، لبسا اوقات اسپین کا یہ استعماری طبقہ غیروں کے مصالح کا آلۂ کار ہے، اگر وہ اپنے نفس کا جائزہ لے تو اس کو پتہ چل جائے گا کہ وہ غلط روِیّہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ وہ مستقبل قریب میں مشاہدہ کرے گا کہ وہ اپنی استعماری درازدستی اور استبدادی

روش کی وجہ سے اپنی قوم کے نقصان کا موجب ہوگیا ہے حالانکہ استعماریت
اس کے مزاج کے موافق نہ ہوگی، لہٰذا اس کا یہ فریضہ ہے کہ قبل اس کے
کہ وہ معاملہ کو مشکل اور پیچیدہ کرے اس کی نزاکت کو پہنچان کر اس کا
تدارک کرے، حکومت ریف ہر اس ظالمانہ عمل کے خلاف جو اسپینی استعماری
طبقہ کی طرف سے متمدن دنیا اور عالم انسانیت کے روبرو صادر ہوتا ہے
صدائے احتجاج بلند کرتی ہے اور خود اس کو ہر اس ذمہ داری سے
عہدہ برآ تصور کرتی ہے جو قریب میں جانوں اور مالوں کے ضائع ہونے
کا پیش خیمہ ہے۔

نیز ہمیں تعجب و حیرت ہے کہ کس طرح تم انجان بنے بیٹھے ہو
کہ سب سے پہلے جس نے اسپین سے مصالحت کی پیشقدمی کی وہ ریف
ہے، اس کے حقوق اور اس کی آزادی کا اعتراف، ہمسایہ ملکوں کے
تعلقات کی حفاظت، یعنی قوم کے ساتھ اتحاد کی کڑیوں کو مضبوط کرنے اور
اس کے انسانی و شرعی حقوق کو تسلیم کرنے اور اس پر ظلم و تعدی
کو روا نہ رکھنے کا اعتراف عمرانی ناموس کے مطابق اور اس معاہدہ
کے موافق ہے جو جنگ عظیم کے بعد واقع ہوا، وہ جنگ جس سے انسان
نے ظلم و جور اور قتل و خون ریزی کے تلخ نتائج کو محسوس کیا اور دنیا
نے معلوم کرلیا کہ اس سے زیادہ انسان کی توہین کے لئے اور گنجائش
نہیں، نیز یہ کہ ہر قوم کو اس کے اپنے معاملات سلجھانے میں حق خود
اختیاری ایک عقلی و فطری فریضہ ہے، یہ وہی معاہدہ ہے جس کو

بڑی بڑی سلطنتوں کے رؤسا نے تجویز کیا تھا۔ جو جنگ کے دلدل
میں پھنس گئی تھیں اور درد و عذاب کے تلخ ناک جرعے پی چکی تھیں
انجام کار ان کو حق کا اعتراف کرنا پڑا اور قوموں کو ان کے حقوق حوالے
کرنے پڑے، سیاست والوں کا یہ قول غلط ہے کہ معاہدے صرف کاغذ
و قرطاس کی حد تک ہیں، حق تو تلوار ہی کے ذمہ ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ
قانون کو پورا کرنے کے لئے حق کی ادائیگی ضروری ہے، ورنہ دنیا حیرت
و اضطراب میں مبتلا ہو جائیگی اور امن عام میں خرابی واقع ہو جائے گی
کیونکہ ہر قوم اپنے حق کی مدافعت کرتی اور اپنی آزادی کا مطالبہ کرتی ہے
اس لحاظ سے اسپین کے لئے یہ امر باعث ننگ و عار نہ ہوگا جب کہ
وہ ریف کے ساتھ اس کی حکومت اور اس کی آزادی کا اعتراف کرتے
ہوئے امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کرے اور باہمی تعلقات قائم رکھے،
بلکہ اس صورت میں اسپین کو فخر و شرف حاصل ہوگا۔ جو اس کی تاریخ
کا ایک درخشاں باب متصور ہوگا، ہماری طرف سے حکومت ریف پوری
طرح مستعد ہے کہ استعماریت پرست طبقہ کی استبدادی روش میں
تبدیلی کو بخوشی منظور کرلے اور تہ دل سے اس بات کی آرزومند ہے
کہ ان غلط فہمیوں کو زائل کردے جن کا منشا نقطۂ اعتدال سے باہر
ہونا اور ناجائز دشمنی اور ناروا بے اعتنائی ہے، ایسے وقت میں جب
کہ نفسانی برے جذبات راسخ ہو گئے ہیں نتائج پر نظر رکھنا ضروری ہے
لیکن اگر استعماری طبقہ ظلم و تعدی اور زبردستی حکومت کرنے پر آمادہ ہے

تو ریف کی حکومت نہایت افسوس کے ساتھ اس کا تدارک کریگی۔

خیال تو کرو کہ اگر کوئی اجنبی تمھارے ملکوں پر حملہ آور ہوتا اور اس کا ارادہ تم پر قبضہ جمانے اور تم کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دینے کا ہوتا تو کیا تم اس فاتح کے سامنے اپنا سر اطاعت خم کر دیتے اگرچہ اس نے تمھارے حقوق کا دعویٰ کیا ہو؟ مجھے کامل یقین ہے کہ تم بلکہ تمھاری عورتیں تک اپنی تمام قوتوں اور توانائیوں کے ساتھ دشمن کی مدافعت کرتے اور دم آخریں تک غلامی کو کبھی قبول نہ کرتے، تاریخ اس پر تمھارے سامنے اپنے واقعات بہانگ دہل دُہرانی ہے، ریف کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے اس کے معاملہ کو اپنے جیسا تصور کرو۔ اس کے تمام بسنے والے یہ پختہ عقیدہ اور عزم راسخ رکھتے ہیں، کہ وہ آزادی اور حق و صداقت کے راستہ میں مرمٹیں گے اور اپنے وقار اپنی عزت و آبرو کی آخری دم تک مدافعت کریں گے، اس وقت تک اپنے اُس اعتقاد سے رجوع نہ کریں گے تاوقتیکہ اسپین کا استعماریت پرست طبقہ اپنے ناپاک ارادوں سے رجوع نہ کرلے یا اپنی جانیں اس کے لئے قربان کر دیں گے، آخر میں میں تم پر یہ واضح کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ ریف اپنی اُس روش میں ذرا بھر تغیر نہیں کر سکتا، جس کو وہ اختیار کئے ہوئے ہے، وہ یہ کہ ریف صلح کی بات چیت کے دروازے کو اُس وقت نہیں کھولے گا تاوقتیکہ اسپین ریف کی آزادی کو تسلیم نہ کرلے

باقی رہا یہ مسئلہ کہ ہم نے عکور کے ساحلوں پر فوجوں کو تباہ و برباد

کردیا، تو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے اس کی تحقیق اطلاع کردی تھی جان بوجھ کر ہم نے حملہ نہیں کیا بلکہ یہ ایک اتفاقی حادثہ تھا ہم نے تم کو اس سے زیادہ آگاہ کرادیا کہ دونوں طرف صلح ضروری ہے،

محمد بن محمد ازرقان

چونکہ ریف اور اسپین کے مطالبات کے درمیان زمین آسمان کا فرق تھا اور بنیادی اختلافات کی ایک وسیع خلیج حائل تھی اس لئے کانفرنس کسی نتیجہ پر پہنچے بغیر ختم ہوگئی اور مندوبین اپنے اپنے ملکوں کی طرف واپس ہو گئے۔

ماہ اگست کی جنگیں

تطوان کانفرنس کی ناکامی کے بعد مراکش کے سپہ سالار جنرل بوتیزا تیدو نے ریف میں زبردست فوجی حملہ کرنے کا مطالبہ کیا، مجلس کے تین وزیروں نے اس پر اعتراض کیا اور وزیر مالیہ نے لازمی اخراجات کو دینے سے انکار کردیا۔ چنانچہ اس نے مندوب سامی کو معزول کر کے اس کی جگہ پر جنرل الیشارع کو مقرر کردیا،

مندوب جدید ابھی اپنے مستقر پر پہنچا ہی تھا کہ ریفیوں نے وسط اگست میں زبردست حملہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا، انھوں نے اسپین کے اگلے مرکزوں کا محاصرہ کرلیا، ان کے ذخیرہ اور امداد کو روک دیا دشمن کے ہراول لشکر پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا۔

پھر امیر بہ نفس نفیس اپنی قیادت میں شششوان۔ تطوان کی لائن پر ریفیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ اسپین کے درمیان کے حدود کو منقطع کر دیا اور دشمن کے موقف کو درہم برہم کر دیا، اس اضطراب انگیز واقعہ سے اسپین میں رعب و دہشت کے آثار پیدا ہو گئے، تمام فوجی پیش قدمیوں کو ملتوی کر دینے کا حکم صادر ہو گیا، فوجوں نے بغاوت کر دی مالقہ کے اسپینی باشندے مغرب اقصیٰ کی طرف سفر کر رہے تھے، مشترک جماعتوں نے جنگ کے خلاف آوازیں شروع کر دیں، حکومت مجریط کے ارباب بست و کشاد پریشانی و اضطراب کے عالم میں گھر گئے، جس کی وجہ سے حکومت دو شاہی خاندانوں کو میدان جنگ کی طرف روانہ کرنے پر مجبور ہو گئی، تاکہ وہ دلوں میں بھڑکتے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا کریں اور فوجیوں کے دل میں شجاعت اور بہادری کی آگ سلگائیں۔ نیز حکومت نے سامی مندوب سے مطالبہ کیا کہ وہ صلح کے لئے ابن عبد الکریم سے بات چیت کرے، چنانچہ مندوب نے امیر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس کے ساتھ اجتماع میں شریک ہوں، لیکن امیر نے خود وہاں جانے سے انکار کر دیا، بلکہ ایک شخص کو اپنا نائب بنا کر بھیجا، اس واقعہ نے جنرل کو آگاہ کرا دیا کہ امیر شہروں کے سردار ہیں، آپ کا مرکز شاہ اسپین کے مرکز کے مماثل ہے، اسی لئے آپ خود وہاں تشریف نہیں لے گئے بلکہ ایک شخص کو اپنا نائب بنا کر جنرل کے پاس بھیجا اور رعایت کر دیا کہ جس طرح جنرل اپنے ملکوں کے بادشاہ کا نائب ہے امیر کا یہ شخص بھی

اپنا نائب ہے، امیر تو صرف بادشاہ ہی سے گفتگو کرنے کے لائق ہیں۔ اس طرح اسپینیوں کی یہ صلح جویانہ کوششیں رائیگاں ہو گئیں۔

۲۳ر اگست کو دشمن نے نقل و حرکت کی اور ریفیوں کو ان کے مراکز سے ہٹا دینے کے ارادہ سے دشمن کی فوجیں تیفارین کی طرف روانہ ہوئیں۔ ریفی لشکر نے جم کر مقابلہ کیا اور اسپینیوں کو کئی مرتبہ اپنے مقام سے آگے ہٹنے نہ دیا، دشمن کے اسی ہزار جنگجو لشکر کے مقابلہ میں ریف کا سات ہزار کا منظم لشکر اور اسی کے مماثل دیگر قبیلوں کی فوج تھی انھوں نے نہایت پامردی اور بہادری سے جنگ کی،

اسی ماہ کی ۲۵ر کو دونوں فریق کی تیفارین کے دروازوں پر آپس میں مڈبھیڑ ہوئی، ریفیوں نے دشمن پر لاٹھیوں اور ڈنڈوں سے حملہ کر دیا، ان کی عورتیں ان کی صفوں میں گھس آئیں، جنگ میں ان کے ساتھ شریک ہو کر مردوں کو جنگ پر ابھارنے لگیں اور ان میں بہادری کا جوش پیدا کرنے لگیں، ادھر اسپینی توپیں اور طیارے جیمہ سے بم برسانے لگے تھے، ان کا منشا ریفیوں کو درہم برہم کر دینے کا تھا، انھوں نے بستیوں کو اجاڑ دیا اور عمارتوں کو منہدم کر دیا، نو گھنٹوں کی مسلسل نبرد آزمائی کے بعد دشمن نے شہر کا قلعہ توڑ دیا، ادھر اس نے میدان جنگ میں اپنے تقریباً تین ہزار لاشیں چھوڑیں اور اسی مقدار میں وطنیوں کے ہاتھوں آدمی گرفتار ہوئے، ان کو چھڑانے کے لئے اسپین میں شدید جوانمردی کا مظاہرہ کیا گیا۔ بادشاہ اور ملکہ

نے فوج کو مبارکبادی کے برقیے روانہ کئے۔

اسی ماہ کی ۲۹ر کو اہل وطن میں سے اسّی اشخاص شہر تطوان میں رات کو داخل ہوئے، انھوں نے اپنے کپڑوں میں ہتھیار چھپا رکھے تھے، انھوں نے یکایک سڑکوں پر بندوقوں سے گولیاں برسانی شروع کر دیں جن سے دس اسپینی ہلاک اور تیرہ زخمی ہوئے،

۳۰ر ماہ رواں کو ریفیوں نے دشمن پر دوبارہ حملہ کر دیا، بنی حسن میں اتر پڑے اور اسپینیوں کو ان کے قائد کے ساتھ تالور تک بھگا دیا۔ کیکسوان میں اسپینی شہسواروں اور دوسرے فوجی اڈوں پر ٹوٹ پڑے، وہاں کا محاصرہ کر لیا، رسل و رسائل کے ذرائع کو توڑ دیا۔

(۵)

اسپین میں انقلاب

ہم نے جابجا اکثر مقامات میں بیان کیا ہے کہ جنگ ریف اسپینیوں کے حلق میں ایک چبھتا ہوا کانٹا ثابت ہوئی، بےچینی اور اضطراب کی ایک عام لہر دوڑ گئی، اسپین کے در و دیوار سے غیظ و غضب کی چنگاریاں برسنے لگیں، یہاں تک کہ حکومت اس فتنہ و فساد کا سدباب کرنے سے عاجز ہو گئی، اسپین و ریف کی جنگ کا آخری حادثہ جنرل دی ریفیرا کو حکومت کے مقابلہ میں کھڑے ہونے اور برشلونہ میں اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کا موجب ہو گیا، وزارت فوراً دست بردار ہو گئی اور

اس کی جگہ جنرل مذکور کو دے دی گئی۔

زمامِ حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد اس نے تصریح کی کہ ریفی بغاوت کو فرو کرنے اور زعیم انقلاب ابن عبدالکریم کو گرفتار کرنے کے متعلق اس کی حکومت نے آخری فیصلہ کر لیا ہے اور اعلیٰ قیادت کو جنرل ایزلورو وزیر جنگ کے سپرد کر دیا اور اس کو وسیع اختیارات دیدیئے ہیں،

الغرض جنرل مذکور نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد اس قسم کی تصریحات سے عوام کو اطمینان دلایا۔

۱۹۲۴ء کی جنگ مارچ (شعبان ۱۳۴۲ھ) کو ریفی لشکر امیر ابن عبدالکریم کی قیادت میں ملیلہ کی طرف گھس پڑا، ریفیوں کی ایک جماعت شستوان۔ تطوان کی طرف اسپینی رسل و رسائل کے ذرائع پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوگئی اور ان کو پارہ پارہ کر دیا اور دشمن کے پیش پیش مقامات میں اتر پڑی، وہ لشکر جو امیر کی زیر قیادت تھا۔ دشمن کے مورچوں کو توڑتا ہوا ملیلہ کے دروازوں تک پہنچ گیا، اس میں سے ایک گروہ مغرب کی طرف نکل گیا، تزیارہ میں اسپینی مورچوں کو پارہ پارہ کر دیا، ہر طرف سے اسپینیوں کا محاصرہ کر لیا اور میدار کی طرف پامال کرتے ہوئے گھس پڑا اہل اسپین گھبرا اٹھے اور تشویش و پیچ میں پڑ گئے، اسپین سے ان کو کمک پر کمک پہنچی انھوں نے ریفیوں پر زبردست دھاوا بول دیا، اتنی ہی شدت کے ساتھ مغاربہ نے بھی ان کا مقابلہ کیا، ان کے طیاروں نے شہر ملیلہ پر بم برسائے، بعض آس

پاسس کے مقامات کو نذر آتش کر دیا ساحل پر اپنی توپوں کو مسلط کر دیا ان کے قائد کو ہلاک کر دیا، اہل اسپین سے زبردست نقصانات اٹھانے کے بعد شہر ملیلہ کے قلعہ کو توڑ دیا۔

شاہ اسپین کی تصریحات فرانسیسی اخبار "فیغارو" نے سورخہ ہی ۱۹۲۴ء میں شاہ اسپین فرڈننڈ سیزدہم کی گفتگو نشر کی، جس کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

شاہ اسپین سے نامہ نگار نے پوچھا

— کیا جناب فرانس کے ساتھ جو عہد و پیمان کیا گیا تھا اس پر رضامند ہیں؟

— میں آرزومند ہوں کہ ہمیشہ فرانس کے ساتھ متفق و ہمنوا رہوں وہ معاہدے جن کو ہم نے ۱۹۰۶ء میں کئے تھے اس تمنا کی بہترین دلیل ہیں۔

— کیا اس میں طنجہ کا معاہدہ بھی شریک ہوگا؟

— اس سوال کی تردید کی تائید کے لئے مغرب اقصیٰ کے نقشہ پر ایک سرسری نظر ڈال لینا کافی ہے، کیونکہ ہماری زیر حمایت مشمولہ شہروں میں سے جن کی مسافت دو لاکھ کیلومیٹر مربع ہے۔ صرف ۱۸ ہزار کیلومیٹر ہمارے لئے باقی رہ گئے ہیں، دوسرے ہزاروں کیلومیٹر رقبوں سے ہمارے اغیار نے استفادہ کیا ہے، اس کے باوجود میں ہمیشہ فرانس کے ساتھ اتفاق کرنے پر آمادہ ہوا)۔

— کیا آپ کا اعتقاد ہے کہ مغرب اقصیٰ میں کام کرنے کے لئے مشترکہ

حد بندی مقرر کرنے میں اسپین کا کچھ فائدہ ہے ؟

—— اس میں کیا شک ہے کیونکہ دشمن کے حملہ آور ہونے کی صورت میں دونوں منطقے مل کر اس سے جنگ کر سکتے ہیں ۔

—— کیا اسپین مغرب اقصیٰ کے ایک حصہ کا تخلیہ کرنے میں پس وپیش کرے گا جب کہ قوم اس کا ارادہ کر بیٹھے ؟

—— ہم بذات خود مغرب اقصیٰ تک نہیں گئے بلکہ ہم اس میں حکومت کی اہم ذمہ داریاں، جن کا بوجھ ہمارے کندھوں پر ڈالا گیا ہے، انجام دے رہے ہیں، ان کو چھوڑ دینا ہمارے بس کی بات نہیں،

اسپین کے ڈکٹیٹر کی تصریحات ہم نے دوسرے باب میں وہ خط شائع کیا ہے، جس کو امیر ابن عبدالکریم نے مسٹر وڈ بلیس ڈیلی میل کے اخبار کے نامہ نگار کے ذریعہ مسٹر مکڈونلڈ صدر وزارت برطانیہ کے نام بھیجا تھا، جب جنرل بریمو دی ریفیرا نے اصل مضمون کو پڑھا تو مذکورہ نامہ نگار سے ذیل کی تصریح کی ۔

اس مکتوب میں جس بنیاد پر صلح کی شرط پیش کی ہے اس پر صلح محال ہے، اگر ابن عبدالکریم آزادی کا ارادہ رکھتے ہیں، تو یہ ان کے بس کی چیز ہے کہ وہ آزادی کو اسپین کی زیر حمایت حاصل کر لیں اگر وہ اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں، تو ہم بھی ان کو ذاتی حکومت سے ایک وافر حصہ عطا کرنے کیلئے آمادہ ہیں، جیسا کہ ہم نے ریسولی کے ساتھ کیا، لیکن جس آزادی کو عبدالکریم حجت و دلیل قرار دیتے ہیں، وہ حقیقی طور پر موجود

نہیں ہے، کیونکہ مغاربہ ریف میں ہر مقام پر سلطان مراکش کی حکومت کے تابع ہیں، ہم نے سلطان کو اہل مغرب پر اپنی حکومت کی مشق رانی کے لیے مندوب بنایا ہے اسپین تو اپنے دولی مہمات انجام دینے میں مصروف ہے، جس کی حمایت کو شمالی مراکش پر بڑی بڑی حکومتوں نے تسلیم کرلیا ہے، جنوبی بحر متوسط کے ساحل پر ایک مختصر غیر متمدن آزاد سلطنت کی تشکیل کا خیال موضوع بحث ونظر نہیں ہے، مغربی قوم کی آبرو، عزت اور ثقافت کا اسپین کی زیر حمایت پورا پاس لحاظ رکھا جائے گا، ہم نے جس منطقہ میں اپنے قدم مضبوطی سے جما رکھے ہیں وہاں کے باشندے اپنی شخصی اور دینی آزادی سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں، ان کی زندگی ابن عبدالکریم کے حامیوں کی بہ نسبت بہت بہتر ہے۔"

گھمسان لڑائیاں

ڈیڑھ ماہ تک میدان جنگ میں عارضی سکون رہا، اس کے بعد اوائل مئی ۱۹۲۴ء میں اسپینی لشکر نے سیدی مسعود اور ملیلہ کے قرب و جوار کے شہروں میں زبردست دھاوا بول دیا، مغاربہ نے انتھک طاقتوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا، لشکر کو اس کے مقامات سے ہٹنے نہ دیا، دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا، اسپینی طیاروں کی ایک ٹولی جس کی تعداد ستر سے کم نہیں تھی، جنگ میں شریک ہوگئی، جس سے دشمن کی بڑی توقعات وابستہ تھیں، اسپینیوں نے اپنے اس حملہ میں

ریفیوں کو ان کے مضبوط مرکزوں سے ہٹا دینے کا بیجا ارادہ کیا، لیکن ان کی کوششیں رائگاں گئیں کیونکہ اہل مغرب نے اس معرکہ میں ڈٹ کر مقابلہ کیا، اہل اسپین کو ان کے مقامات سے پہلے ہی ہٹا دیا، مگر وہ آخر میں طرفین کے بھاری نقصانوں کے بعد ان مراکز سے ہٹ جانے پر مجبور ہو گئے۔

انہیں اوقات میں ان قبائل نے بھی کروٹ بدلی، جو نہر لسطوان، سمندر، وادی لوا اور لسطوان شت شوان کے راستہ میں بستے تھے، حکومت اسپین کی فوجوں پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، یہاں تک کہ ان کے داخلی مراکز آگ اور تلوار سے محصور ہو گئے، ۲۸ جون کو اسپینی نقطہ پر قبضہ درسہ میں حملہ شروع ہوا، مغاربہ نے چالیس اشخاص کے ایک لشکر کو گھیر لیا، اس کو نجات دلانے کے لئے اسپین نے کمک پر کمک بھیجنا شروع کی مگر ناکام رہی، آخر جولائی میں اس غرض کے لئے ملیلہ سے بہت بڑی طاقت استعمال کی گئی تو رہائی نصیب ہو سکی، ان قبائل نے اسپین کے دوسرے مراکز کو گھیر لیا اور ان کی رسد و امداد کو منقطع کر دیا۔

جب ان قبیلوں کی نقل و حرکت کی خبر امیر ابن عبدالکریم کے کانوں تک پہنچی، تو آپ نے اپنے بھائی محمد کو تین ہزار جنگجو لشکر دے کر حدود کی طرف روانہ کیا، اس طاقت کے آنے سے قبیلوں کے بازو اور مضبوط ہو گئے، تمام کے تمام اسپینیوں کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے، انھوں نے ان مورچوں پر جو شت شوان اور سمندر کے درمیان واقع تھے حملہ کیا،

اور مرکز دا غیست کا محاصرہ کرلیا، اسپینی قیادت نے اپنی گھری ہوئی فوجوں کو رہائی دلانے کے لئے تیزی کے ساتھ کمک بھیجنی شروع کی مگر اُسے ناکامی ہوئی، آخر میں وہ محصور مرکزوں سے حصار کو اٹھا دینے اور ان میں گھری ہوئی فوجوں کی طرف رسد بہم پہنچانے کی غرض سے عام حملہ کرنے پر مجبور ہوگئی، ایسی زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کی نظیر اس سے پہلے کسی جنگ میں نہیں ملتی، اس کے نتیجہ میں اسپینی فوجیں کچھ آگے بڑھ گئیں۔

حکومت مجریط اپنی فتح دلفرت کی خوشخبری کا اعلان ہی کر رہی تھی۔ کہ ناگہاں یہ خبر پہنچی کہ تطوان اور ہزلو پر بسنے والے قبیلوں نے بغاوت کے شعلے بھڑکا دیئے ہیں، نیز جبالا کے بعض ریسولی قبیلے ہتھیار باندھ کر امیر محمد کی فوج میں شامل ہوگئے ہیں۔

اس وقت وہاں کی سمت میں اسپینی فوجوں کی تعداد ۴۰ - ۴۵ ہزار تک تھی، ان کو تین جماعتوں میں تقسیم کردیا گیا۔ پہلی فوج جنرل سیرالو کی قیادت میں وادی لو کی نچلی جانب، دوسری تطوان سے شفشاون کے راستہ پر سوق ارلعار کی طرف کو لونیل ریلکم کی زیر قیادت اور تیسری شہر شفشاون میں جنرل گرانڈ کی قیادت میں روانہ کی گئی، آخرالذکر جنرل نے وادی لو کے درمیان میں محصور فوجوں کو رہائی دلانے کے لئے پیش قدمی کی، یہاں سخت معرکہ آرائی ہوئی، جس میں مغاربہ نے امیر محمد صغیر کی زیر قیادت جم کر حملہ کیا، جو مسلسل تین رات اور تین دن جاری رہا، اس میں اسپین

لشکر کو بھی طرح شکست ہوئی اور وہ ناکام و نامراد واپس لوٹ گیا۔

۲ ستمبر ۱۹۲۴ء کو جب حکومت مجریط کو جنرل گرانڈ کی شکست کی خبر پہنچی تو اس کو معزول کر دیا، اور اس کے بجائے جنرل لوکیا دی یا لو کو معین کیا، لیکن ریفیوں نے ان مورچوں کو توڑ دیا جو تطوان اور شفشوان کے درمیان واقع تھے اور ان کے تمام مراکز پر تسلط جما لیا اسپینیوں نے ان مراکز کی طرف جن کا بڑا حصہ محصور ہو گیا تھا، اپنے طیاروں کے ذریعہ رسد اور پانی پہنچانا شروع کیا، جدید جنرل اپنے مقام قیادت کی طرف سفر کرنے سے عاجز ہو گیا، کیونکہ رسل و رسائل کے ذرائع تمام شہروں اور داخلی شہیوں کے درمیان منقطع ہو گئے تھے ریفی فوجیں ایک طرف نندن سے عرائش کی طرف بحر اٹلانٹک کے ساحلوں میں پہنچ گئیں اور مزدوروں کے ذریعہ طنجہ اور فاس کے درمیان ریلوے پٹریوں کو اکھیڑ دیا اور طنجہ و تطوان کے درمیان کے راستوں کو بند کر دیا، دوسری طرف تطوان کے قریب پہنچ گئیں۔

اس حالت میں جنرل بریمو دی ریفیرا آخر کار ریف تک پہنچ گیا جس کو مسلسل بڑی کمک پہنچائی گئی، لیکن اسپینی فوجیں جو وادی لو کی بلندیوں میں محصور تھیں شکست کھا گئیں، وہ فوجیں جو قبۂ دراسہ میں تھیں اور وہ جو جنرل سیرالو کی زیر قیادت تھیں خطرہ میں گھر گئیں، جنوب کی جانب سے تمام اسپینی فوجوں کا تعلق ان سے منقطع ہو گیا، جنرل بریمو دی ریفیرا سمندر کی طرف امداد بھیجنے پر مجبور ہو گیا۔

اجتماع تطوان | جنرل نے تطوان پہنچتے ہی ایک بڑا اجتماع منعقد کیا، جس میں فوج کے بارہ سپہ سالار شریک ہوئے، جنگی صورت حال اور اس کے واجبی تدابیر کے بارے میں بحث ہوتی رہی، متعدد اجتماعات کے بعد یہ قرار داد پیش کی گئی کہ ملک کے طول و عرض میں عام احکام نافذ کئے جائیں، حکومت اسپین کے پاس جس قدر فوج ہے اس کو مغرب اقصیٰ کی طرف بھیج دیا جائے، ایسے مقامات سے جو پہاڑی شہروں کے اندرون اور مراکز سے دور ہیں فوجیں ہٹالی جائیں، ایک اعلان نشر کیا جائے جس میں ان باشندوں کو دھمکی دی جائے جو قریوں اور بستیوں کو باغیوں کی مدد سے اُجاڑنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان لوگوں کو سخت سزائیں دی جائیں گی جو باغیوں کی کسی طرح مدد کرتے ہیں۔

داخلی مقامات کا تخلیہ

اجتماع کے برخاست ہونے کے بعد اسپینی فوجوں نے اپنی طاقتوں کو دور کے متعدد بڑے مراکز سے اور بیسیوں مختلف مقامات سے خونریز جنگوں کے بعد سمیٹنا شروع کر دیا، جن میں سے اہم معرکہ تزغت ہے۔ جو تطوان کے قلعوں سے تقریباً تین میل کی مسافت پر واقع ہے، ۲۵ ستمبر کو اسپینیوں نے مرکز تزغت کی طرف رسد پہنچانے کا ارادہ کیا، چنانچہ وہ اس کی حراست کے لئے بڑی قوت لے کر نکلے، وہ راستہ ہی میں تھے کہ ریفی فوجوں نے یک بیک

ان پر حملہ کر دیا، دونوں فریقوں کے درمیان جنگ جاری رہی اور پورے دن تک ہوتی رہی، آخرکار اسپینیوں کو شکست فاش اٹھانی پڑی، اہل وطن نے تمام ذخیروں پر قبضہ کرلیا، جن کی قیمت کئی لاکھ فرنگ یعنی تقریباً چالیس ہزار گنی (جنیہ) تھی، پھر اگلی صبح میں بھی دوسرے ذخیروں کے ساتھ اسپینی بے شمار فوجوں کو لے کر امیر عبدالمالک الجزائری کی زیر قیادت نکلے، لیکن اس گروہ کی مورچہ بندی اپنی سابقہ فوجوں کی نسبت بہتر نہیں تھی، دن بھر جنگ جاری رہنے کے بعد یہ جماعت شکست کھا گئی اور اپنی فوج کے ایک بڑے حصہ کو مقتول اور زخمی چھوڑ کر جن میں سے امیر عبدالمالک بھی تھا، الٹے پاؤں بھاگ نکلی، یہی حال آئندہ دنوں میں بھی باقی رہا۔

چونکہ یہ مرکز تطوان کے روبرو واقع تھا، اس لئے دشمن نے بڑی بڑی توپیں تطوان کے قلعوں پر رکھ دیں، جنھوں نے ریفیوں پر گولہ باری شروع کر دی اور ادھر طیاروں نے بم برسانا شروع کر دیا، مگر اس سے کوئی ان کو خاص فائدہ نہ ہوا، بڑے بھاری نقصانات برداشت کرنے کے بعد اسپینی قلعوں میں داخل ہو سکے، ان کے زخمیوں سے تطوان کے ہسپتال ناکافی ہو گئے، انھوں نے باقیماندہ زخمیوں کو سبتہ کی طرف منتقل کیا، متواتر تین دن تک سبتہ اور تطوان کے درمیان زخمیوں کو منتقل کرنے کے لئے ریلوں کی قطار لگی ہوئی تھی،

پھر دشمن نے اپنی صفیں درست کیں فوجوں کی تنظیم کی اور انکی

زادِ راہ اور رسد کا اسقدر وسیع پیمانے پر انتظام کیا جو ان کو تطوان و شِشوان کے درمیان کے راستوں کو تیار کرنے اور آخری شہر کو فتح کرنے کے لئے کافی ہو جائے، جنرل اینیو روے فوج کے لئے ایک فرمان نافذ کیا جس میں اس نے فوج کے اندر جوش پیدا کرنے اور ان کی باطنی قوتوں کو بیدار اور ہمتوں کو برانگیختہ کرنے کے لئے ولولہ خیز عبارت لکھی اور اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ اسپینی مادّی حیثیت سے اپنے دشمنوں سے بدرجہا بہتر ہیں، ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی انفرادی جنگوں اور اجتماعی معرکہ آرائیوں میں مساوی طور پر اپنی بہادری و جوانمردی کے جوہر دکھائیں، پھر اپنے منشور کو ان الفاظ میں ختم کیا "تمھیں غمگین اور پست ہمت ہونے کی ضرورت نہیں تمھاری یہ جانثاری اور قربانی وطن کی راہ میں ناکام اور رائیگاں نہیں جائے گی۔"

جنرل مذکور نے جنگ کا جو نقشہ تیار کیا تھا یہ تھا کہ تطوان سے شِشوان اور عرائش و قندق کے محاذ پر وقت واحد میں حملہ کر دیا جائے چنانچہ اسپینی فوجیں تین سپہ سالاروں کی قیادت میں روانہ ہوئیں، جن میں سے ایک کسترو قلب میں تھا دوسرا سیرالو دائیں بازو میں اور تیسرا لوکیا دیالو بائیں طرف میں، یہ فوجیں بہت سی مشقتیں برداشت کرنے اور مغاربہ کے حملوں کی تلخیاں چکھتے ہوئے شِشوان تک پہنچیں، دونوں فریقوں کے درمیان سخت خوفناک جنگیں برپا رہیں، جن میں جنرل کاسترو سخت زخمی ہو گیا، اس کے دونوں مددگار بھی ہلاک ہو گئے،

مغاربہ کو مختلف ذخیروں سے بھری ہوئی بڑی لاریاں ہاتھ آئیں،
لیکن اہل مغرب نے تطوان ۔ شargsشوان کی راہ پر دوبارہ حملہ کردیا اور
مختلف مرکزوں پر سخت کاری ضربیں لگائیں، یہاں تک کہ اسپینی فوجیں بدحواس
ہوگئیں، دشمن نے شششوان کا تخلیہ کردینے کا خیال کرلیا۔
جبالا کے باقی ماندہ قبیلوں نے بھی بغاوت کردی، اسپینی مرکزوں
پر عفزین۔ بنی عروس کے مورچوں پر قابض ہوگئے، وہاں کی اسپینی
فوجی جماعتوں کو گھیرلیا، ان کی اُس لائن کو منقطع کردیا، جو ازیلا کیطرف
جاتی تھی، یہ لائن ان فوجوں کے مرکز سے بیس میل کی مسافت پر واقع
تھی، اہی قبائل کے ایک گروہ نے اسپین کے اگلے مراکز کا محاصرہ کرلیا
جو ریسولی کے مستقر تازروت میں واقع تھے، اسپینی قیادت نے ان
فوجوں کو نجات دلانے یا کم ازکم ان کو رسد پہنچانے کے لئے بڑی قربانیاں
کیں مگر ان کو کامیابی نصیب نہ ہوئی۔
جب حکومت مجریط نے دیکھا کہ مراکش کے مندوب سے اضطراب
انگیز حالت میں سکون پیدا کرنا ناممکن ہوگیا ہے تو اسے معزول کردیا اور
فرمان جاری کیا کہ اس کی جگہ مغرب اقصی کے مندوب ڈکٹیٹر جنرل پریمودی
ریفیرا کو علاوہ اپنی اصل یافت کے معین کردیا جائے، یہ تطوان پہنچا،
ایک جنگی مجلس منعقد کی، آخر کار یہ طے پایا کہ داخلی شہروں سے تخلیہ
کرلیا جائے، ان ساحلی بندرگاہوں میں اُترنے پر اکتفا کرلیا جائے، جہاں
اسپینی لشکر ۱۹۱۲ء میں اتر پڑا تھا، اور ابن عبدالکریم سے صلح کے لئے

بات چیت کی جائے نیز یہ کہ بغیر کسی نقصان کے تخلیہ کر دیا جائے گا۔

شرائط صلح جنرل بربیوسینیو شفا تاشری اسپینی کو حکومت سے صلح کے بارے میں گفتگو کرنے کے لئے مندوب بنا کر بھیجا گیا' امیر ابن عبدالکریم نے گفتگو کرنے کو قبول کر لیا اور حکومت جمہوریہ ریف کی طرف سے اپنے خسر سید محمد بن حمادی کو مندوب بنا کر بھیجا' مندوب اسپینی نے صلح کے لئے یہ شرطیں پیش کیں کہ اسپین ان مقامات کو خالی کر دے گا جن میں وہ اتر چکا ہے' لیکن ریفی مندوب نے اس پر قناعت نہ کی بلکہ کہا کہ حکومت ریف اپنے آپ کو فاتح و کامراں اور اسپین کو مغلوب شمار کرتی ہے اسی لئے وہ اپنا قرض اور نقصانات کی تلافی کا اس سے مطالبہ کرتی ہے' اس نے صلحنامہ کیلئے حسب ذیل شرائط نافذ کئے:

(۱) اسپین دو کروڑ جنیہات (رگنی) سے نقصانات کی تلافی کرے۔

(۲) اسپین حکومت ریف کو پندرہ طیارے' ایک لاکھ بندوقیں اور ایک سو بیس توپیں حوالے کرے؛

(۳) اسپینی باشندے مراکش سے ملیلہ و سبتہ کے حدود تک کا تخلیہ کر دیں۔

(۴) اگر اسپین صلح کے ان شرائط کو منظور کرے گا تو صلح اور قیدیوں کی رہائی کی بابت بحث کی جائیگی۔

یہ وہ شروط تھے جن کا مندوب ریف نے مطالبہ کیا' لیکن اسپین نے ان کا سختی سے انکار کیا' اپنے مندوب کو حکم دیا کہ گفتگو منقطع کر لی

جائے، جنگی کمیٹی کی قرارداد کے فقرۂ اولیٰ کے نفاذ کا فرمان جاری کیا جو یہ تھا کہ مراکز ریف سے دو سو مرکز سے تخلیہ کرلیا جائے۔

تخلیہ | اواخر اکتوبر میں قیادت عظمیٰ کے مقررہ نقشہ کے مطابق اسپینی فوجوں نے اندرونی مراکز سے تخلیہ کر دیا، انھوں نے اپنے تخلیہ کے دوران میں بے شمار مشکلات و مصائب برداشت کئے۔ وطنی جماعت نے اسپینیوں کو بے دریغ تہ تیغ کرنا شروع کر دیا، ۲۰ دسمبر کا دن آنے نہ پایا تھا یعنی وہ دن جس میں تخلیہ ختم ہوا تھا، کہ اسپینیوں نے مغاربہ کی طرف سے بہت سی تلخیاں چکھیں، انھوں نے بے شمار ساز و سامان اور تقریباً بیس ہزار فوجی مقتول اور زخمی چھوڑے جن میں سے جنرل سیرالو بھی تھا جو تطوان کی طرف جانے والے راستہ میں مارا گیا جنرل براکجنر اور اس کے علاوہ دیگر فوجی افسر اور سپہ سالار زخمی ہوئے۔

دولی منطقہ | ریف سے اسپینیوں کا تخلیہ اپنی انتہا کو پہونچنے کے بعد اس خط کی طرف سمٹ گئے، جو تطوان سے بحر متوسط پر ۵۰ کیلومیٹر مسافت سے مغرب کی طرف دراز ہوتا ہے، پھر جنوبی جانب سے سمندر سے ۵۳ کیلومیٹر کی دوری پر فرانسیسی منطقہ کی حدود تک مڑ جاتا ہے، اس منطقہ کی مساحت جو اسپین کی زیر حراست ہے، ان شہروں کی مساحت کا چھٹا حصہ ہے جن کو انھوں نے سنہ ۱۹۱۲ء کے معاہدہ میں عطا کیا، کیونکہ اس معاہدہ نے مغرب اقصیٰ کے وسیع شہروں میں اسپین کو دست درازی کرنے کا موقعہ دیدیا۔

جو حدود جزائر سے اطلانتکی اوقیانوس تک دراز ہیں جن کا طول ۲۵۰ کیلومیٹر اور عرض ۱۰۰ کیلومیٹر ہے!

اسپینی اپنے مقررکردہ حد کی طرف پہنچنے ہی پائے تھے کہ قبائل عنجرہ نے جو اسپینی منطقہ میں اس حد کے پیچھے تطوان سے حدود طنجہ تک بستے تھے' بغاوت برپا کردی' جس سے اسپینی باشندے مرعوب ہوگئے' اور تمام فوجیں ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہوگئیں' جنگ رلیف نے فوجی اور سیاسی حیثیت سے ایک نیا دور شروع کردیا' باغی قبائل نے اسپینیوں پر حملہ کردیا' اور ان کے اکثر مراکز پر جو سبتہ و طنجہ کے مابین تھے' مستولی ہوگئے' جبل طارق کے مقابل قصر صغیر کے مرکز میں اتر گئے اور سبتہ و تطوان کے راستوں کو منقطع کردیا' اسپینی فوجیں خشکی کی جانب سے اس آخری شہر میں پورے طور سے محصور ہوگئیں۔ ان کو سمندری راستہ سے رسد پہنچانا محال ہوگیا' کیونکہ بورمرتین جو تطوان کی بندرگاہ تھی۔ رلیفیوں کی زیرحمایت ہوگئی' پھر باغیوں نے سوق ملوسہ کا محاصرہ کرلیا' جو منطقۂ دولی کے متصل کے پل کے قریب واقع ہے' جس کی وجہ سے اسپین مجبور ہوگیا کہ منطقۂ دولی کے حدود پر عین جدیدہ کی طرف جنرل سارائی کی زیرقیادت فوج روانہ کرے اور منطقۂ طنجہ کو خطرات سے محفوظ رکھنے کے لیے ان حدود کے اطراف خندقیں کھود دے' لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اسپین اپنے ان جدید مراکز میں ثابت قدم رہا؟ کیا ابن عبدالکریم اپنی اس

شاندار فتح کے بعد خاموش بیٹھے رہے اور منطقۂ طنجہ سے کچھ تعرض نہ کیا؟ کیا وہ آگے چل کر اس پر قابض ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے جیسا کہ ترک آستانہ میں داخل ہو گئے تھے، اس خوف و دہشت سے مرعوب ہو کر حکومتیں آپ کی حکومت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گی اور سبھوں کی آزادی و خود مختاری کا احترام کریں گی، اس وقت ان کی نظر میں امیر باغی اور رہزن نہیں ٹھہریں گے؟ یہ وہ مسائل ہیں جن کا جواب آنے والے حادثات و واقعات ہی دلیںگیں گے.....!

چوتھا باب

بطل ریف مشاہیر کی نظر میں

(۱)

جرائد، اخبارات اور مشاہیر کے اقوال و آراء

محمد بن عبد الکریم کی مجاہدانہ سرگرمیوں کے تذکرے نہ صرف عرب و ہند ممالک میں جاری و ساری ہیں بلکہ یورپ کی زبانوں پر بھی آپ کی انقلابی تحریکات کے چرچے ہیں، تمام لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ دور حاضر میں بطل اسلام کے لقب کے مستحق ہیں آپ کے کارناموں کو مشرقی جرائد نے مدح سرائی کے ساتھ یورپی اخبارات نے حیرت و استعجاب اور فرانسیسی رسالوں نے شک و بدشگونی کے ساتھ نشر کیا ہے، امیر کے عظیم الشان کارناموں کو باوجود قلت وسائل و رسائل مشاہدہ کرنے کے بعد ترکوں کے تورانی گروہ کے دل میں غیرت و رشک کے جذبات بیدار ہوگئے انھوں نے اپنے زعم میں کہنا شروع کیا کہ امیر عربی نسل سے نہیں بلکہ بربری نژاد ہیں اور اہل ریف بربر کی ایک قسم ہیں، لیکن جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں محمد بن عبد الکریم خطابی کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں اور یہ دلیل ہے آپ کے خاندان کے عربی ہونے پر۔

اب ہم ذیل میں اجنبی جرائد و اخبارات اور مشاہیر کے وہ اقوال و آراء پیش کرتے ہیں، جو امیر کی شجاعت، اعلیٰ ہمتی اور آپ کے حیرت انگیز کارناموں پر روشنی ڈالتے ہیں،

انگریزی اخبار "ڈیلی ایکسپریس" اپنے اداریہ میں لکھتا ہے:

"امیر ابن عبدالکریم کا شمار ان بیشتر شہرۂ آفاق ہستیوں میں ہوتا ہے جن کی سیرت کے واقعات تاریخ کا درخشاں باب ہیں، آپ انتہائی دور اندیش اور خود آگاہ ہیں، آپ کی مورچہ بندی اور نقشۂ جنگ کا حال آپ کی نقل و حرکت ہی پر ظاہر ہوتا ہے، آپ نے جدید نظام کے تحت لشکر تیار کیا ہے، فنون جنگ کے طریقوں پر فوجیوں کو تعلیم دی اور اُن کی تنظیم کی ہے۔"

انگریزی اخبار "ڈیلی میل" کے نامہ نگار مسٹر ورد برلیس امیر سے ان کے فوجی مرکز میں ملاقات کرنیکے بعد کہتا ہے:

"امیر ابن عبدالکریم کی ذات بہت سی صفات سے آراستہ ہے، ہنس مکھ چہرہ، چمکدار آنکھیں، جن میں شاہین کی نگاہیں جھلکتی ہیں اپنے ابناء جنس کی طرح ملاحت سے لبریز، بھاری آواز، سڈول بدن، رعب دار چہرہ، زندہ دل، خندہ رو، روشن جبیں، گفتگو ایسی شیریں و دلنشیں کہ سننے والا عجیب لطف اور طمانیت محسوس کرے،

میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے دشمنوں کے ان الزامات سے، جو آپ پر عائد کیئے گئے ہیں، کوسوں دور ہیں، کہ آپ ان کے قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتے ہیں، اور ان کو قتل کر دیتے ہیں، میں نے آپ سے بہت دیر تک گفتگو کی، تو آپ کو دانا و فہیم، دور اندیش اور چشم پوش آدمی پایا"

کیپٹن ہاوکس کہتا ہے:

"امیر ابن عبدالکریم کا اثر و اقتدار شمالی آفریقہ کے مسلمانوں کے درمیان اس قدر گہرا ہے، جس کی نظیر امیر عبدالقادر کے زمانے سے نہیں مل سکتی، آپ ہزاروں اشخاص پر محض ان کے ارادہ و اختیار سے مطلق العنان حکمران ہیں، حالانکہ ان لوگوں نے آپ سے پہلے کسی قائد و زعیم کے آگے اپنا سر اطاعت خم نہ کیا تھا، اب یہ حالت ہے کہ آپ کے اشاروں پر اپنی گردنیں کٹانے کے لیئے تیار و آمادہ ہیں"

"مورنین پوسٹ" کے نامہ نگار مقیم مراکش نے امیر کی مدح سرائی اس طرح کی ہے:

"جب کوئی شخص امیر پر پہلی نظر ڈالتا ہے، تو وہ لا محالہ حیرت میں پڑ جاتا ہے، کہ ایسے لطیف منظر انسان کے لیئے

ریف کے درشت خو قبائل کے اندر یہ عظیم الشان تاثیر کہاں سے پیدا ہو گئی، لیکن جب امیر کو قریب سے پہچاننے کی کوشش کرے گا، تو اسے یقین ہو جائے گا کہ آپ بڑی شخصیت کے مالک ہیں، آپ ان لوگوں میں سے ایک ہیں، جو مختلف زمانوں میں قوموں کی قسمت بدل دیتے اور اپنا اثر تاریخ عالم میں چھوڑتے ہیں، آپ نہ صرف زعیم و قائد ہیں۔ بلکہ مصلح اور رہبر بھی ہیں۔ آپ کی عظیم ترین تاثیر کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے اپنے طرز حکومت سے ریف کی حالتوں میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کر دی"

کیپٹن بیغان کہتا ہے:

" جن ریفیوں کی قیادت امیر ابن عبد الکریم انجام دے رہے ہیں ان کا مغلوب ہو جانا ناممکن ہے، انھوں نے بڑی بڑی خندقیں کھود دی اور مضبوط قلعے تعمیر کر رکھے ہیں"۔

نیویارک ٹائمس مقیم طنجہ یوں رقم طراز ہے:

" امیر ابن عبد الکریم ذی اثر اور صاحب اقتدار قائد ہیں، آپ نے معقول طریقہ سے اپنے مقاصد کی تکمیل کی کوشش کی، آخری فوجی نقل و حرکت نے بہت سے راز آشکارا کر دیئے، جن سے ریفیوں کی اس بلند ترین حکمت و بصیرت کا پتہ چلتا ہے، جس کو انھوں نے جنگ کی نوعیت اور جنگی مراکز کے انتخاب میں استعمال کیا "

فرانسیسی مصنف موسیو امیل پوری لکھتا ہے:

"مغرب اقصیٰ میں اسپین کا مرکز متنزلزل ہو کے رہ گیا، عبدالکریم اس سے بخوبی واقف تھے اور اپنے آپ کو فاتح و کامران شمار کرتے تھے عبدالکریم کی داستان نہایت عجیب وغریب ہے، آپ نے تلمنکا میں علم حاصل کیا، یہاں کی یونیورسٹی میں آپ کے ہم رفیق اور ہم عمر تھے، سبھوں کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ آپ عہد حاضر کے لئے اسلام کے زعیم و پیشوا بننے کی تمنا رکھتے ہیں، بعد میں آپ سے ایک امریکی صحیفہ نگار نے ملاقات کی، تو آپ نے اس کے سامنے اس امر کی وضاحت کی کہ آپ ٹیلیفون، پریس اور برقی سیارے استعمال کرتے ہیں بالکل اسی طرح جیسا کہ موسیو ودرو رئیس جمہوریہ امریکہ اپنے لئے ان سے کام لیتا ہے،"

موجودہ دور میں عبدالکریم ایک بلند ترین مقام پر فائز ہونے کے لائق ہیں، حتیٰ کہ ہمارے جزائری مقبوضات میں بھی آپ قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں آپ کی مثال اشتراکیوں کے معتمد کی طرح ہے، جو اپنے مبلغین کو اپنی دعوت و تحریک کے پھیلانے کے لئے تمام اقطار عالم میں بھیجتا ہے"

موسیو جان مارسیلیاک کہتا ہے:

"گذشتہ جنگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے، کہ کسی شخص کو قتل کرنے کے لئے زیادہ طاقت صرف کرنے کی ضرورت ہوا کرتی تھی، لیکن عبدالکریم اور آپ کے مغربی اشخاص کی جنگ نے ظاہر کر دیا کہ انگلی کا ایک اشارہ بھی ایک شخص کو قتل کرنے کے لئے کافی ہے۔"

فرانسیسی مندوب مارشل لیوتی مقیم مراکش نے کیا خوب کہا ہے:

"میں دیکھ رہا ہوں کہ موجودہ تشویش ناک اور پرخطر حالت ریف سے تجاوز کر کے شمالی افریقہ تک چھا گئی ہے، کیونکہ عالم اسلامی ابن عبدالکریم اور اسپین کی اس جنگ کا بڑے اہتمام کے ساتھ منتظر ہے، یہ بھی مشہور ہے کہ پورا شمالی افریقہ امیر عبدالکریم کے موجودہ انقلاب کی طرف نہایت اہتمام اور توجہ کے ساتھ نظریں جمائے ہوئے ہے، جو لوگ بغاوت اور فتنے برپا کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں، وہ اسپینیوں کو الٹے پاؤں لوٹانے تک چین سے نہ بیٹھیں گے، حالانکہ اسپینی فوجوں کے پاس جدید توپیں اور جنگ کا بہترین ساز و سامان اور مسلح لشکر ان وطنیوں کے مقابلہ کے لئے آراستہ ہے، جن کے پاس سوائے بندوقوں اور دستی بموں کے اور کوئی ہتھیار نہیں۔"

مرکیز میجونزاک کہتا ہے:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن عبدالکریم نے اس وقت ہم پر امن وسلامتی کے احتجاجات کی بارش برسائی اور اسپینی مسئلہ کو ہموار کردیا، لیکن اس میں کس کو شک وشبہہ کی گنجائش ہے کہ وہ بہت جلد ہم پر حملہ آور ہو جائیں گے؟ تمام عالم اسلامی آپ سے حلف وپیمان کا مطالبہ کر رہا اور اس کے لئے آپ کو ترغیب دے رہا ہے، ہندوستان، مصر اور تونس وغیرہ ممالک آپ کو شمالی افریقہ کو آزادی دلانے والا اور استعمار کو مغلوب کرنے والا تصور کرتے ہیں"

برطانوی پارلمنٹ کا رکن مسٹر کلوزتی کہتا ہے:

"ابن عبدالکریم ایک جنگجو، جفاکش اور زعیم شخص ہے، وہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ جمہور کو کس طرح اپنا مطیع وفرمان بردار بنائے، یہاں تک کہ ہندوستان، بغداد اور قاہرہ کے باشندے اس کو امیر المومنین اور مجاہد اسلام کے تابل شمار کرتے ہیں، اگر اس کے مرکز کی یہی کیفیت رہی، جس میں وہ شمالی افریقہ، ممالک عربیہ اور اناضول کو جہاد و انقلاب کی دعوت دے رہا ہے، تو انگلستان، فرانس اور اطالیہ کو خطرناک حادثات سے دوچار ہونا پڑے گا، کچھ بعید نہیں کہ یہ خطرات روس کو بھی جا گھیریں"

جرمن اخبار "دوتیشہ جمینہ نسا یتونغ" رقمطراز ہے:

"امیر ابن عبدالکریم ان قبائل کا زعیم ہے، جو اسپین کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ یہ ایک با اقتدار اور صاحب اثر، شہرۂ آفاق، زعیم دانا و فہیم، ماہر پیشوا و قائد، دوراندیش اور سیاست داں شخص ہے۔ اس امر سے بخوبی واقف ہے، کہ اپنی قوم کو کس طرح آمادۂ عمل کردے۔ آپ اس منطقہ کے حکمراں ہوئے، جو اجنبی حکومت کے ظلم و استبداد کا تختۂ مشق بنا ہوا تھا، یا جس کو قدیم رومانیوں نے، جن کے سامنے بڑی بڑی طاقتوں نے سر جھکا دیا تھا، اپنا نشانہ بنایا لیکن اس کو فتح نہ کرسکے۔"

فرانسیسی اخبار "طان" لکھتا ہے:

"ہمارا منطقہ مراکش میں عظیم الشان خطرات کا نشانہ بن گیا ہے۔ ہماری مراد ابن عبدالکریم سے ہے، جس نے جنرل سلفستر اسپینی کو ۱۹۲۱ء میں بری طرح شکست دینے کے بعد اپنا نفوذ و اثر وسیع پیمانہ پر بڑھا لیا ہے۔ اس نے محسوس کرلیا ہے، کہ اس دن اسپینی فوجوں نے اپنے پیچھے جن اسلحہ اور ذخیروں کو چھوڑا ہے، ان سے کس طرح فائدہ اٹھائے۔ اس کے مددگاروں اور حامیوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے، کہ وہ اب اس قدر طاقتور

ہوگیا ہے کہ جب تک اس کے پاس جدید جنگی ساز وسامان کی بہتات ہے، وہ برابر یورپ کی ہر بڑی سلطنت کا مقابلہ کر سکے، میں اسپین کی جلا وطنی سے پیشتر گذشتہ برسات کے موسم میں شمشوان میں تھا، میں عبد الکریم کی اُس تاثیر کو، جو ریفیوں کے دلوں میں جاگزیں ہے، دیکھ کر حیران وششدر ہوگیا، کیونکہ وہ مجھ سے بیان کر رہے تھے کہ امیر کے مددگار و مساعد ہماری طرح نہیں لکھا کرتے یعنی زمین پر چارزانو بیٹھ کر، اور نہ وہ ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے ہاتھ میں کاغذ اٹھاتے ہیں، بلکہ وہ تمھاری طرح میز کے سامنے بیٹھتے اور تمھاری طرح ٹائپ رائٹر استعمال کرتے ہیں، آپ کو جب اپنے مددگاروں کے پاس کوئی پیغام بھیجنے کی ضرورت ہوتی ہے تو کسی قاصد کو نہیں روانہ کرتے جیسا کہ عام دستور ہوگیا ہے، بلکہ آپ ان سے ٹیلیفون سے گفتگو فرماتے ہیں، جب اُن سے ملاقات کا ارادہ کرتے ہیں، تو گھوڑے کی پیٹھ پر سوار نہیں ہوتے، بلکہ تمھاری طرح وہ موٹر کار میں بیٹھ کر ان کے پاس جاتے ہیں، آگے چلکر انھوں نے کہا "آپ اس چیز کے مالک ہیں جس کے فرانسیسی مالک ہیں اور وہی کام انجام دیتے ہیں جس کو فرانسیسی کرتے ہیں"

(۲)

جان مارسیلیاک کی زبانی امیر کی ملاقات کا حال

فرانسیسی اخبار" جزل" مورخہ ۲۰ رجنوری ۱۹۲۵ء میں اس کے نامہ نگار موسیو جان مارسیلیاک کا ایک مضمون شائع ہوا، جس میں مضمون نگار نے عبدالکریم کے مستقر قریہ اجدیر کا حال پھر امیر کے حالات قلمبند کئے ہیں اور اس گفتگو کو نقل کیا ہے، جو دونوں کے درمیان ریف کے ناظر امور خارجہ ازرخاں اور ناظر محکمۂ مال عبدالسلام کے روبرو پیش آئی، اس میں وہ بیان کرتا ہے، کہ آزاد ریف کی امارت کا پایہ تخت ایک ایسا قریہ ہے، جہاں مچھلیوں کے شکاری بستے ہیں، جس میں عبدالکریم اور ان کے مددگاروں کے مکانات ہیں، یہ تمام تر سادہ ہیں، ان میں کچھ بھی تعمیری صنعت کاریاں نہیں اور نہ یہاں کی عمارتیں اونچی ہیں، مقالہ نگار نے اس کمرۂ اجلاس کا ذکر کیا ہے، جہاں امیر نے اس کا استقبال کیا، یہاں صرف چند سادہ چونے کی دیواریں تھیں، جن پر کچھ بھی نقش و نگار نہیں کیا گیا تھا، بعض ایسی کرسیاں تھیں، جو اسپین کے مال غنیمت میں سے ہاتھ آئی تھیں، عبدالکریم کا حلیہ اس نے اس

طرح بیان کیا ہے جو یہ ہے، میانہ قد و قامت، سیاہ آنکھیں، تیز عقابی نظر، روشن دانت، سیاہ خفیف سی داڑھی، سادہ لباس، ہاتھ میں نہ تو کوئی انگشتری اور نہ ان کے پاس شان امارت کا مظاہرہ کرنے والی کوئی چیز، ان کے چہرے سے بہادری، پیشانی سے ستارۂ بلندی اور کمال عقل و ذہانت آشکار ہے، ہمیشہ لبوں پر مسکراہٹ کی لہر دوڑتی ہے نامہ نگار لکھتا ہے:

امیر نے مجھ سے مصافحہ کیا، ہم کبھی اسپینی زبان میں گفتگو کرتے جس کو وہ اچھی طرح ادا کر سکتے تھے اور کبھی عربی زبان میں، جس کو وہ ایک ترجمان کے ذریعہ سمجھاتے تھے، مجھ سے زیادہ تمہیدی گفتگو میں وقت صرف نہیں کیا، بلکہ میری ملاقات کی غرض و غایت دریافت کی، میں نے کہا کہ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کا مقصد اس جنگ سے کیا ہے؟ کیا اجنبیوں کو خواہ وہ کوئی ہوں، اپنے ملک سے نکالنے کے لئے جنگ کا جھنڈا لہرایا جارہا ہے یا یہ صرف ریف کی غرض سے ہے، جب ریف آزاد ہو جائے گا تو کیا یہ جنگ بند کر دی جائے گی؟

عبدالکریم نے جیسا کہ ان کی عادت اپنی تمام گفتگو میں اسی قسم کی ہے، دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں نے تمھارے مقصد کو سمجھ لیا، کہ تمھارا اشارہ کس جانب ہے اور تمھارا مطلب کیا ہے جنرل رویر لیفیرا اور اس کے ساتھی شبہات پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ہماری اس جنگ کو دینی جنگ کی حیثیت سے نہ کہ وطنی جنگ کی نوعیت

سے پھیلا رہے ہیں، نیز ہمارے متعلق یہ مشہور کر رہے ہیں کہ ہمارا مقصد مغرب سے تمام افرنگیوں کو نکال باہر کرنا ہے، لیکن یہ افواہیں سراسر جھوٹ اور بہتان پر مبنی ہیں، ہم صرف رلیف چاہتے ہیں .... اور رلیف کے علاوہ ہمارا کوئی مطمح نظر نہیں،

میں نے کہا بعض لوگ جو تمھارے ملنے والوں میں سے ہیں، یہ گمان کرتے ہیں کہ تمھارا ارادہ ورغا کے فرانسیسی مراکز پر حملہ آور ہونے کا ہے اور تم ان مراکز کو منہدم کر کے فاس کی طرف فرار ہو جانا چاہتے ہیں، جہاں عوام آپ کے ہاتھ پر جامع ادریس میں بیعت کر لیں اور آپ کو مغرب کا بادشاہ بنا دیں،

عبدالکریم نے جواب دیا، یہ اُن لوگوں کی باتیں ہیں، جن کو عقل و حواس سے ذرا بھی علاقہ نہیں، خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے آپ کو عقلمند و دانا تصور کرتا ہوں ——— میں نے کہا اس کے باوجود تمھارے لوگ اُس جنگ میں شریک تھے، جس میں ہمارا لشکر اُن حدود پر ہی ٹھہر گیا تھا، جو رلیف سے متجاوز نہیں تھے، اس لحاظ سے تم نے اس سے مقابلہ کر کے فرانس کو دعوت مبارزت دے دی اور اس پر حملہ کیا،

امیر نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ صحیح ہے کہ تمھارے اس مقابلہ میں، جس میں تم پر حملہ آور ہوا، میری جماعت کے لوگ ضرور موجود تھے، اس لئے کہ میں نے متعدد خطوط کے ذریعہ تم سے یہ پوچھا کہ اس

پیش قدمی سے تمہارا مقصد و مدعا کیا ہے، اور وہ کون سے مراکز ہیں، جنکو تم نشانہ بنانا چاہتے ہو، لیکن تم نے جواب دینے سے انکار کر دیا، تمہارے کانوں میں جوں تک نہ رینگی، دوسرے آس پاس کے سرداروں اور رئیسوں نے ان کے ساتھ میری جانب سے بے اعتنائی کی مجھ سے فریاد چاہی، تم بخوبی اس مرکز سے واقف ہو، جس کو میں نے اس وقت پا لیا تھا، میں فرانس کا دشمن نہیں ہوں بلکہ میں اس کے ساتھ اتحاد اور ملاپ چاہتا ہوں، خطرناک حالات کے پیش نظر اکثر زعماء نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا اور ترغیب دی کہ میں تم پر دھاوا کر دوں، لیکن میں ان کے اس مطالبہ سے انکار کرتا رہا، نہیں بلکہ میں تو ان کو مشورہ دیتا رہا کہ تم سے مصالحت کرلیں، چنانچہ اکثر مرتبہ میں نے تمہیں اس باب میں تحریر کیا، لیکن تم ٹس سے مس تک نہ ہوئے اور میری تحریر کا کوئی جواب نہ دیا۔

میں نے کہا: آپ کا بھی فریضہ ہے کہ مسئلہ ریف میں ہمارے مرکز سے بھی واقف اور خبردار ہو جائیں، ہم ایسے معاہدوں میں جکڑے ہوئے ہیں، جن کی وجہ سے اسپین کو یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اسپین ہی ریف کا مالک و مختار ہے،

امیر نے کہا ریف میرا ہے اور میرے اہل وطن ساتھیوں کیلئے ہے،

میں نے کہا: کس لئے تم نے اپنے مطالبات وقت پر پیش نہیں کئے۔ اور کیوں تم نے اپنے حقوق کی تائید اس دن نہیں کر دی جب

کہ جزیرہ کانفرنس میں مغرب کا قضیہ فیصل ہو چکا تھا؟

امیر نے کہا: جزیرہ کا معاہدہ ہماری اقتصادی، تجارتی اور دینی آزادیوں کا پورا ضامن تھا، لیکن جب سے اسپین نے ہمارے حقوق غصب کرنا شروع کر دیئے ہم نے بھی اپنی صدائے احتجاج بلند کر دی، میں نے اکثر مرتبہ آگاہ کیا کہ اسپینی حکومت اُن مظالم اور قرضوں میں گھری ہوئی ہے، جس کا ارتکاب اس کے لوگ کیا کرتے تھے، میں نے اس کے روبرو اس کے اس گمراہ کن رویہ اور اُس غیر مہذب طریقہ کو وضاحت سے بیان کیا، جس کو وہ اختیار کئے ہوئے ہے، لیکن اہل اسپین نے میری باتوں کی پرواہ تک نہ کی۔

میں نے کہا: تطوان میں مجھ سے شد و مد کے ساتھ کہا گیا ہے کہ تم فرانس سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو اور تمھارا یہ ارادہ ۱۹۱۴ء سے ہے، کیونکہ تم نے قبیلوں کو ہمارے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنے کا قصد کیا اور ان کو آلات و اسلحہ سے مدد پہنچائی،

اس سنگین سوال پر عبدالکریم کا خون کھول اٹھا انھوں نے درشت انداز اور تیز لہجہ میں کہا جس وقت تم عبدالمالک کے ساتھ جنگ و جدل میں معروف تھے، میرا کردار اور میری سیرت تمھارے ساتھ جو کچھ تھی وہ محتاج تعارف نہیں، لیکن ہتھیار لے جانے کے مسئلہ کے واقعہ کے متعلق کہنا یہ ہے کہ میں اسپینیوں کے نزدیک محاصل اور پیداوار کی جانچ پڑتال پر کارگزار تھا، اس زمانے میں اسلحہ لے جانے والے قافلے طیلا

سے نکلتے تھے، جن کو اسپینی افسر جرمن تاجروں کے لئے لے جایا کرتے تھے'
یقیناً میں نے اپنی مملکت ریف میں پہنچکر یہ ثابت کر دیا کہ میں فرانس کے ساتھ
اتحاد و دوستی کا ارادہ رکھتا ہوں، حالانکہ اس سے پہلے میرے پاس مغرب
سے اور تمام اسلامی ممالک سے مختلف خطوط آئے تھے، جن میں مجھے ترغیب
دی گئی تھی کہ مغرب سے اجنبی طاقتوں کو نکال دوں اور زمام قیادت اپنے
ہاتھ میں لے لوں، لیکن میں نے محض تمھارے ساتھ صلح و آشتی کی غرض
سے اس مطالبہ کو رد کر دیا، مگر تم ہو کہ جب کبھی میں تمہارے قریب ہوتا
ہوں تو ترشروئی کے ساتھ مجھ سے ملاقات کرتے ہو، تم نے اپنے شہروں
سے میری طرف معمولی اشیاء کی درآمد کو بھی روک دیا، تم نے آلات
زراعت، مثلاً کدال، بیلچے، تارکول، اور ضروری زیتون کے تیل کو بھی آلوٹ
موبائلس کے لئے لے جانے کی اجازت نہ دی۔

میں نے کہا: میرا خیال ہے کہ ہم اس وقت بغیر کسی مسامحت اور فرو
گذاشت کے فرانس کی آزادی اور اس کے اختیارات کے باب میں
گفتگو کر رہے ہیں، کیونکہ جب ہمارا اعتقاد ہے کہ تم کسی دن ہم پر حملہ آور
ہونگے تو کس طرح ہم تمھارے لئے کدال اور بیلچوں کو لے جانے کی
اجازت دیسکتے ہیں؟ کیا اس لئے کہ تم ان کے ذریعہ ہم سے جنگ کرنے
کیلئے خندقیں کھودو؟ یا ہم چونا لیجانے کی اسلئے اجازت دیں کہ اس کے
ذریعہ تم قلعہ تعمیر کر دیا ایسے مواد بھیجیں، جنکی بدولت تم کہربائی سیارہ عل
کو ایجاد کر کے اپنی جنگ کی مشین کو تیز تر کر دو، اگر ہم ان مادوں کو بھیجیں

معاہدے کی رو سے نہ بھی روک سکتے تو ہم نے ان شبہات کی بنا پر روک دیا جو ہماری طرف سے تمھارے متعلق کیے گئے ہیں، کیا تمھارا خیال ہے کہ دینی جنگ اس قدر ارزاں ہو گئی ہے جس کو تم سمجھ رہے ہو؟ بخلاف اس کے فرانس نے ہمیشہ ان شہروں کے دین کا احترام کیا، جن میں وہ اس وقت حکمراں ہے، یہی حال مغرب اور اس کی تمام نوآبادیوں کا بھی ہے

امیر نے جواب دیا: میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ فرانس کے متعلق میں حسن ظن رکھتا ہوں، میں یہ نہیں کہتا کہ فرانس نے مسلمانوں کو مصیبت میں گھیر رکھا ہے، میں ان لوگوں میں سے ہوں، جو مسیحی اقوام کو بھی ہمارے شہروں میں دینی آزادی دینے کے روادار ہیں، یہ سارے ادیان بذات خود صالح ہیں، تمھاری دیانت تمھارے لئے سزاوار فلاح اور ہمارا دین ہمارے لئے باعث خیر و صلاح ہے، اس نقطۂ نظر پہ اتفاق کر لینا کافی ہے، باقی رہا صدق نیت اور حسن ارادہ تو وہ دونوں طرف سے رہیں گے

میں نے کہا: پھر تو جب تم ریف کے حکمراں ہو جاؤ گے تو کیا اپنی سلطنت میں غیروں کے داخل ہونے پہ رضامند رہو گے؟

امیر نے کہا: اسمیں کس کو شک ہو سکتا ہے؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ فرانس کے جو لوگ ہمارے پاس آتے ہیں، ہم ان کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرتے ہیں، نیز خود تمھارے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا، ہم تمھارے ساتھ ہر طرح کا لین دین کرنے کے خواہشمند ہیں تاکہ ہم ایک دوسرے سے مستفید ہو سکیں۔

میں نے کہا: کیا ورغا میں تم ہمارا ابھی حق تسلیم کرنے کے لئے تیار رہو گے، یا وہاں بھی ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ ہے؟

امیر نے کہا: وہاں کی سرحد کو میں اچھی طرح نہیں جانتا اور نہ مجھے یہ معلوم ہے، کہ وہاں دونوں منطقوں کے حدود کہاں تک پہنچتے ہیں، اس کے باوجود میں اس مسئلہ پر مساوی طور سے بحث کرنے کیلئے تیار ہوں، میں کوئی سیاسی شخص نہیں ہوں، میں ہر بات میں آزادی اور وضاحت کو ترجیح دیتا ہوں، میں تم سے امید کرتا ہوں کہ تم بھی میرے اس قول کی تصدیق کرو گے اور میرا ساتھ دو گے، کہ میں فرانس کے ساتھ بہرحال اتفاق کرنے کو پسند کرتا ہوں اور اس مقصد کے لئے اپنی پوری قوت صرف کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔

میں نے کہا: پھر ایک بار مجھے تم اجازت دو کہ میں تم سے اسپین کے بارہ میں صلح کرنے کے لئے گفتگو کروں، تم نے قرض کی ادائیگی کے علاوہ جنگی ساز و سامان کو حوالہ کر دینے کی شرط لگائی ہے، بالخصوص بڑی توپوں کا مطالبہ کیا ہے، ان توپوں کے دہانوں کو کس طرف پھیرو گے؟ ظاہر ہے کہ ان توپوں کا رخ تو اسپین کی طرف نہ ہوگا کیونکہ تم اس سے صلح کرو گے، پھر تو ان کو لینے کا مقصد فرانس سے جنگ کرنا ہے۔

عبدالکریم نے اس وقت مسکراتے ہوئے کہا مذکورہ گفتگو کا مقصد تو یہ نہیں تھا، پھر آپ نے کہا فرض کیجئے کہ ہم نے یہ مطالبہ کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہمارے یہ مطالبات پورے نہ حاصل ہوں

تو کم از کم تو حاصل ہو جائیں گے"

فرانسیسی نامہ نگار کی مذکورہ بالا ترجمانی میں گو اس بات کا احتمال ہے کہ راوی نے بعض ایسی چیزوں کے تذکرہ کو چھوڑ دیا ہو، جو اس کے مزاج کے ناساز گار تھا، تاہم اس گفتگو میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد بن عبدالکریم کے سیاسی تدبر کی دھاک یورپ کے ارباب سیاست کے دلوں پر کس حد تک بیٹھی ہوئی تھی، اور حکومتی منفاہمت اور طرز گفتگو میں آپ کی فکر اور آپ کی بصیرت کس درجہ تک تھی،

لیکن فرانس کیا ابن عبدالکریم کی دوستی کے دم بھرنے اور آپ کی محبت کی تکرار یاد دہانی پر قانع ہو سکتا ہے؟ ہمیں تو ہرگز اس کا خیال نہیں ہوتا، بلکہ ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ جب تک فرانس کی مالی حالت اس کے لئے نامساعد ہے، تب تک وہ عبدالکریم کے ساتھ اعلان جنگ نہیں کرے گا، فرانس نے امیر کے ساتھ اتحاد و دوستی کا جو دعویٰ کیا وہ محض اس خوف کی بنا پر تھا کہ مبادا آپ پورے یورپ پر مسلط ہو جائیں خصوصاً یہ امر مخفی نہ رہا کہ فرانس نے عبدالکریم کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کس قدر کوشش کی، جس کا نتیجہ اُن خوفناک جنگوں کی شکل میں نمودار ہوا جن کا ذکر آئندہ صفحات میں آنے والا ہے۔

(۳)

لوید جارج کی نصیحت دشمنان ریف کے نام

ریف کا یہ قضیہ اُن قضایا میں سے ہے، جن کے ساتھ یورپ نے ہمیشہ بیدردی و جہالت برتی، ان میں اُس نے ہمدردانہ غور و فکر کرنے کو بھی مناسب نہ سمجھا، ان سے اس قدر بے اعتنائی کی کہ ان پر نظر کرنا بھی گوارا نہ کیا، آخر کار تلوار جب بیباک ترجمان بن کر آئی تو سبھوں نے اس کی طرف کان دھر دیئے، ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ جب فرانسیسی انتداب شام پر اور برطانوی انتداب فلسطین پر مقرر ہوا، تو اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے جولائی ۱۹۲۲ء کو امیر شکیب ارسلان اور ان کے رفقار لندن گئے ہوئے تھے، انھوں نے دارالسلطنت انگلستان میں امیر محمد بن عبد الکریم کی جماعت کے دو شخصوں سے ملاقات کی، ان میں سے ایک سید عبد الکریم ابن الحاج علی تھے اور دوسرے امیر کے خسر سید محمد بن محاوی تھے، امیر کی جانب سے یہ دونوں صلح کی بات چیت کرنے کے لئے حکومت انگلستان کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجے گئے تھے، امیر شکیب ارسلان اور ان کے مابین بہت دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا، ان دونوں کو ان کی درخواست کے مطابق انگلستان سے کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا تھا، امیر البیان نے ان سے کہا: میں نہیں

سمجھتا کہ انگلستان اس واسطہ کو قبول کرلے گا، اولاً یہ کہ اس کی یہ نگرانی حکومت اسپین کی رضامندی کی بدولت ہوئی ہے، ثانیاً انگلستان کا عقیدہ یہ ہے کہ آخر کار غلبہ و فتح اسپین ہی کے مقدر میں ہے، میرا مشورہ تمھارے متعلق یہ ہے، کہ تم بلا احساس کمتری خود ان سے صلح کے لئے واسطہ کا مطالبہ کرو، کیونکہ انگلستان کسی کمزوری کو پسند نہیں کرتا، مجھے یقین کامل ہے، کہ انگریز جب یہ دیکھیں گے کہ تم آخر دم تک ثابت قدم ہو، تو ان کو واپس ہونا پڑے گا اور تمھارے مطالبات کو منظور کرنے میں ان کو کوئی عذر نہ ہوگا۔"

چنانچہ یہی ہوا کہ پہلے تو انگریزی اخبارات و جرائد مثلاً ٹائمس وغیرہ نے ریف اور ریفیوں کے معاملہ سے قطع نظر کر لیا تھا اور ان کے اور اسپین کے مابین صلح کی راہ میں ہر طریقہ سے رکاوٹ ڈالتے تھے، وہ اب ان کے رہبر و اسی مواد کو پیش کرنے لگے اور اس جنگ کے تلخناک تجربات اور ناخوشگوار نتائج کے متعلق جو اسپین کو درپیش ہوئے بحث کرنے لگے، ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ جو لوگ اسپین اور ریف کی صلح کو ضروری قرار دینے کی طرف مائل تھے یعنی حملوں اور جنگوں کو موقوف کر دینا ناگزیر تصور کرتے تھے، ان میں سے ایک لوید جارج ہے، جس نے اپنے ایک مقالہ میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے، اس کا سبب اس کے سوائے اور کیا ہوسکتا ہے کہ انگریزوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ ریفیوں کے ثبات و استقلال کے مظاہرہ کا مشاہدہ کر لیا،

یورپ کے مشہور سیاستداں مسٹر لوید جارج نے برطانوی وزارت کی صدارت سے معزولی کے بعد سے اس وقت کی دنیا کے سیاسی حالات پر گراں قدر مضامین نشر کئے، جنھوں نے حکومتوں کے سیاسی معاملات میں گہرا اثر ڈالا، کیونکہ یہ مضامین دوران جنگ اور مابعد جنگ کے حالات کی سیاسی حکمتوں سے لبریز تھے، انہی مضامین کا ایک باب ایسا ہے جو مسئلہ مراکش کے پیش منظر و پس منظر پر روشنی ڈالتا ہے چونکہ یہ ہمارے پیش نظر موضوع سے لگاؤ رکھتا ہے اس لئے ہم اسے یہاں نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں:

انگلستانی وزیر اسطرح خامہ فرسائی کرتا ہے:

اہل اسپین مراکش میں بدبختی و ابتری کی حالت میں گرفتار ہیں، کیونکہ وہ ریف کے بزہائے کوہی کی سینگوں کو تھامے ہوئے ہیں، نہ تو یہ ان کو رام کر سکتے ہیں اور نہ ان کو آزاد ہی کر دیتے ہیں، بلکہ یہ کبھی کبھی اپنی سینگوں سے ان پر حملہ آور ہوتے اور ان کو ایسے دھکے دیتے ہیں، کہ انکی پیشانیاں خون آلود ہو جاتی اور ان کے سہانے خواب زائل ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہاں کی پہاڑیاں ان حملہ آوروں کے لئے دفاع کا بہترین موقع دیتی ہیں، جو لوگ اپنی آزادی کے لئے لڑتے ہیں، ان کے لئے پہاڑیاں بہترین پناہ گاہوں کا کام دیتی ہیں، جن کی آڑ میں وہ دفاع کا کام اچھی طرح انجام دیتے ہیں،

اس کی کیا وجہ ہے کہ فرانسیسی مراکش خوشحالی اور آسائش کی

فضا میں سانس لے رہا ہے اور بام ترقی پر گامزن ہے، بخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ اسپینی مراکش ہمیشہ قتل و خون اور قلق و اضطراب کا مرکز رہا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ فرانسیسی خطہ میں بسنے والے اکثر لوگ شاداب مقامات میں رہتے ہیں، اسی لئے ان کو زیر کرنا آسان ہے لیکن اسپینی خطہ میں جا بجا لق و دق میدان اور دشوار گذار پہاڑ حائل ہیں میں نے دو سال قبل اُس خطہ کا سفر کیا۔ جہاں موجودہ جنگیں برپا ہیں، ملیلہ کے سوائے باقی تمام مقامات پر سکون طاری تھا، صرف ملیلہ میں ریفی جماعت اپنی آزادی کے لئے بغاوت پھیلا رہی تھی، یہاں اسپینی فوجوں کو بڑی طرح شکستیں اٹھانی پڑیں، ریفیوں نے ان سے بے شمار اسلحہ، ذخیرے اور رسد مال غنیمت میں حاصل کی، جس کی وجہ سے ان کو بہت تقویت پہنچی حالانکہ ان کے پاس صرف قدیم اسلحہ تھے، اس قدر غذائی سواد ہاتھ آیا جو ان کے فقر و فاقہ کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کافی تھا،

ریفیوں کے اندر اس قدر قدرت و قوت پیدا ہو گئی ہے، کہ وہ سمندری راستہ کے ذریعہ اور فرانسیسی منطقہ سے اسلحہ کی بڑی مقدار خرید سکیں، ان کے قیدیوں سے جدید قسم کے اسلحہ حاصل کر سکیں، اور مغاربہ کے ہاتھوں سے اسپینی قیدیوں کو رہا کرنے کے بدلہ میں بے شمار مال فدیہ میں حاصل کر کے دوبارہ ان اموال کے ذریعہ دیگر ذخیرے خرید سکیں، یہی وجہ ہے کہ ریفی باشندے پیہم جنگ کرتے اور اپنے دشمنوں

کو شکست دیتے اور ان کو قید کر لیتے ہیں، اس طرح حالات نازک سے نازک ہوتے جا رہے ہیں۔

اسپین اپنی پیہم شکستوں سے پہلے صرف یہی کافی سمجھتا رہا کہ رہزنوں اور باغیوں کی اس جماعت سے جنگ کرنے کے لئے معمولی سا کوئی لشکر بھیج دیا جائے۔

لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد اس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ اس کے لئے ایک ایسا منظم لشکر پوری قوت و طاقت کے ساتھ تیار ہو گیا ہے، جو فتح کے پختہ عزائم کو لے کر اٹھا ہے۔ اس وقت اسپین کی آنکھیں کھلیں اور خوف و دہشت اس پر طاری ہو گئی، اس نے ضروری سمجھا کہ ضائع شدہ منطقہ کو لوٹانے کی کوششیں کرے اس لئے اس کا منظم لشکر ملیلہ اور اس کے اطراف ساحل سے متصل مقامات کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ آسانی کے ساتھ مدافعت کر سکے،

ہر شخص بآسانی یہ خیال کر سکتا ہے کہ موجودہ اسلحہ اور جنگی ایجادات و اختراعات مادی قوت کو دوبالا کر رہے ہیں، ان کے مقابلہ میں لغاوت کوئی خاطر خواہ نتائج پیدا نہیں کر سکتی، مگر گذشتہ پچیس سال کے واقعات و حوادث جو جنوب افریقہ، آئرلینڈ اور مراکش میں پیش آچکے ہیں، اس نظریہ کی تردید کرتے ہیں، کیونکہ انگلستان کو مجبور ہونا پڑا کہ جنوبی افریقہ کے کسانوں کے ایک چھوٹے سے مقبوضہ کو رام کرنے کے لئے سمندر کی پہنائیوں میں چار لاکھ فوج کو بھیجے اور پندرہ کروڑ پنہات

دگنی) خرچ کرنا پڑا، جب جنگ کے شعلوں سے نجات نہ مل سکی تو صلح نامہ میں وہاں کی آزادی کو تسلیم کرنا پڑا۔

مراکش میں کیا ہو رہا ہے؟ بغاوت اور انقلاب کے شعلے بھڑک رہے ہیں، ادھر منطقۂ ملیلہ ہتھیار سے آراستہ ہے، ادھر تطوان کا منطقہ اسپینیوں کے ہاتھ سے قریب ہیں نکل جانے والا ہے؟

۱۹۲۳ء میں میں نے مراکش کی سیر کی، میرے پہنچنے سے پیشتر تطوان کی طرف جانے والا راستہ وہاں کی قریب کی معرکہ آرائیوں کی وجہ سے سخت خطرناک ہو گیا تھا، جنگی سڑک کی تعمیر اور تطوان تک ریلوے لائن بنانے کی وجہ سے اسپین کے اکثر اشخاص کو نذرِ فنا کر دیا تھا، مزدور، فوجیوں اور قلعوں کے درمیان کام کر رہے تھے، اس منطقہ کے زعیم اور ریسولی کے درمیان پرخاش کا منظر دیکھنے میں آیا۔ جس سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے ہم وطنوں کو اس پر اعتماد نہیں رہا ہے۔ کیونکہ اس کا نفوذ و اقتدار گھٹ گیا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ تطوان کا خطہ تمام تر جنگ اور بغاوت میں جل رہا ہے۔ حکومت اسپین نے یہ طے کر لیا ہے کہ بعض ان مراکز کو سمیٹ لے۔ جہاں اسپینی فوجیں ایک سال سے جانے سے رکی ہوئی ہیں، اس وقت اسپینی حکومت نے مجھے یقین کے ساتھ کہا تھا کہ اندرونی مقامات حتیٰ کہ شمشوان تک امن کے ساتھ سفر کرنا بالکل اسی طرح آسان ہے جیسا کہ طیارہ میں بیٹھ کر غرناطہ کی طرف سفر کیا جائے، لیکن آج اس

طرح کا سفر ناممکن ہے، کیونکہ جنگ کا راستوں پر کبھی دور دورہ ہے
اسپینی فوجوں کی طرف حکومت نے یہ احکام بھیجے ہیں کہ وہ تطوان
کی جانب ہٹ جائیں؛

اسپینی حاکم اور اس کی حکومت کا فرض ہے، کہ وہ نہایت جرأت
اور شجاعت کے ساتھ اس مشکل مسئلہ کو حل کرنے کی قرار داد پیش
کرے، اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ باغیوں کے تمام منطقوں سے اپنی فوجوں
کا تخلیہ کرے، ورنہ جنگ کئی سال تک جاری ہو جائے گی، اگر اسپین
جنگ کرنا ہی پسند کرے اور اپنی فوجوں اور خزانوں کو بھی اس راہ
میں لگا دے، پھر بھی اس کے فاتحانہ انجام میں شک وشبہہ ہے، بلکہ
اس سے پیش آنے والے نتائج سے بھی خطرہ ہے،

جو ہمت شکن کوششیں پہاڑی قبائل کو مطیع وتابعدار کرنے
کیلئے صرف کی جارہی ہیں کسی کو بھی اس کی ذرّہ برابر امید نظر نہیں
آتی، اکثر اوقات دوسری قوموں نے اس قسم کے خطرناک حالات
میں یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے ظالمانہ ارادوں کو چھوڑ کر نرم پالیسی اختیار
کی، مثلاً روم کے اکثر قیصروں نے ان جنگجو قبائل سے جنگ کرنے کو
روک دیا جو سرحدوں میں بغاوت پھیلایا کرتے تھے، انھوں نے اسی کو
ترجیح دی کہ مضبوط منطقوں سے فائدہ اٹھایا جائے تاکہ باغیوں کو رام
کرنے کے لئے کوئی بہتر موقعہ ہاتھ آجائے، یہی روش انگلستان
شمالی ہندوستان کی بعض سرحدوں میں اختیار کر رہا ہے۔ اکثر مرتبہ

افغانستان و ہندوستان کی سرحدوں پر پہاڑی قبائل حملہ آور ہوتے ہیں اور ان کی بغاوت کو فرو کرنے اور ان کو محکوم بنانے کے لئے ان پر زبردست فوجوں سے حملہ کیا جاتا ہے یہ تادیبی حملے حکومت پر بے فائدہ اخراجات کا ایک انبار ثابت ہوتے ہیں۔ صرف ان سے یہ عہد کرنے کے بعد کہ دوبارہ قتل و غارت نہیں کریں گے، یہ فوجیں واپس لوٹ جاتی ہیں، اس سے انگلستان کی ہیئت میں کوئی خرابی نہیں واقع ہونے پاتی۔

اسپین نے اس سے پہلے اپنے آپ کو ان ہی مصائب میں گھرا ہوا پایا، مگر ان پر قابو نہ پا سکا، جیسے جیسے اسپین اپنی فوج اور خزانے سمندر کی پہنائیوں میں لٹا رہا ہے، ویسے ویسے وہ تنگیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوتا جا رہا ہے، مجھے تو حاکم اسپین کی زندگی بھی خطرہ میں نظر آتی ہے، آخری حل یہی ہے کہ اسپین ساحلی مقامات کو مضبوط کر لینے ہی پر اکتفا کرے، اسی میں اس کی تجارت اس کی حمایت اور اپنے شرف و آبرو کی ضمانت ہے۔

پانچواں باب

فرانس اور ریف

(۱)

وادی ورغہ کے حدود کا مسئلہ

اسپینوں کے تخلیہ کے دوران میں فرانسیسیوں اور ریفیوں کے درمیان حدود پر آپس میں جھڑپیں ہوگئیں، جن کے واقع ہونے کا سبب یہ تھا کہ دونوں منطقوں کے مابین طبعی حدود موجود نہ تھے کیونکہ وہاں خاص کی شمال مشرقی جانب ایک خطہ واقع تھا جس کا نام وادی ورغہ ہے، اب تک کسی نے وہاں پیش قدمی نہ کی تھی، لیکن فرانسیسی دعوئی دار تھے، کہ یہ خطہ ان شہروں میں شامل ہے، جو ان کی زیر حمایت ہیں، چنانچہ اسی خطہ کی طرف امیر ابن عبدالکریم نے دسمبر ۱۹۲۴ء کو اپنے آدمیوں اور مددگاروں کو بھیجا، ان کے ساتھ وطنی قبائل کے لوگ بھی شریک ہوگئے، ان سبھوں نے محفوظ مقامات میں قلعہ بندیاں کردیں، اس اقدام نے فرانسیسی کابینہ میں ایک کہرام مچادیا مارشل لیوتی مندوب فرانس ضروری تدابیر اختیار کرنے کے لئے مغرب کی طرف تیزی کے ساتھ واپس ہوا، اس نے اپنے سفر کی روانگی کے وقت اخباروں کے نامہ نگاروں کے روبرو اس

امر کی صراحت کی کہ وہ مستقبل کے خطرناک اضطراب انگیز حالات کا مقابلہ کرنے اور ضروری چارہ جوئی کے لئے مغرب کی جانب لوٹ رہا ہے۔

اس کے علاوہ امیر ابن عبدالکریم نے فرانسیسی مندوب کی تصریحات پر حسب ذیل جواب دیا:

"یہ خطہ ریف کے قبضہ میں اس وقت سے رہا ہے، جب کہ ہیسپانیوں نے اس میں اترنے کے لئے آخر میں پیش قدمی کی ہے، جب تک حکومت ریف مغرب اقصیٰ کو ان منطقوں میں تقسیم کرنے کا اعتراف نہ کرے جو مختلف اجنبی حکومتوں کی حمایات میں شامل ہیں، تب تک میرے نزدیک اس کی یہ دونوں حیثیتیں برابر ہیں، خواہ اس کو اسپین اپنا تابع بنانے کا وعدہ کرے یا فرانسیسی اس کو اپنے ان شہروں کا ایک جز سمجھیں جو ان کی زیر حمایت ہیں، دنیا میں ملکیت کے صحیح اور حق بجانب ہونے کے لئے صرف ایک آزمائش ہے اور وہ کسی خطہ میں بالفعل اتر پڑنا ہے اس بنا پر میرا لشکر ان مراکز پر جو حدود پر واقع ہیں، اتر پڑا ہے اور میری حکومت نے یہاں کے بسنے والے قبائل کو اپنے زیر اثر کر لیا ہے"

قریب تھا کہ اس کشمکش اور مشکل مسئلہ کی وجہ سے اس وقت فرانس اور ریف کے درمیان جنگ چھڑ جائے، لیکن اسپینی تخلیہ نے فرانس کی توجہ کو حدود کے بسیط مسئلہ کیطرف سے ہٹا دیا، اس نے احتیاطی وفاعی تدابیر اختیار کرنا شروع کر دیں [illegible] نے فرانس کو جلا وطنی کے بعد کے نتائج پر غور و فکر کرنے پر آمادہ کر دیا جسکے سیاسی

خطرات عسکری تلخناک حوادث سے کچھ کم نہ تھے، کیونکہ فرانس یہ دیکھ کر کہ امیر کے مبلغین ملک کے طول و عرض میں منتشر ہو چکے ہیں، اپنے منطقہ میں بھی عبدالکریم کے نفوذ و اثر سے خوفزدہ ہو گیا۔

درحقیقت فرانس عبدالکریم کے ساتھ موجودہ طرز اختیار کرنے کے لئے عرصۂ دراز سے تیاریاں کر رہا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب فرانس نے ممالک شام سے اپنے لشکر کے خرچ کے نام سے پچاس لاکھ فرنک حاصل کئے تو اس مال کو مغرب اقصیٰ کے میزان اخراجات میں شریک کر دیا اور اعلان کر دیا کہ اس نے یہ رقم دفاعی ذرائع اختیار کرنے کے لئے محفوظ کر رکھی ہے، جب کہ مغرب اقصیٰ میں فرانس اور ریف کے مابین جنگ چھڑ جائے۔

لیکن دور اندیش و مدبر امیر نے جو سیاسی مضرات اور اس کی چالوں سے بخوبی واقف تھے، فرانسیسی اخبار "جرنل" کے نامہ نگار کے روبرو ایسا صریح بیان دیا، جو فرانس کے اندیشوں کو جو اس منطقہ سے متعلق تھے، دور کرنے کیلئے کافی تھا، تاکہ فرانس مبادا امیر کے شہر کی آزادی میں روڑے اٹکا دے، ہم قارئین کیلئے مذکورہ گفتگو پیش کرتے ہیں کیونکہ یہ آپ کے سیاسی مستقبل میں آپ کی تجویز پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے:

امیر نے نامہ نگار سے کہا:

"میں مغرب اقصیٰ سے مسیحی اقوام کو نکالنے کے لئے دینی جنگ نہیں

کر رہا ہوں، بلکہ میں رلیف کو محکومی سے نجات دلانے کے لئے لڑ رہا ہوں۔ میں اس نزاع و اختلاف میں فرانسیسیوں سے جھگڑا ہو جانا نہیں چاہتا بلکہ میں انتہائی طور پر آرزو مند ہوں کہ ان کے ساتھ صلح و اتحاد ہو جائے۔ میں انشاء اللہ اس دوستی و اتحاد تک پہنچنے کے لئے اپنی امکانی کوشش صرف کر دوں گا، میں نے ان تمام مطالبات کو ٹھکرا دیا جو زعماء کی طرف سے میرے سامنے پیش کئے گئے تھے کہ میں ان کی قیادت کروں تاکہ وہ فرانسیسیوں کے مقابلہ کیلئے روانہ ہو جائیں۔ میں بار بار ان سے یہی مطالبہ کرتا رہا کہ وہ صلح جویانہ اور امن پسندانہ روش اختیار کرنے کو اپنا فریضہ گردانیں۔

ہم اپنے شہروں میں مسیحی قوموں کے لئے ان کے تمام دینی معاملات میں پوری پوری آزادی دینا چاہتے ہیں۔ تمام ادیان بذات خود نیک ہیں، ہمارے لئے ہمارا دین، اور تمہارے لئے تمہارا مذہب۔ نیک ارادوں کے لئے اتنی ہی ضمانت کافی ہے!

ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ رلیف میں ہمارے قدم جمنے اور ہم کو کامل آزادی نصیب ہو جانے کے بعد اجنبیوں کو اپنے شہروں میں داخل ہونے کی اجازت دیں۔ اگر فرانسیسی بھی ہمارے ملکوں میں تجارت کرنے یہاں کے کاموں میں ہاتھ بٹانے اور اپنے کاموں کو ہمارے پاس خوش اسلوبی سے انجام دینے کے لئے آنا چاہیں، تو ہم ان کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔"

پھر امیر نے درعہ کے حدود کے خط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:
" اس کی صحیح حد بندی نہیں کی گئی، میں اس مسئلہ پر اتفاق کرنے کے لئے بحث کرنے پر اپنے دل کی گہرائیوں کے ساتھ تیار ہوں۔"

نامہ نگار نے امیر ابن عبدالکریم اور مولای یوسف سلطان مغرب اقصیٰ کے تعلقات کا ذکر چھیڑا، تو اس نے دیکھا کہ ابن عبدالکریم نے اپنے لئے سلطان کا لقب قبول کرنے سے، جسے اسلامی متعدد قبیلوں نے عطا کرنے کا ارادہ کیا تھا، انکار کر دیا اور صرف امیر کے لقب کو اپنے لئے پسند کیا۔

لیکن ان تمام تصریحات سے تھوڑا یا بہت کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہوا کیونکہ فرانس نے جنگ کے بھنور میں کود پڑنے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہی کافی سمجھا کہ مغرب میں الجزائر کیلئے اور شمال میں مراکش کیلئے جمہوریہ مغرب کو قوی کر دے، چنانچہ مارشل لیوتی نے اپنی فوجوں کو حدود پر جمع کرنا اور ان مقامات پر فصیلیں قائم کرنی شروع کر دیں، جہاں تک ابن عبدالکریم کا لشکر پیش قدمی کر چکا تھا۔

۱۳۴۳ھ مطابق اواخر اپریل ۱۹۲۵ء کو عید الفطر کے بعد پیرس کے اخباروں نے اس بنا پر کہ عبدالکریم ان شہروں پر قبضہ جما چکے ہیں جہاں تک فرانس اور اسپین نہیں پہنچے تھے، امیر ابن عبدالکریم کے ساتھ جنگ کی ضرورت کے لئے فرانسیسی عوام کی رائے کو ہموار کرنے کی غرض سے راستہ صاف کرنا شروع کر دیا۔

(۲)

ریف اور فرانس کے درمیان جنگ

حادثات کے واقع ہونے کے زمانے میں تاریخ کے واقعات قلمبند کرنا ناممکن ہے خصوصاً جنگی حوادث کی تاریخ نگاری اور بھی دشوار گذار ہے، کیونکہ تاریخ کی تدوین کے لئے دو بنیادی امور کی ضرورت ہے اوّل یہ کہ اخبار اور مستند واقعات کی تحقیق و تفتیش صرف ایک ماخذ سے ممکن نہیں بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام مصادر کی طرف رجوع کیا جائے، دوم اخبار و واقعات کی نشر و اشاعت اور ان کی تدوین میں خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کی جائے، امیر ابن عبدالکریم اور فرانس کی جنگ کے واقعات کے لئے سوائے فرانسیسی خبر رساں دفاتر کے جو تمام مراکشی شہروں اور خود پیرس کی جنگی وزارت میں عام تھے۔ اور کوئی معلومات کا ذریعہ و سرچشمہ نہیں، اس کے علاوہ ہم نے فرانسیسی ماخذوں سے آئی ہوئی خبروں پر بھی توجہ دی ہے، کیونکہ بعض پہلوؤں سے وہ حقیقت حال پر مجموعی طور سے روشنی ڈالتی ہیں

(۱)

یکم مئی ۱۹۲۵ء تا ۱۲ مئی

یکم مئی۔ مغربی فوجیں فرانسیسی منطقہ کے شمالی درعہ میں گھس پڑیں۔
۳ مئی۔ وہ خطے جن میں مغاربہ فرانسیسی منطقہ سے داخل ہوئے۔ دفاعی وسائل سے محروم ہیں، ان کی مساحت حدود اور فرانسیسی فصیلوں کے مابین دس کیلومیٹر ہے۔

ریفیوں نے حدود کے ہمسایہ قبائل کو فرانسیسیوں کے خلاف اُبھارنا شروع کر دیا۔

مارشل لیوتی کو یقین ہے کہ وہ اپنی فوجی طاقت سے موجودہ حالت کا مقابلہ کرنے کی اپنے اندر طاقت رکھتا ہے،

۴ مئی۔ فرانسیسی فوجوں نے سرعت کے ساتھ اپنی تنظیم کر لی اور مغاربہ کی پیش قدمی میں رکاوٹ ڈال دی، ان تدابیر کے ختم ہونے سے پیشتر ہی حملہ کر دیا گیا، فرانسیسیوں کو اس دوران میں بہادرانہ مقابلہ کرنا پڑا، ریفیوں نے ان کی ایک مضبوط فصیل توڑ دی اور ہتھیار کے ذریعہ اس میں راہ نکالی،

۵ مئی۔ مارشل لیوتی نے حالات کو اپنے قابو میں کر لیا، ریفیوں نے فرانسیسی منطقہ کے حدود کو توڑ دیا، وادی ورغہ میں بسنے والے اور

منطقہ قازہ کے شمالی حصہ میں رہنے والے بنی زروال کے قبیلوں کو اپنے ساتھ چلنے پر آمادہ کرلیا، پھر انھوں نے بعض فرانسیسی اگلے مراکز کا محاصرہ کرلیا، یہاں مارشل لیوتی نے بطور احتیاط فوجیں جمع کر رکھی تھیں، ان فوجوں نے تین گروہوں میں لشکر کو ترتیب دی تھی انھوں نے فرانس کے محصور مرکزوں کو رسد بہم پہنچانے اور یہاں سے ریفیوں کے حملوں کی روک تھام کرنی شروع کردی۔

مارشل لیوتی فاس سے میدان جنگ کی طرف آیا، اور خود فوجی تنظیم کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا، ظاہر میں پتہ چلتا ہے کہ ابن عبدالکریم نے اس حملہ کے لئے تقریباً بیس ہزار کا لشکر تیار کر رکھا تھا

حکومت فرانس نے مغرب اقصیٰ کی طرف مدد بھیجنے کا فیصلہ کیا جس کا بیشتر حصہ ہیئت والوں، طیارہ والوں اور ریاضی والوں پر مشتمل تھا۔

اب مارشل لیوتی نے ساٹھ ہزار لشکر کی قیادت کی زمام اپنے ہاتھ میں لی، جس میں سے دو تہائی حصہ کو ریفیوں کی جنگ میں کام لینے کا ارادہ کیا،

۶۔ مئی۔ فرانسیسی لشکر نے جو قلب میں جنگ کر رہا تھا، ریفیوں کے کئی ایک حملوں کو روک دیا۔

۷۔ مئی۔ فرانسیسی طیاروں نے پانی کو برف کی سلوں کی شکل میں بیابان کے جہات میں محصور چار یا پانچ فصیلوں کی طرف پہنچایا؛

کولونیل فریدینبرگ کی کامیابی کی جو خبریں آئی ہیں، انھوں نے

ان اندیشوں میں جو ایک بہت بڑی جنگ کا پیش خیمہ تھے کچھ کمی نہ کی کیونکہ جنرل کولمبات جب بیبان کے اطراف پہنچا، تو اس نے دیکھا کہ ریفی فوجیں مضبوط قلعوں میں خندقوں کی ایک قطار میں محفوظ ہیں، جن میں آگ روشن کی ہوئی ہے، اس قسم کے کارنامے مغربی اقوام کی گذشتہ تاریخ میں ناپید نظر آتے ہیں۔

۸ مئی ماتان لکھتا ہے: کہ ریفی جدید جنگی آلات و اسلحہ سے مسلح تھے جن میں مشین گنیں اور بیاس بڑی توپیں آٹھ لڑ دیا ہے اور چھ ہوائی جہاز تھے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ امیر ابن عبدالکریم اس نقل و حرکت کے ذریعہ تازہ و فاس کی ریلوے لائنوں کو اکھیڑ دینا چاہتے ہیں، لیکن جنرل کولمبات کولونیل فریڈبنرگ اور کولونیل کمباہی کی زیر قیادت فرانسیسی فوجوں کے حملوں نے ریفیوں کی پیشقدمی کو روک دیا، اور مزید انتظار کیا گیا کہ الجزائر سے بھیجی ہوئی فوجیں پہنچنے کی صورت میں طول محاذ پر ریفیوں کو روک دیا جائے۔

ریفیوں نے اپنے مبلغین کو تافیلات کے اطراف اپنی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں پھیلا دیا۔

فرانس کے ارباب بست و کشاد نے جب مشاہدہ کیا کہ مراکش میں فرانسیسی منطقہ پر ریف کا خطرہ نازک صورت اختیار کر گیا ہے تو اس نے ضروری تصور کیا کہ ابن عبدالکریم کو شکست فاش دینے کے لئے عسکری، سیاسی اور اقتصادی تمام اسباب و وسائل کو اختیار

کر کے پیہم حملہ کر دیا جائے، اس قسم کا حملہ اسپین کی فوجی امداد کے بغیر ناممکن تھا، پیش قیاسی کی گئی کہ مسیو بمیان وزیر خارجہ فرانس نے فرانسیسی سفیر مقیم لندن کے نام احکام بھیجے، تاکہ وہ وزیر خارجہ برطانیہ سے گفتگو کرے کہ مراکش میں فرانس اور اسپین کے مابین اتحاد پیدا کرانے کیلئے برطانیہ اپنی نظر عنایت سے اقدام کرے، بہت جلد سفیر فرانس موصل میں برطانوی مطالبات کے لئے انگلستان کے آگے فرانس کا معاہدہ پیش کر دے گا۔

۹ مئی۔ مسیو نبلعہ کہتا ہے

" بے شمار محصور مرکزوں کو ہوائی جہازوں کے ذریعہ سامان پہنچایا گیا، تاوقتیکہ مختلف کمکیں اور آلات و اسلحہ وغیرہ جن کا مطالبہ مارشل لیوتی نے کیا ہے نہ پہنچ جائیں کسی بڑی کارروائی کا امکان نہیں موجودہ حملہ ختم ہونے کے بعد تمام وسائل کے ذریعہ صورت حال کے مطابق فیصلہ کن کاری ضرب لگائی جائے گی۔ ہم برطانوی و اسپینی حکومت کے ساتھ پورا اتحاد کرنے کے لئے کام کر رہے ہیں "

موریتن پوسٹ رقمطراز ہے: اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی جاتی کہ افریقہ کے شمال مغربی حصہ میں مغاربہ اور یورپین کے درمیان جو جنگ چھڑی ہوئی ہے وہ ایک دینی جذبہ کے تحت ہے، فرانس نے تونس میں اور انگلستان نے وادی نیل میں زبردست خطرہ محسوس کیا، اگر ابن عبدالکریم کے اندر اتنی طاقت ہے کہ وہ اپنے خطرناک پروپیگنڈہ کو

جاری رکھنے کے لئے مسلسل کام کریں اور اس کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے، تو عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ پورا شمالی آفریقہ جنگ فتنہ و بغاوت کی آگ میں لپٹ جائے گا۔

۱۰ ر مئی۔ جنرل نیاسل عسکری طیران گاہ کے معتمد عمومی نے مغرب اقصیٰ کی طرف سفر کیا تاکہ فضائی جنگ کی کوششوں کو وسیع کیا جائے۔

ریفیوں کی زبردست فوجیں جمع ہوگئیں اور ایسے مقامات میں اتر گئیں جو نہایت مضبوط تھے، ان کا مقابلہ کرنے کے لئے جنرل شامبرون نے تمام عسکری اور سیاسی تدابیر اختیار کیں۔

طولون میں مغرب اقصیٰ کی جنگ کے لئے فصیلیں تیار کی گئیں

۱۱ ر مئی۔ مسیو بنلفہ نے مسیو اسولا وزارت جنگ کے سکریٹری اور مارشل تباین اور جنرل وبینی کے ساتھ مختلف عسکری امور میں بحث کی، ـــــــــ مغرب اقصیٰ کیطرف کمکیں بھیجی گئیں۔

ابن عبدالکریم نے اپنے بھائی کو قبیلہ جبالا کے آدمیوں کو فوج میں بھرتی کرنے کے لئے اسپینی منطقہ کی طرف ششوان میں روانہ کیا

۱۲ ر مئی۔ عسکری کارگزاریاں الجزائر اور فرانس سے بھیجی ہوئی کمکوں اور اہم ساز و سامان کے پہنچنے کے انتظار میں وقتی طور پر موقوف ہوگئیں

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ امیر عبدالکریم کے پاس سات ہوائی جہاز ہیں وہ اسپینی مال غنیمت میں سے حاصل کئے ہوئے نہیں، بلکہ بالکلیہ وہ انگلستان سے خریدے گئے ہیں، انگریزی

اخبار "اسٹار" نے ابن عبد الکریم کے قاصدوں کی گفتگو سے انگلستان سے جنگی ساز و سامان کو خریدنے کا حال شایع کیا، تو فرانس کے سیاسی حلقوں میں چہ میگوئیاں بڑھ گئیں۔

(۲)

۱۳ مئی ——— تا ۲۰ مئی

۱۳ مئی۔ مارشل لیوتی کو ایک طرح کی کمک پہنچ گئی۔ اس نے ان چھاؤنیوں کو جو اب تک محصور تھیں، نجات دلانے کے لئے نقل و حرکت شروع کردی۔

فرانسیسی فوجوں نے توپوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ بیبان کی محصور فوجوں کو رہائی دلانے کے لئے صبح میں جنگ شروع کردی اور مساعد حالات میں پیشقدمی کی، جہاں اہل ریف ایسے خندقوں میں محفوظ تھے، جن کو جدید فن کے مطابق کھودا تھا،

۱۴ مئی۔ فرانسیسی فوجوں نے ان محفوظ قلعوں کو، جن کو ریفی لشکر بیبان کے پہاڑی سلسلہ میں کام میں لایا کرتے تھے، سخت مقابلہ کرنے کے بعد چھین لیا، ریفی لشکر جنگ کرتے ہوئے شمالی جانب سمٹ گیا، نصف النہار کے وقت پھر ریفی اُلٹے پاؤں پلٹے اور ہر مقام پر جنگ کرنی شروع کردی، تب تک فرانسیسیوں نے متعدد فصیلوں کو چھڑ لیا تھا،

جنرل نیاس معتمد عمومی طیران گاہ عسکری مغرب اقصیٰ تک پہنچ گیا۔

۱۵ مئی۔ فرانسیسی طیاروں نے جدید طرز کے بڑے بڑے بم برسا کر ریفیوں کو بھاری نقصانات پہنچائے، یہ بم زمانۂ جنگ میں بنائے گئے تھے اور ابتک ان کو استعمال نہیں کیا گیا تھا، کیونکہ اسوقت صلحنامہ ہو چکا تھا۔

فرانس کی فوجی امداد کرنے والی بڑی کمکیں مغرب اقصیٰ کی طرف بھیجی گئیں، ان کے ساتھ زخمیوں کو منتقل کرنے والے چند طیارے تھے فرانسیسیوں نے متعدد مرکزوں کو غذائی رسد پہنچانے پر قابو پا لیا اس سلسلہ میں ماجور مازبرج مشہور طیارہ ران سخت چوٹ کی وجہ سے جو دوران جنگ میں اس کو لگی تھی ہلاک ہو گیا۔

اخبار روما نینتہ نے مغرب کی فرانسیسی فوجی کاروائیوں پر شدید ترین اعتراضات کئے، اس نے کل پیرس میں لونا پارک میں ایک اجتماع منعقد کرنے کی طرف دعوت دی، تاکہ مغرب سے فوراً تخلیہ کا مطالبہ کیا جائے۔

۱۶ مئی۔ کولونیل فریدنبرگ نے اپنے مرکزوں کے روبرو وسط میں نیا سخت حملہ کر دیا۔

۱۷ مئی۔ کولونیل فریدنبرگ کی فوجوں نے بوطومنت کی فصیل کو شدید معرکہ آرائی کے بعد نجات دی، جس میں ریفیوں نے اپنی توپوں سے گولے بھی برسائے، لیکن ان کا نشانہ ٹھیک نہ رہا، ریفیوں نے اپنا پروپیگنڈہ برالنس اور مناس میں تیزی کے ساتھ کرنا شروع کر دیا۔

۱۸ رمئی ۔ ریفی پیدل فوج تیز رفتار بندوقوں، مشین گنوں، جدید جنگی سازوسامان اور میدان جنگ میں پیغام رسانی کے سلسلہ کو قائم رکھنے کیلئے چند عدد ٹیلیفون کے ساتھ مسلح تھی۔ یہ لوگ فنون حرب سے خوب واقف تھے، قلعہ بندیوں اور میدان جنگ میں مورچوں کو اچھی طرح استعمال کرتے تھے، دفاع میں خندقوں کو پوری مہارت سے کام میں لاتے تھے، فرانسیسیوں کا یہ حال تھا کہ وہ بڑی توپوں کو بخوبی استعمال نہیں کر سکتے تھے اور نہ ان کو دشمن کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھ سکتے تھے، اسی لئے انھوں نے ان توپوں کو استعمال کرنا چھوڑ دیا جب کہ فرانسیسی طیارے پوری آب وتاب کے ساتھ میدان جنگ کی فضا میں پر تولنے لگے، اس وقت تک کوئی ریفی ہوائی جہاز دکھائی نہ دیتا تھا۔

۱۹ رمئی ۔ مغرب اقصیٰ کی طرف فرانس کی جدید کمکیں پہنچ گئیں ریفی اپنی فوجوں کو مسلح کرنے اور ہر قسم کی تیاریوں میں بڑے اہتمام کے ساتھ کوشش کرتے رہے، کہا جاتا ہے کہ ابن عبدالکریم نے تمام ریفی شہروں اور جبالا میں عام فوجی بھرتی کا اعلان کر دیا تھا۔

جنرل کولومبات کی فوجوں نے، جن کے پیچھے توپوں اور ہوائی جہازوں کی بڑی تعداد تھی۔ بیبان پہنچنے اور نمایاں جنگ کرنے اور مرکزوں تک غذائی رسد پہنچانے پر قابو پالیا، ان کو اس بات کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ ریفیوں کی اکثر فوجوں کو روک دیں، اُن سے ایک ایک بالشت بھر زمین لینے کے لئے جان توڑ کوشش کی، پوشیدہ خندقوں میں جا کر تلواروں

کے ساتھ گھڈ گئے دشوار گذار جنگلوں میں مضبوط قلعوں میں جنگجو بہادروں کے ذریعہ سے مقابلہ کرنے لگے۔

(۳)

۲۱ مئی ــــــ تا ۶ جون

۲۱ مئی۔ صدر ارکان جنگ مارشل لیوتی نے کافی کمکوں کے پہنچنے کا اعلان کیا، جن سے اب فرانسیسی حملہ کرنے کے لئے مورچہ بندی پر قادر ہو گئے ہیں۔

اس بات کا یقین ہے کہ ریفی مغربی میدان میں فرانسیسی مورچوں کے روبرو بڑی فوجوں سے حملہ آور ہو جائیں۔

۲۲ مئی۔ فرانسیسی عسکری کارروائیاں پھر نئے سرے سے نہایت شدت کے ساتھ شروع کر دی گئیں، کیونکہ ان فوجوں نے جو عین عائشہ کی طرف جمع تھیں، جنرل دی شامبروں کی زیر قیادت ریفیوں کے اس لشکر کے حملوں کو روکنے کے لئے زبردست کوشش شروع کر دی، جو حدود کے اندر داخل ہو گیا تھا اور دوبارہ روبرو کی فرانسیسی فصیلوں کو گھیر لیا تھا،

فرانس کی مجلس وزراء نے یہ قرارداد پیش کی کہ سینیٹ اور پارلیمنٹ دونوں مجلسوں سے مطالبہ کیا جائے کہ مغرب اقصیٰ میں جنگی کارروائیوں کے لئے معتد بہ اضافے کریں۔

جنرل شامبروں نے جنگی نقل و حرکت کردی اور مرکز درغہ اعلیٰ کو

چھڑانے پر قابو پالیا، حالانکہ ریفیوں نے زبردست فوجوں کے ساتھ زور شور کے ساتھ حملے کئے تھے، نیز انھوں نے فرانسیسیوں کا مضبوط قلعوں میں اور محکم مراکز میں ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا، اس کے باوجود فرانسیسی کامیاب رہے، ان کی پیشقدمی کو آسان بنانے کے لئے ان کے توپوں اور ہواؤں جہازوں نے شرکت کی، طیارے تیس مرتبہ میدان جنگ کی فضا پر منڈلائے اور پانچ سو بم برسائے۔

۲۳ رمئی۔ شمال میں ریفیوں کی بہت بڑی نقل و حرکت کی اطلاع پہنچی نیز یہ کہ ابن عبدالکریم نے وہاں پر اپنی فوجوں کو واپس بلانا شروع کر دیا ہے۔

۲۴ رمئی۔ جنرل دوحان کو جزائر کے حدود سے اٹلانٹک تک میدان ریف کا قائد عام بنا دیا گیا اور اس کے مددگار جنرل بیلیوت اور جنرل نشامبردن مقرر کئے گئے۔

ریفی اپنی فوجوں کو منطقہ کیفان، سولای علی کی سمتوں اور دماکو کی بلندیوں پر برابر جمع کرتے رہے۔

۲۵ رمئی۔ فرانسیسیوں کو ان چھ مراکز سے جو تاونات اور مولای علی کی سمتوں میں واقع تھے، پیچھے ہٹ جانا پڑا، کیونکہ ان کو غذائی رسد پہنچانا دشوار تھا نیز یہ مراکز محاصرہ کا نشانہ تھے۔

کولونیل کمبات کی فوجوں نے کیفان میں مزید کمک پائی۔ جبالا کے قبائل نے تاہا توف کے اطراف میں بسنے والے اسپینیوں پر حملہ کر دیا

بعض فرانسیسی اخباروں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ عبدالکریم اپنی کوششوں کو الجزائر کی طرف پھیر دینے پر مائل ہو گئے تھے،

۲۶ رمئی ۔ ریفیوں نے پوری قوت صرف کر دی، ان کی فوجوں سے تین سو شہسوار سقا کی طرف پہنچ گئے، ادھر فرانسیسی فصیلیں ہمیشہ ان ریفیوں کی بندوقوں کا نشانہ بنی رہیں، جو فرانسیسی فصیلوں سے مشرقی و مغربی فرلیوں پر نہایت زبردست دھاوا کرتے تھے۔

۲۸ رمئی ۔ فرانس کے وزیر وزارت نے پارلیمنٹ کے روبرو اُن فوجوں کی تعداد کے بارہ میں بیان دینے سے انکار کر دیا جو مغرب کی طرف بھیجی گئی تھیں، اس نے کہا فرانس کے نقصان کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے چار سو اشخاص ہلاک، تیس گمنام اور ۱۱۰۰ زخمی ہوئے،

۲۹ رمئی ۔ فرانسیسی حکومت نے پارلیمنٹ سے تین کروڑ بیس لاکھ فرانک طلب کیا، جو مغرب اقصیٰ کی جنگ کی پہلی قسط تھی ۔

۳۰ رمئی ۔ سیو ملفی نے پارلیمنٹ میں یہ اعلان کیا کہ فرانس اور اسپین صلح کرنے کی خواہش رکھتے ہیں، لیکن ابن عبدالکریم نے اس بارے میں فرانس کے سامنے کسی چیز کا اظہار نہیں کیا، اور ان سوالات کا جواب نہیں دیا، جن کو حکومت اسپین نے آپ کے سامنے پیش کیا تھا،

تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ دار بیضا میں اشتراکی تحریک و دعوت کا ایک اہم مرکز ہے، اس سلسلہ میں تین اشخاص کو گرفتار کر لیا گیا ہے

عربی بے شمار اخباروں کے ذریعہ سے وطنیوں کو بغاوت و انقلاب پر آمادہ کیا گیا۔

۳۱ رمئی پتہ چلتا ہے کہ بعض اہل ریف ہتھیار خریدنے کے لئے ہیبورگ کی طرف روانہ ہو گئے۔

۵ رجون - اسپینی فوجیں شدید معرکہ آرائیوں پر تیار ہو گئیں، انھوں نے ریفی فوجوں کی نقل و حرکت کو روک دیا جو وزان کے اطراف میں فرانسیسیوں پر حملے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔

فرانسیسی اخباروں کی معتبر اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ابن عبدالکریم کی فوجیں پچیس ہزار تھیں ان میں قبائل کے اشخاص کو شمار کیا جائے تو کل فوج کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچتی ہے۔

(۴)

۶ جون ——— تا ۲۶ جون

۶ رجون رفرانسیسیوں نے قلعہ بندیوں اور ذخیرہ کو محفوظ کرنے کے باوجود سکیر اور استبر کی دونوں فصیلوں کا تخلیہ کر دیا،

ریفیوں نے فرانسیسی فوج پر جو بائیں پہلو میں امن کی حفاظت کے لئے مقرر تھی، دھاوا بول دیا، دوسرے بازو پر بھی ظہر کے بعد زبردست جنگ برپا رہی۔

۸ رجون - فرانسیسی لشکر طاونات کے اطراف کے مختلف مقامات

سے پیچھے ہٹ گیا، لوٹتے وقت اس نے ان متعدد مراکز کو ایک اور مسمار کردیا، جو فرانسیسیوں اور قبائل محاربہ کے مابین جو ریفیوں سے جا ملے تھے، اتصالی نقطہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

بعد کی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ریفیوں نے بنی درکوب کے شمال اور مازیان کے پہاڑوں پر حملہ کردیا، ان کے ساتھ توپیں اور مشین گنیں تھیں۔

۹ جون مرکز لولس پر ریفیوں کے مسلسل حملے ہوتے رہے، ... کی فرانسیسی فوجیں بعض مقامات ... کامیابی کے ساتھ ... تھیں، ریفیوں نے فرانسیسی مورچوں کو درہم برہم کرنے کے لئے ... جنوبی ورغہ کے ساحل پر تھے پورا زور صرف کردیا، لیکن ان کو اس تشدد میں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

موسیو نبلغہ سدر وزارت نے شام کے پانچ بجے طولون کی طرف سفر کیا اس کے ساتھ مسیو نوران اتیک اور جنرل جاکیمو تھے، پھر وہاں سے صبح چھ بجے مغرب اقصیٰ کی طرف ... روانہ ہوگئے تاکہ شخصی طور پر موجودہ جنگی صورت حال کے بارے میں مارشل لیوٹی سے گفتگو کریں اور میدان جنگ کا مشاہدہ کریں۔

۱۰ جون ریفیوں نے وادی فاس کے متعدد مقامات پر فرانسیسی دفاعی خط کو توڑ دیا، فرانسیسی قیادت نے فیصلہ کیا، کہ غیر جنگجو باشندوں کو وزان کی جنوبی جانب بطور احتیاط منتقل کرلیا جائے۔

مسیو بلغہ اور مسیو لوران ایتاک طیارہ کے ذریعہ رباط فتح کی طرف پہنچ سکے، اور کچھ دیر مارشل لیوتی سے دونوں نے گفتگو کی۔

۱۱ جون ۔ مغربی و مشرقی میدانوں میں اسپینی مراکز کے اطراف ریفیوں کے تسلط میں کچھ اضافہ ہوگیا۔

برطانیہ نے الجزیرہ معاہدہ کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر فرانس اور اسپین کے لئے ریف کے ساحلوں کی حد بندی پر تدابیر اختیار کئے۔

۱۲ جون ۔ مسیو بلغہ اور مارشل لیوتی رات کے آخری حصہ میں صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے جمع ہوئے

۱۳ جون مسیو بلغہ صبح سویرے مازہ کے قرب و جوار میں فوجوں کو دیکھنے کیلئے گیا، اس کے ساتھ مارشل لیوتی، جنرل جالمو اور جنرل دوجان تھے، اس نے ورغہ کے میدان جنگ اور فوجی مراکز کا معائنہ کیا اور قائدوں کے ساتھ بہت دیر تک گفتگو کرتا رہا۔

۱۴ جون ۔ مسیو بلغہ طیارہ کے ذریعہ پانچ بجے فرانس کی طرف روانہ ہوا، جانے سے پہلے اس نے اعلان کیا کہ اس کا منشا دبابے اور فضائی آلات بھیجنے کا ہے، اس نے اس امر کا بھی اعتراف کیا کہ ریفی جنگی جذبات سے متصف ہیں ان کی فوجوں اور پہاڑی قبائل میں ہر قسم کی جنگ لڑنے کی استعداد ہے۔ لیکن ان کے پاس صرف چند توپیں اور مشین گنیں ہیں

۱۶ جون ۔ فرانسیسی فوجوں نے منطقہ وزان میں ریفیوں کے مسلسل حملوں کو جن کو انھوں نے آخری دنوں میں جاری کیا تھا ناکام کردیا۔

پھر ریفیوں نے وزان کی مشرقی جانب نقل و حرکت کی، لیکن ان کو ناکامی ہوئی، انھوں نے طاونات کے قلب میں نئے سرے سے ہجوم کر دیا، اس کے علاوہ پتہ چلتا ہے کہ فرانسیسی فوجیں بہت زبردست ہیں

۱۷ جون - باغیوں نے رات کے درمیانی حصہ میں اسپین کے مختلف مرکزوں سے ایقال کے اطراف حملہ کر دیا۔

امیر ابن عبدالکریم نے نامہ نگار ٹائمس سے کہا کہ آپ فرانس کے ساتھ صلح کے بارے میں اقدام کرنے کے لئے ایک معقول طریقہ اختیار کرنا چاہتے ہیں نیز آپ نے فرمایا ہم اپنی آزادی کی حفاظت چاہتے ہیں، اس کو حاصل کرنے کی راہ میں اپنی عزیز چیزوں کو بھی قربان کر دینے سے دریغ نہیں کرتے،

۱۸ جون - ریفیوں نے فرانسیسی مقامات پر تروال اور عولیشہ لاؤن کے اطراف میں سخت حملہ کیا، جو سبتہ کے شمالی جانب چھ کیلومیٹر پر واقع ہیں لیکن ان کے یہ تمام حملے روک دیئے گئے۔

۲۲ جون - فرانس اور اسپین کے مندوبوں نے مغرب اقصیٰ کے سمندری ساحلوں کی نگرانی و حفاظت کرنے کے لئے باہمی اتفاق کر لیا، نیز یہ طے کیا کہ ہر قیادت مستقل طور سے یہ حفاظت انجام دے، یہاں سے اسلحہ اور جنگی ساز و سامان کو فروخت کرنے پر کڑی نگرانی رکھی جائے۔

۲۳ جون - طان کے نامہ نگار مقیم فاس نے امیر ابن عبدالکریم کی فوجوں کا جو فرانسیسی مقابلہ کے لئے تیار کر رکھی ہیں، ایک لاکھ بتیس

ہزار کا اندازہ لگایا ہے اس کے علاوہ چھ ہزار کا لشکر اور ہے۔
۲۴ جون۔ دو ہسپانی جنگجو گروہ سنتہ و تطوان کے ایک حصہ میں زاد یہ کے قریب ریفیوں کی فوج کشی کو روکنے کے لئے اکٹھے کھڑے ہوئے۔
۲۵ جون۔ مولای یوسف سلطان مراکش کی دستخط سے ایک فرمان امیر ابن عبدالکریم کے خلاف نشر کیا گیا اور اس کو مسجدوں میں پڑھکر سنانے کا حکم صادر کیا گیا، اس کے بعد سلطان نے اسی دن صبح کو قبیلۂ لنتراغہ کی ملاقات اور ان زعماء سے تبادل خیالات کے لئے سفر کیا، جنھوں نے ابن عبدالکریم کے مبلغین کی کوششوں کو ناکام کرنے اور انکی ان تحریکات کے انسداد کے لئے پورا پورا زور صرف نہیں کیا جو ستول اور برالنس کے قبیلوں میں اپنا پروپیگنڈہ پھیلا رہے ہیں،
ریفیوں نے مشرقی جانب فاس کے روبرد کے اطراف میں وادی لبن کے راستہ سے فوج کشی کا راستہ کیا؛ اس سے پیشتر ریفی۔ شہسوار تازہ و فاس کے راستہ سے وہاں پہنچ چکے تھے۔
فرانس کے نیابی وفد نے شہر فاس کو چھوڑ دیا، جب اراکین وفد نے مولای یوسف سے روانگی کی اجازت طلب کی، تو انھوں نے کہا "تم ہمارے ابناء وطن کے ان کارناموں کو یاد کرو۔ جنھوں نے جنگ عظیم کے زمانے میں فرانس کے لئے انجام دیئے، اور انھوں نے ایسے وسائل ہمارے لئے فراہم کئے جن کی بدولت ہم نے دفاع پر قابو پایا۔"

(۵)

۲۶ جون ـــــ تا ۷ جولائی

۲۶ ر جون ۔ فاس اور تازہ کے درمیان رسل و رسائل کے ذرائع کو منقطع کر دینے کے لئے امیر ابن عبدالکریم نے عام دھاوا کر دیا۔

۲۷ ر جون ۔ فرانسیسیوں نے اس حملہ کو روک دیا، جن پر قبائل محلیہ کے اُن پانچ ہزار آدمیوں نے حملہ کیا تھا، جو فرانس کے خلاف برگشتہ ہو گئے تھے، ان کو بعض ریفی قبائل نے مدد پہنچائی، ریفی فوجیں پوری تیاری کے ساتھ ایک معین مقام میں جمی ہوئی تھیں، تاکہ جب قبائل کے اشخاص کا حملہ کامیاب ہو جائے، تو یہ جنگ میں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں۔

جنگ کی آئی ہوئی خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ اُن ریفیوں نے جن کو بڑی کمکوں سے زبردست قوت حاصل ہو گئی تھی، نہر کبیر پر سختی کے ساتھ دباؤ ڈالا۔ لیکن فرانسیسی لشکر اس حملہ کے مقابلہ میں طیاروں کی مدد کیوجہ سے مقام پر جما رہا۔

۲۸ ر جون ۔ فاس کی خبروں سے ریفی عام حملہ کی کوئی خبر نہیں پہنچی، بلکہ یہ پتہ چلتا ہے کہ فرانسیسوں نے منطقہ تازہ پر باغیوں کے شدید حملہ کو روک دیا اور ان کو بھاری نقصانات پہنچائے۔ جن ریفی فوجوں نے فرانسیسی منطقہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی، اُلٹے پاؤں لوٹ گئیں، فرانسیسی ہوائی جہازوں نے ۹ باغیوں کے مقامات پر بم برسائے

۲۹ر جون۔ باقی قبائل کے آدمیوں نے سلطان مغرب کی امارت کو بحال رکھنے کے لئے ریفیوں کے اس ہجوم کو روکنے کے لئے شرکت کی، جنھوں نے فاس اور تازہ کے خطا پر حملہ کیا تھا، ان کو فرانسیسی طیاروں اور مسلح لاریوں نے متواتر مدد پہنچائی۔ سلطان مغرب نے جنگی موریچوں کا معائنہ کیا، جو ان دلیروں کے دلوں میں ہمت، جوش اور بہادری کے جذبات کو ابھارنے کا موجب ہوا، جو اپنی بستیوں کی مدافعت کے لئے برسر پیکار تھے؛

۳۰ر جون۔ فرانسیسیوں نے ریفیوں کے حملہ کو روک دیا، جو وادی کبیر میں مشرقی طرف سے جنوب میں پیش قدمی کا ارادہ رکھتے تھے، جنگ زوروں سے برپا ہوتی رہی،

"نامہ نگار" "ماتان" مقیم فاس نے اندازہ لگایا ہے، کہ آخری حملہ میں جس میں آخری فیصلہ کن ضرب لگائی گئی تھی، ریفیوں کے ہزار آدمی ہلاک اور تین ہزار زخمی ہوئے۔

نیابی مجلس تحقیق مغرب اقصیٰ سے مرسیلیا کی طرف واپس آئی، اس کے صدر نے بیان دیا کہ حالت بیحد خطرناک ہے اور خطرہ یوں ہی جاری رہے گا، فرانس کی فوجوں کو رہائی دلانے اور اس کے نفوذ کو قبیلوں میں زیادہ کرنے کے لئے جلد از جلد حملہ کرنا ضروری ہے، ورنہ اکتوبر میں بارش کی وجہ سے عسکری نقل و حرکت دشوار ہو جائے گی۔

مسیو مالفی نے مسیو بنلیفہ اور مسیو بریان سے تبادلہ خیال کے

بعد مجریطا کی طرف سفر کیا۔

یکم جولائی - ایک خبر رساں ایجنسی کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ ریفیوں کا ارادہ ہے کہ فرانسیسیوں پر ایک وسیع پیمانہ پر قلب اور مشرق میں حملہ کریں، انھوں نے اکثر مقامات میں فرانسیسی لائنوں کو اکھیڑ دیا۔ فرانسیسی طیاروں نے اس منطقہ پر بم برسائے، جس کی فوجوں کی قیادت بوران میں عبدالکریم کے بھائی انجام دے رہے تھے۔

۲ رجولائی - ایک خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ توپوں اور مشین گنوں کی آگ نے ریفیوں کے پے در پے حملوں کو روک دیا، جنھوں نے وادی لین میں کوچ کرنے والی اور سامان پہنچانے والی فوجوں پر کیا تھا، نیز ریفیوں نے وادی امسون کے اطراف مشرق میں شدید حملے کئے تھے، فرانسیسیوں نے ان کو روک دیا اور اپنے مقامات کی حفاظت کرلی۔

جنگ کے طویل مورچے پر ریفیوں کا دباؤ نہایت سخت رہا۔ اور قریب میں ایک بڑے حملہ کا امکان پیدا ہوگیا۔

فرانس کے صدر وزارت نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ فرانس میں ایک عظیم اضطراب رونما ہوگیا ہے، ہم ظالموں کو روکنے اور دواجی امن وسکون پیدا کرنے کے لئے ہر ممکن تجویز کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں، عنقریب ہم صلح کرلیں گے بشرطیکہ اس کا امکان ہو اور ہمارے حقوق پر کوئی آنچ نہ آئے۔ اس نے اپنی تقریر ان الفاظ پر ختم کی کہ، فرانس تمام یورپی قوموں کے مابین مصالحت اور امن وسکون

پیدا کرنے کی ہر ممکن امداد کے لئے تیار ہے تاکہ یورپ ہر حملہ کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائے۔"

اس کے بعد مسیو بریاں نے ان الزامات کی تردید کی جو اس طرح عائد کئے گئے تھے، کہ فرانس ریفیوں کی آزادی کو غصب کرلینا چاہتا ہے اور ان کو ہر قسم کے غذائی رسد کو روک دینے کا ارادہ رکھتا ہے، اس نے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ فرانس ہمیشہ ان سے اچھے تعلقات رکھتا تھا ان کو یہ سمجھانے کی کوشش کرے گا کہ اس کے اس رویہ میں جو ان کے ساتھ ہمیشہ سے رہا ہے، کوئی تبدیلی نہ ہوگی اور فرانس صلح کی ہر شرط کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔"

۴ جولائی - ریفیوں نے کیفان کے مغربی حصہ میں ۲-۳ جولائی کو حملہ کردیا، بنو قاسم نے ان کا مقابلہ کیا اور شدید معرکہ آرائی کے بعد ان کو روک دیا۔

ارباب پارلیمان نے جو مغرب اقصیٰ سے لوٹ آئے تھے، الشکر کی ایک کمیٹی مقرر کی، جس میں انھوں نے تیز رفتار پیشقدمی کی ضرورت کا اظہار کیا اور مارشل لیوتی کو اپنے منصب پر برقرار رکھنے کی سفارش پیش کی، کیونکہ اس نے اہل مغرب کی نگاہوں میں بہت بڑی سیاسی کارروائی کو انجام دیکر عظیم الشان قدر و منزلت اختیار کرلی ہے، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ ایک عسکری قائد کا تعین بھی کیا جائے جو جنگی کاموں کے ادارہ کا والی رہے، ان ارباب پارلیمان نے جنرل، ویگنڈ

کو اس مقصد کے لئے مقرر کرنے کا مطالبہ کیا، یہ خبر بھی مشہور ہو گئی کہ مارشل لیوتی قریب ہی میں صدر وزارت سے گفتگو کرنے کے لئے پیرس پہنچ جائے گا۔

۶ر جولائی۔ "ڈیلی میل" کا نامہ نگار مقیم پیرس کہتا ہے:

پیرس کے با اثر حلقوں میں مراکش کی موجودہ اضطراب انگیز حالت کو نہایت خطرناک پہلو سے دیکھا جا رہا ہے، اب تک فرانسیسی مغاربہ کی جن بڑی بڑی مسلح فوجوں کو رسل و رسائل کے حدود کی حراست اور مغرب سے مشرق تک کے متصل جنگی مورچے کو باقی رکھنے کی حفاظت کے لئے استعمال کیا کرتے تھے، وہ فوجیں اب امیر ابن عبد الکریم کی صفوں میں شامل ہو گئی ہیں، فشتقالہ، غیاثہ اور رسول وغیرہ میں مغاربہ کے لشکروں کے درمیان بغاوت و انقلاب کی روح پیدا ہو گئی ہے۔ ان میں سے ایک بڑا حصہ بالفعل ابن عبد الکریم سے جا ملا ہے۔ باقیماندہ لشکر بھی مناسب موقع کی تاک میں ہے، اب یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ فرانسیسی و یورپی نفوذ و اثر کا مستقبل شمالی افریقہ میں خطرہ میں گھر گیا ہے، فاس اور تمام ممالک کا انجام قضا و قدر کے ترازو کے ایک پلڑے میں ہے، فرانسیسی حلقوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی ہے کہ موجودہ میدان امیر ابن عبد الکریم کے ہاتھ میں ہے نہ کہ فرانسیسی فوجوں کی قسمت میں۔

فرانس کا صدر وزارت کہتا ہے: تین سو کیلو میٹر کے طول پر

جو جنگی محاذ کھینچا گیا ہے، اس نے بعض متفرق مرکزوں کو قبائل کی حمایت کی نگرانی کرنے کے لئے دشواری پیدا کر دی ہے، اس کا باعث یہ ہے کہ رسل و رسائل کے ذرائع کی موجودہ حالت جنگ زدہ مقامات میں فوراً کمکیں پہنچانے کی اجازت نہیں دیتی، جیسا کہ جنگ عظیم میں ممکن تھا پھر عسکری مورچہ بندی نے جو ایک بڑی جنگی کاروائی کے قیام کے لئے فوجوں کو تیار کر رکھا تھا یہ فیصلہ کیا کہ وقتی طور پر ان قبائل کو چھوڑ دیا جائے، جن کو درہم برہم کرنے کے لئے ریفی خوف و دہشت کے تمام وسائل سے مقابلہ کر رہے ہیں، اس خبر کے پہنچنے میں کوئی تعجب نہیں، کہ ریفی ان اطراف میں پہنچ گئے اور فرانسیسی لشکر پیچھے کی طرف ہٹ گیا تاکہ اور فوجوں کو جمع کیا جائے، لیکن اس پیش قدمی اور قبیلوں کی جدائی کے برخلاف تمام کو یہ جاننا ضروری ہے، کہ شہر فاس مامون رہے گا، جس کو ابن عبدالکریم کے اشخاص سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو گا۔

مسیو مالفی مندوب "جنرل" مقیم مجرلیط نے تصریح کی کہ فرانس اور اسپین کے درمیان اتحاد کا معاہدہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، خواہ صلح کی گفتگو ہو یا جنگ کا اجرار، دونوں صورتوں میں دونوں سلطنتیں بالاتفاق اپنی آزادی کی حفاظت کے ساتھ ساتھ خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے باہمی تعاون کریں گی۔

فرانسیسی وزارت کو فرانسی اسپینی اتحاد کا عہدنامہ ملا، جو شرائط صلح پر مشتمل تھا، جس کی مراد یہ تھی کہ سرکاری مطالبات کے طور پر ایک

واسطہ کے ذریعہ پوشیدہ بات چیت پر صلح کو پیش کیا جائے، کہا جاتا ہے کہ وہ اس معاہدہ میں ابن عبدالکریم اور اہل ریف کو ان کے زراعتی اور اقتصادی امور میں پوری پوری آزادی بھی شامل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، یہ آزادی مغرب اقصیٰ کے سلطان کے زیر قیادت اور ان حدود کے دائرہ میں ہوگی، جن کو ریف کے لئے متعین کیا جائے گا، اس امر کا بھی احتمال ہے کہ یہ حدود فرانسیسیوں کی سمت سے نہر ورغہ کے تابع رہیں گے، امیر ابن عبدالکریم سے بعض عسکری مطالبات میں خصوصاً اسلحہ کو حوالہ کر دینے کا مطالبہ کیا جائے گا، لیکن آپ سے تمام جنگی ساز و سامان بالخصوص تیز رفتار بندوقوں کو، جو آپ کے پاس اسوقت موجود ہیں، حوالہ کر دینے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، یہ شرائط باوجود معتدل ہونے کے عبدالکریم کے اُن مطالبات کے مطابق نہیں، جن کو اسپینی سفیر نے زعیم ریف کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد پیش کیا تھا۔

جنرل نولان کو مغرب اقصیٰ میں قائد عام مقرر کیا گیا، اس نے اپنی عسکری زندگی کا معتدبہ حصہ شمالی آفریقہ اور شام میں گزارا تھا، اس سے پیشتر یہ عہدہ جنرل کیوما کو پیش کیا گیا تھا، لیکن اس نے انکار کر دیا تھا،

ریفیوں نے نہر لبین کے بلند حصوں میں سیارہ فوجوں کے مراکز پر جو شدید حملے کئے تھے، ان میں ان کو ناکامی ہوئی، اور شدید معرکہ آرائی کے بعد ان کو زبردست نقصان برداشت کرنا پڑا۔

فرانسیسیوں نے ۵ جولائی تا ۶ کے حملوں کو شدید جنگ کے بعد

روک دیا، وہ ان کی سیارہ فوج پر باب تازہ پر حملہ آور ہوئے تھے نیز انھوں نے ۵ جولائی کی رات میں عین معتوف کے قرب وجوار کے فرانسیسی مراکز پر جو نہر لین کی بلندیوں پر واقع ہے، ریفیوں کے حملوں کو روک دیا۔

پیش بینی کے طور پر عورتوں اور بچوں نے تازہ کا تخلیہ کردیا فرانس کے جنگی وزارت نے ایک خبر شائع کی جس میں ان اضطرا انگیز خبروں کی طرف اشارہ کیا جو آخری جنگ کے حوادث کو، جو مغرب اقصیٰ کے مشرق میں تازہ کی سمت میں واقع ہوئی، پھیلائی جارہی ہیں، اس میں یہ تحریر کیا گیا تھا" کہ بعض وہ قبائل جنھوں نے ہمارے ساتھ دوستی کی تھی، ہم سے علیحدہ ہو گئے، انھوں نے ہمارے اگلے مورچے میں ایک سرحد کے دروازے کھول دیئے جس کے ذریعہ سے ریفی اندر داخل ہوگئے، ہماری منظم فوجوں پر، جنھوں نے بہترین مقامات پر غلبہ پانا شروع کردیا ہے، دھاوا کردیا، لہذا عوام کا فریضہ ہے کہ وہ ایسے حالات وواقعات سے پریشان نہ ہوجائیں، جو استعماری جنگ میں ناگزیر طور پر پیش آیا کرتے ہیں"

اس خبر میں ان تمام مشکلات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، جن سے فرانسیسی دوچار ہورہے ہیں، جس کا سبب یہ ہے کہ ریفی لشکر ساز وسامان اور عسکری مہارت کے اعتبار سے آج سے

دس سال کی حالت کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہو گیا ہے، اس کے حملے منتظم اور وسیع ہو گئے ہیں، وہ قلعہ تعمیر کرتا، خندقیں کھودتا اور بہترین مورچے بناتا ہے، جب جدید فوجیں سخت ناگہانی ضرب لگا رہی ہیں، تو اس کا باعث یہ ہے کہ ان کے ساتھ اور قبائل بھی آکر مل گئے ہیں، اور ہمارے مورچوں تک دشمن کی فوجیں لوٹ پڑی ہیں۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے، کہ اگر ہم کو میدان کے دونوں طرف سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، تو ہم خوف و دہشت نہ کھائیں ہم کو بعض مقامات سے پیچھے ہٹ جانا پڑا ہے تاکہ ہم اپنی قوتوں کو جمع کریں، کیونکہ یہ رجعت قہقری آئندہ ہمارے لئے شدید حملوں کے لئے راستہ ہموار کرنے کا پیش خیمہ ہے۔"

طنجہ کا ایک برقیہ آیا کہ حکومتی پولیس کی فوجوں نے سات ہزار جنگجو لشکر کی امداد طلب کی ہے، کیونکہ اسے حکومتی منطقہ پر حملہ کا خوف دامنگیر ہے؛

۷ رجولائی۔ ایک اسپینی خبر مرسل ہے، کہ پولیس کی نقل وحرکت اور اسپینیوں کے مورچہ میں بعض مراکز کی امداد کے دوران میں ریفیوں کو بڑے بھاری نقصانات برداشت کرنے پڑے ہے، میدان جنگ میں ان کے دس اشخاص ہلاک ہوئے یورپی اسپینی باشندوں کے جملہ چار آدمی ہلاک اور زخمی اور باشندوں میں سے ۳۱ آدمی مجروح و مقتول ہوئے۔

بعض اخباروں نے بیان کیا ہے کہ ترکی نے عبدالکریم کے ساتھ تعاون کر لیا، لیکن حکومت ترکیہ نے اپنے سفیر مقیم پیرس سے مطالبہ کیا کہ اس روایت کی تردید کر دے، فتحی بک نے فرانس کی وزارت خارجہ کو یہ پیغام بھیجا کہ ترکی جو اپنے اور فرانس کے درمیان قدیم دوستی کا متمنی ہے اپنے وطن کے خارجی حدود میں دخل نہیں دیتا۔

چھٹا باب

اہل ریف کی بہادری اور انکی نقل و حرکت کا مظاہرہ

(۱)

امیر کا گھر

(امریکی اخبار شیکاغو ٹریبیون کے نامہ نگار کے قلم سے)

سب سے پہلی مرتبہ ۹ رجون ۱۹۲۵ء کو اجدیر میں قیادت عامہ کے مرکز کی ایک عمارت میں میری ملاقات عبدالکریم سے ہوئی، اس وقت امیر تین مختلف میدانوں میں جنگی کارروائی میں مشغول تھے، اس عمارت میں دو برابر کمرے تھے، جن کی مساحت تیس مربع قدم سے اور ان کی بلندی پندرہ قدم سے کسی طرح زائد نہ تھی، اس کے اطراف خندقیں کھودی گئی تھیں اور اس کے اوپر مضبوط پناہ گاہیں تعمیر کیگئی تھیں، تاکہ جس وقت دشمن کے ہوائی جہاز شہر پر حملہ آور ہوں، تو عبدالکریم اور ان کے آدمی ان پناہ گاہوں میں ٹھہر جائیں، زعیم نے جس کمرہ میں میرا استقبال کیا اسکی وسعت دس قدم سے بڑھکر نہ تھی، اسکا طول عمارت کے مساوی تھا، کھڑکیوں کے بجائے صرف تین چھوٹے سوراخ کئے گئے تھے، اس کمرہ کی ایک دیوار پر پانچ اسپینی بندوقیں آویزاں تھیں بالکل اس طرح جیسا کہ فوجی افسر حمائل کئے ہوئے ہوں، ایک ٹیلیفون بھی رکھا ہوا تھا، جس کو ریفیوں نے اسپینیوں سے حاصل

کرلیا تھا، اس ٹیلیفون کا تعلق تمام جنگی مورچوں سے رکھا گیا ہے، اس کے روبرو عبد الکریم اٹھارہ گھنٹے روزانہ بیٹھ کر اپنے افسروں اور اپنی فوجوں کو احکام و اوامر نافذ کرتے رہتے ہیں، سب سے پہلی نظر آپ کے مرکز قیادت میں پہنچنے کے بعد جس چیز پر پڑی وہ یہ تھی کہ آپ کا مکان نہایت سادہ اور شان و شوکت کے مظاہر سے خالی تھا، آپ کے بیرونی دروازہ پر صرف دو دربان تھے، لیکن اندرون میں میں نے کسی چپراسی یا دربان کو نہیں دیکھا، اسی طرح عبد الکریم کا سراپا مابہ الامتیاز نہیں، آپ میں اور آپ کے ہم وطنوں بلکہ سادہ معمولی لوگوں میں کوئی امتیازی چیز نظر نہیں آتی، آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے اور سفید ٹوپی پہنے ہوئے تھے اور پاؤں میں جوتے بھی پہنا کرتے ہیں بالکل اسی طرح جیسا کہ ان دونوں کو مغرب اقصیٰ کے باشندے استعمال کرتے ہیں، اس کے باوجود ایک اجنبی بآسانی آپ کو آپ کے حاشیہ نشینوں میں پہچان سکتا ہے، آپ کا چہرہ بھرا ہوا بیضوی ہے جس پر عربی ملاحت کے وہ آثار جھلکتے ہیں، جن کی بدولت یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے، کہ آپ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں آپ کی آنکھیں کشادہ، ڈاڑھی اور مونچھ کے بالوں کی سیاہی کو آپ کے چہرہ اور دانتوں کی چمک اور درخشانی نے زینت بخشی ہے، جب میں آپ کے پاس آیا تو مجھے سلام کیا اور خوش آمدید کہتے ہوئے یورپی طریقہ سے مجھ سے مصافحہ کیا، مجھے ان تکیوں پر بٹھایا، جو آپ کے مکتبہ

کے کمرہ کے دوسری طرف زمین پر قرینے سے دھرے ہوئے تھے
میں نے اپنے جوتے نکال ڈالے اور بیٹھ گیا، لیکن امیر ٹیلیفون کے
سامنے کھڑے ہو گئے اور اپنے ایک افسر سے گفتگو کر کے میرے پاس
چلے آئے اور میرے ایک بازو میں چار زانوں ہو کر بیٹھ گئے، میں نے
مشاہدہ کیا کہ آپ کے دائیں پاؤں میں خفیف سی کجی تھی، جب میں
ان کے حضور سے باہر نکلا تو ان کے بعض آدمیوں نے مجھے معلوم کرایا
کہ آپ کا یہ پاؤں لوٹ گیا تھا جب کہ آپ ملیلہ کے قلعہ سے جس میں آپ
کو اسپینیوں نے ۱۹۱۹ء میں قید کر دیا تھا، بھاگنے کے قصد سے
کودے تھے۔

(۲)

اہل ریف کی جنگی نوعیت

(اخبار "ٹائمس" کے نامہ نگار مقیم رباط فتح کے قلم سے)

فرانسیسیوں نے گھاٹیوں کے سلسلہ کے تین مضبوط قلعوں کا تخلیہ
کر دیا، جن میں ان کی فوجیں پناہ گیر تھیں، ریفی اپنی خندقوں میں محفوظ
ہو گئے، جن کو انھوں نے دقیق فنی طرز پر کھودا تھا اور ان کی مضبوطی
میں کمال کر دیا تھا، ان گھاٹیوں کے نیچے چٹانی مقامات ہیں، جو کثیف
جنگلوں سے روپوش ہیں، اس قسم کے مقامات میں ریفیوں نے خندقیں
مضبوط کر لی ہیں، ان کی اس مہارت اور یہاں کے مقامات کی تنگ
گذرگاہوں نے دشمن کے لئے بہت سی رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں،

جن کی بدولت بڑی توپوں سے بھی ان کو فنا کرنا دشوار کام ہے اسطرح ۵۵ ملی میٹر کی کلدار بڑی توپیں بھی ریفیوں کو ان خندقوں سے ہٹانے میں ناکام اور عاجز رہگئیں، یہ چیز قابل ذکر ہے، کہ فرانسیسیوں کے وہ بم جو ٹھیک نشانہ پر لگتے ہیں، اکثر و بیشتر ریفیوں کو ہلاک کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ ان بموں سے نجات پا جاتے ہیں، وہ دشمنوں کی آگ سے نڈر ہو کر شجاعت اور بہادری کے ساتھ اپنے حملے جاری رکھتے ہیں، حتیٰ کہ وہ فرانسیسی فوجوں کو ان ہی کی آگ کے جہنم میں جھونک دیتے ہیں، اکثر حالات میں قبیلوں کے لوگ خوفناک توپوں کی گولہ باری کے باوجود اپنی خندقوں میں ثابت قدم رہتے ہیں، وہ نہایت طمانیت اور سکون سے ساتھ ان احکام کی پیروی کرتے ہیں، جو ان کیلئے نافذ کئے جاتے ہیں،

ابتدا میں یہ یقین ہو چلا تھا کہ ریفیوں کی اندھا دھند شجاعت انکی ناتجربہ کاری اور جنگ کے نئی طریقوں سے کم واقفیت کا نتیجہ ہے اور وہ رفتہ رفتہ اپنے آدمیوں کو کم کر لیں گے لیکن حقیقت نے اس گمان کے خلاف واقعات پیش کئے، کیونکہ ریفی ہمیشہ موت کو حقیر سمجھتے آئے ہیں، اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے آئے ہیں ان کی صفوں کی تنظیم سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جنگ کے جدید طریقوں سے واقف ہیں ان میں ذرہ بھر تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

ریفی جنگجو اشخاص کا اندازہ لگانا دشوار ہے، کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ نقل و حرکت کرتے رہتے ہیں، اس طرح کی فوج کی مردم

شماری تخمینی ہے، ان کی غذا صرف دو سوکھی روٹیاں روزانہ ہیں، ان ہی دو روٹیوں پر وہ فوج کشی کرتے، خندقوں کو کھودتے اور میدان جنگ میں بہادری کے جوہر دکھاتے ہیں؛

اس کے علاوہ اور بے شمار جماعتیں ہیں، جو ہمیشہ فرانسیسیوں کی صفوں پر حملہ آور ہوتی ہیں، قرلیوں کے باشندے ان سے بہت مرعوب ہیں، ان کی نقل و حرکت کی تیز رفتاری اور ان کے ہجوم کی شدت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا مقابلہ بہت دشوار ہے، لیکن وہاں کے باشندے غیر منظم لشکر کی مدد سے ان رہزن لٹیروں کے خطرات سے بچنے کیلئے اپنی امکانی کوشش خرچ کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ عبدالکریم ہمیشہ اپنا پروپیگنڈا حدود کے باہر پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، اس مقصد کے لئے اخبارات و رسائل شائع کرتے ہیں، ان میں سے اکثر تحریرات فرانسیسیوں کے ہاتھ لگتے ہیں، جن کے پاس آزاد قبائل کے راستہ سے یا کسی دوسرے طریقہ سے پہنچتے رہتے ہیں، ان رسائل میں آپ شد و مد سے یہ تحریر کرتے ہیں، کہ عنقریب فاس میں داخل ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں، ان مقامات کے نام لیتے ہیں، جن کو فرانسیسیوں نے خالی کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس کا دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ آپ نے ان کے بہت سے آدمیوں کو قید کر دیا ہے، غرضکہ امیر اس قسم کے بیشتر پروپیگنڈے کے طریقے نشر کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ آپ نے کئی مرتبہ فاس پر حملہ کرنے کی

دھمکی دیکر فرانسیسیوں کے دلوں کو پاش پاش کرنا چاہا۔ لیکن ہر مرتبہ آپ کو ناکامی ہوئی۔

اس میں کسی کو انکار کی گنجایش نہیں، کہ فاس کی حالت نہایت اطمینان بخش ہے، یہاں کسی قسم کا اضطراب اور خطرہ نہیں، لیکن یہاں کے باشندوں کو فرانسیسی فوجوں کی سست رفتار نقل وحرکت اور ریفیوں کی تیز رفتار پیش قدمیوں پر تعجب ہوتا ہے، لیکن وہ اس سے ناواقف ہیں کہ بڑی بڑی توپیں اور جنگ کے وافر اسباب وآلات جن سے فرانسیسی جنگ کرتے ہیں، ان کی حرکات کی تیز رفتاری میں مانع ہیں، اس کے برخلاف ریفیوں کی حالت ہے کہ وہ دن میں دو روٹیاں کھاکر چند بندوقیں اٹھائے ہوئے جنگ کر لیتے ہیں، ان کے علاوہ ان کے پاس زیادہ سامان کا بوجھ نہیں لدا رہتا۔

ریفیوں کے پاس وافر ذخیرے اور غذائی رسد ہے، ان میں سے بیشتر حصہ کو انھوں نے اسپین کے معرکوں سے حاصل کیا ہے، نیز ان کے موسم بھی ان کی پیداوار کے لئے کافی ہیں، اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ ان کے پاس جرمنوں کے افسروں کی ایک تعداد ہے، جو ان کی صفوں میں جنگ کرتے ہیں، اس کے باوجود ریفیوں کی شجاعت اور ان کا صبر واستقلال قابل داد وستایش ہے عبدالکریم نے جس پیمانہ پر لشکر کی تنظیم اور صفوں کی درستگی کی ہے اس

کی کوئی یورپی تاب نہیں لاسکتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ان ملکوں میں ایک طویل زمانے تک رہے ہیں اور ریف میں لشکر کے انتظامات اور قیادت انجام دے چکے ہیں۔

(۳)

کیپٹن اسپنسر کی حقیقت بیانی

کیپٹن اسپنسر برابر امیر ابن عبد الکریم کی ملاقات سے واپسی کے بعد جریدہ مشتر غاردیان کے نامہ نگار سے گفتگو کے دوران میں کہتا ہے:

ہم طنجہ سے عربوں کا بھیس بدل کر نکلے، پہاڑی خطوں کو طے کیا، پہلی چیز جو ہمیں نظر آئی یہ تھی، کہ بلاد ریف کے راستے دشوار گذار ہیں، یہاں بکثرت وادیاں اور بلند چوٹیاں پائی جاتی ہیں، یہ زمین کا ایک ٹکڑا ہے، جس کا طول تقریباً تین سو میل اور عرض طنجہ سے مشرق تک ستر میل ہے، ان راستوں کو میں نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اس قدر سنگین اور کٹھن پایا، بلاد ریف کے اندرون کوئی راستہ نہیں، البتہ صرف دو راستے ملتے ہیں، جو حال ہی میں اجدیر کے قریب اسپینی قیدیوں نے بنائے، اسپینیوں نے فوج کے گزرنے کے لئے تطوان سے شِشوان تک بنایا تھا، لیکن اس راستے سے دوسرے مقامات تک اور شاخیں نہیں نکلتیں۔

مگر ہم خچروں پر سوار ہو کر اجدیر تک گئے، ہمارے ساتھ پچاس عرب

سوار تھے، ہمیں طنجہ سے اجدیر تک پہنچنے کے لئے پورے دس دن لگے ہماری واپسی کے وقت راستے بہت خراب ہو گئے تھے کیونکہ بارش بکثرت ہوئی تھی اور نہریں اور وادیاں بھرپور چل رہی تھیں، ہم نے چند دن سفر کو ملتوی کر دیا۔

ہم نے مشاہدہ کیا کہ عبدالکریم نے مختلف قبائل کو قابو میں کر کے ان کو آپس میں متحد و یک جان کر دیا اور ان کی منتشر توانائیوں کو یکجا کر کے ایک ایسی جماعت بنا دی جو ان کے ہر اشارہ پر اپنا سر تسلیم خم کرتی اور دوسری طرف اسپینیوں سے جنگ کرنے پر آمادہ رہتی ہے

ہم سنادہ کی طرف بھی گئے، جو شریف خاندان کا مرکز ہے اس خاندان کے رئیس ہیند و دزانی نے ہمارا خیر مقدم کیا، قوم کی رسم کے موافق بہترین دسترخوان چنا گیا، ہم نے ضیافت اور مہمان نوازی کا لطف اٹھایا

اہل ریف کے متعلق یہ جو مشہور کیا گیا ہے کہ وہ جنگی قیدیوں کے ساتھ برا برتاؤ کرتے ہیں، ہم نے آزما کر دیکھا ہے کہ یہ افواہیں مرکجا غلط ہیں، کیونکہ یہاں قیدیوں کے ساتھ بہترین سلوک کیا جاتا ہے ان سے سڑکوں کی تعمیر کا کام لیا جاتا ہے، یہ خبر بھی درست نہیں کہ اہل اسپین دم گھونٹنے والی گیس کا بکثرت استعمال کرتے ہیں، اس لئے کہ وہ جنگجو مرد ہیں، بہادری اور جوانمردی ان میں بے انتہا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ناگزیر صورتوں میں قریوں پر بم برسائے جاتے ہیں، کیونکہ ریفی لشکر اور باشندوں کے درمیان پھوٹ اور افتراق

ڈالنے کے لئے اس کے سوائے کوئی اور تدبیر ممکن نہیں،

فوجی مرکز کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اہل ریف اپنی فوجی تربیت اور ترتیب میں ماہر ہیں اس کیلئے ان کو بہت سی مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مختلف مراکز سے انھوں نے لشکر تیار کرکے ایک منظم صورت اختیار کرلی اور نظوان پر مورچہ بندی کردی، ریفی باشندے جب جنگ کرتے ہیں تو پہلے نہتے ہوکر اسپینی مراکز سے متصادم ہوتے ہیں، اور اس کے بعد اسلحہ بندوقوں اور توپوں سے، جن کو انھوں نے اسپینوں ہی سے حاصل کیا ہے، مقابلہ کرتے ہیں۔

ریفی باشندے جنگی زخمیوں کی طبّی امداد کے سخت محتاج ہیں بیشک ان کو کوئی بھاری نقصانات اٹھانے نہیں پڑتے، نیز ان میں عام وبائی امراض بھی بکثرت نہیں ہیں۔ تمام لوگ ہر گھر سے جنگ کیلئے تیار ہوکر نکلتے ہیں، یہاں تک کہ تمام شہر والے آپس میں مل کر میدان جنگ میں اتر پڑتے ہیں، پورے ریف میں نہ تو کوئی طبیب ہے اور نہ سوائے ان چند جڑی بوٹیوں کے جو ہمارے پاس ہیں، جن کو انجمن ہلال احمر برطانی کی طرف سے بھیجا گیا ہے، یہاں صحیح طبی مفردات کا پتہ نہیں

ریفی باشندوں میں اکثر زراعت پیشہ اور چرواہے ہیں، وہ ایسے قریوں میں بسیرا کرتے ہیں، جن کے گھر درخت کی ڈالیوں اور مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔

عبدالکریم کی کامیابی کا بڑا راز یہ ہے، کہ ان کی سلطنت تمام

قبیلوں پر بسیط ہے، جس کی وجہ سے آپ نے ان کے درمیان سے دشمنی، نزاع اور مختلف قسم کی ناچاقیوں کو زائل کر کے ایک ہی رشتہ اتحاد میں منسلک کر دیا ہے، ریفی باشندے تیر اندازی اور اسپینیوں کے ساتھ جنگ کرتے وقت مورچہ بندیوں اور خندقیں کھودنے میں ماہر ہیں، یہ مورچے حملہ آور مراکز کی شکل میں ہوا کرتے ہیں، جن سے بچ نکلنا اسپینی فوجوں کو نہایت دشوار ہے، لیکن اب ان کی شکست کے بعد ریفیوں کے اُن مراکز کا موقف بدل گیا ہے، اس کے بجائے وہ محاذ کی شکل میں مضبوط مورچوں کے تحت جنگ کرتے ہیں،

(۴)
عبدالکریم کی تصریحات شیکاغو تربیون کے نامہ نگار سے

"ہم نے پہلے اسپین سے جنگ کی، کیونکہ ہم اس الجزیرہ معاہدہ کو تسلیم نہیں کرتے، جس نے ریف کو مختلف منطقوں میں تقسیم کر دیا، اور ان کو اجنبی حکومتوں کی زیر حمایت شامل کر دیا، اس طرح اس نے ہماری اس آزادی کا خاتمہ کر دیا، جس کا اقرار اس وقت تک بڑی بڑی حکومتیں کر چکی تھیں تم نے خود ہماری کوششوں کے نتیجہ کا مشاہدہ کر لیا، جس کے متعلق کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ ریف کے شہروں کا ایک بڑا حصہ آزاد اور خود مختار ہو گیا ہے فرانسیسیوں کے ساتھ تھوڑی مدت تک میرے تعلقات دوستانہ رہے۔ لیکن انھوں نے گذشتہ دو سالوں میں میرے مندوبوں کے

ساتھ بزور آزمائی شروع کردی اور میرے سفیروں کو گرفتار کرلیا، ان کو ایذائیں دینے لگے اور اُن سامانوں کو چھیننے لگے، جو ہمارے منطقوں کے حدود سے ہوتے ہوئے میرے پاس بھیجے جاتے تھے، میں نے ان کو، ہماری تحریک آزادی کے شروع ہونے کے زمانے سے، کئی ایک مرتبہ اُن حدود کے مسئلہ کو ہموار کرنے کے لئے اپنی رغبت کا اظہار کیا، جو ان کے اور میرے منطقہ کو علیحدہ کرتے ہیں، لیکن انھوں نے میری اس دعوت پر لبیک نہ کہا، یہاں تک کہ جب ۱۹۲۳ء آپہنچا تو مارشل لیوتی نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اس کے پاس اپنا ایک مندوب رباط فتح کو روانہ کروں، چنانچہ میں نے اس کی درخواست کے مطابق اپنا مندوب بھیجا، لیکن انھوں نے اس کے وجود کی کوئی پروا نہ کی، جنرل شمبران نے اُس دن مجھے اطلاع دی کہ انھوں نے "نہر درغہ" کے منطقہ میں زیادتی کرنے کا عزم کرلیا ہے، اس وقت انھوں نے میری فوجوں سے جو اس سمت خرید وفروخت کیا کرتے تھے، مطالبہ کیا کہ اس کا تخلیہ کردیں، چونکہ میں اس زمانے میں اسپینیوں کے ساتھ جنگ کرنے میں منہمک تھا، اس لئے ان کے اس مکروفریب کا اندازہ لگالیا، پھر فرانس نے گذشتہ ماہ اپریل میں بنی زروال کے منطقہ میں میری ملحقہ فوجوں کو لوٹا لینے کا مطالبہ کیا، حالانکہ یہ منطقہ قدیم زمانے سے اب تک ریفی اقتدار میں تھا میرا ارادہ تھا کہ میں فرانس کے اس مطالبہ کو پورا کردوں، لیکن اُس نے مجھے غور وفکر کرنے کے لئے کافی مہلت نہ دی بلکہ اس نے اپنے

طیاروں کے ذریعہ میرے اشخاص پر بم برسانا شروع کر دیا۔ اس بنا پر میں جنگ کے بھنور میں کود پڑنے کے لئے مجبور ہو گیا تاکہ ریفیوں کے حقوق کی مدافعت کا فریضہ انجام دوں۔

میرے گذشتہ بیانات سے تمھیں پتہ چل گیا کہ میری یہ پیش قدمی دفاعی ہے نہ کہ ہجومانہ، جیسا کہ میرے دشمنوں کا خیال ہے۔ ہم اس کا مطالبہ کرتے ہیں کہ فرانسیسی ریفیوں کا اپنے منطقوں میں پورا پورا احترام کریں جیسا کہ ہم اپنے منطقہ میں فرانسیسیوں کے حقوق کا پاس لحاظ کرنے کے لئے تیار ہیں، فرانس کے طیاروں کی بمباری ہی پہلا سبب تھا، جس نے مجھے لازمی عسکری تدابیر پر آمادہ کر دیا، تاکہ میں اپنے شہروں کی حفاظت کے لئے مدافعت کروں۔

<——— ٥ ٥ ———>

(۵)

شاہراہ زندگی پر

(عبدالکریم کا پیغام انجمن طلبہ یونس آیرس کے نام[1])

دنیا میں قوموں کے لیے اس سے بڑھ کر مقدس اور محکم حق اور کوئی نہیں کہ وہ اپنے آپ حکومت کریں۔

مغرب اقصیٰ کے باشندے آج اپنی اس آزادی و استقلال کی راہ میں جنگ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہیں، جس کو یورپ نے اپنے ہاتھوں کا کھلونا بنا لیا ہے، جنگ عظیم نے یورپ کی بعض بعض حکومتوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے، کہ جن ممالک پر وہ چاہیں قبضہ کر لیں، عرب ممالک اب انگریزوں اور فرانسیسیوں کی طرف سے کافی حد تک بیدار ہو چکے ہیں، ہمارے بھائی مصریوں نے اپنی آزادی کے لئے پہلا قدم اٹھایا ہے، دنیا کو معلوم ہو جانا چاہیئے کہ ہم بھی اپنی آزادی کی خواہش میں مصر سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔

[1] اس پیغام کو جرمنی کے اخبارات نے شائع کیا اور ترکی کے مشہور اخبار "اقدام" کے نمائندہ نے برلن سے اپنے اخبار میں ۲۰ جون ۱۹۲۵ء کو نقل کیا۔

اب وہ وقت قریب آچکا ہے، کہ جس میں الجزائر، تیونس اور طرابلس، عرب اپنی توانائیوں کو یکجا اور اپنی قوتوں کو متحد کریں، ان سے اپنے فرزندان وطن اُس مقدس آفتاب کی فردوسی شعاعوں کے نیچے جمع ہونگے، جس کی نورانی کرنیں میرے ہاتھوں پھوٹ نکلی ہیں عنقریب یہ نور اسی آفتاب عالمتاب کے ذریعہ آزاد مراکش میں پھیلے گا، آزاد مصر میں چمکے گا اور اس وقت تمام عالم اسلامی اور تمام عرب قومیں جنھوں نے تہذیب و عمران کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، آزادی کی نورانی فضاؤں میں سانس لیتی رہیں گی ـــــ!
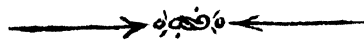
ساتواں باب

فرانس اور ریف کی جنگ کا خاتمہ

اور

اُس کے نتائج

فرانس اور ریف کی جنگ کا خاتمہ اور اُس کے نتائج

پانچویں باب میں ہم نے تفصیل کے ساتھ فرانس اور ریف کے مابین جنگی نقل و حرکت اور لڑائی کے واقعات کو بیان کیا ہے، نیز اس جنگ کے وجوہ و اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے، ہم اس باب میں فرانس کے ساتھ ریف کے جنگ کرنے کے مزید وجوہ، امیر عبدالکریم کی گرفتاری کے حالات اور جنگ کے حالات اور جنگ کے نتائج پر بحث کریں گے۔

۱۹۲۵ء میں سوڈان کے گورنر جنرل سرلی اسٹاک کو چند مصریوں نے دن دہاڑے قتل کر دیا، برطانیہ نے اس قتل سے متاثر ہو کر مصری حکومت کو الٹی میٹم دے دیا کہ سوڈان سے مصری سپاہی اور افسر واپس بلائے ہر قسم کے سیاسی مظاہرے بند کر دے، پانچ لاکھ پونڈ جرمانہ حکومت برطانیہ

کو ادا کرے "غرابیہ" کے علاقے کی زمین سوڈان کے حوالے کردے وغیرہ
سعد زغلول پاشا اس وقت مصر کے وزیر اعظم تھے، انھوں نے یہ
تو مان لیا کہ سرلی اسٹاک کے قاتلوں کا سراغ لگایا جائے گا اور انھیں قرار
واقعی سزا دی جائے گی، لیکن برطانیہ کی اور کوئی شرط تسلیم نہیں کی اس
پر برطانیہ نے سوڈان کے فوجی افسروں کو یہ ہدایت بھیجی کہ سوڈان سے
سارے مصری افسر چن چن کر نکال دیں، غرابیہ کے علاقہ پر قبضہ کر لیں
اور مصری جنگی خانہ کو اپنی نگرانی میں لے لیں، برطانیہ کے اس تشدد کے
جواب میں سعد زغلول پاشا نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا، اور فرانس
نے مصر پر برطانیہ کی اس زیادتی کا خوب پروپیگنڈا کیا، حکومت برطانیہ نے
فرانس کے اس پروپیگنڈے کو بند کرنے کے لئے بھنورا وہی کیا جو فرانس
چاہتا تھا یعنی یہ کہ مراکش میں اسے فوجی کاروائی کی آزادی دے دی
جائے، چاہے یہ کاروائی رلیف ہی کے علاقے میں کیوں نہ کی جائے۔
برطانیہ سے فارغ ہو کر فرانس اسپین کی طرف متوجہ ہوا اور آپس میں
بڑی لمبی گفت و شنید کے بعد یہ طے ہو گیا کہ فرانس اور اسپین مل کر
رلیف کے "باغی" کو زیر کر لیں اور بعد میں اپنے اپنے علاقے تقسیم
کر لیں، اس فیصلے کی اطلاع جب رلیف پہنچی تو امیر عبد الکریم کو بہت
دکھ ہوا، اس لئے کہ فرانس سے انھیں کوئی شکایت نہیں تھی اور وہ
فرانس سے لڑنا بھی نہیں چاہتے تھے بلکہ انھوں نے ہمیشہ فرانسیسی
علاقہ کا لڑائیوں کے زمانہ میں بھی احترام کیا تھا اور ایک سے زیادہ

مرتبہ حکومت فرانس سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ ان کی اور اسپین کی لڑائی میں ثالث بن جائے۔ اب فرانس نے جو عبدالکریم سے لڑنے کا فیصلہ کیا تو امیر کو یہ یقین ہو گیا کہ غیر ملکی حکومت چاہے اسپین کی ہو یا فرانس کی اہل ریف کا ساتھ نہ دیگی۔ اس یقین کے بعد ہی امیر عبدالکریم کی سرگرمیوں میں شدت پیدا ہو گئی اور انھوں نے فرانس کے سرحدی علاقوں میں پوری تیزی سے اپنا پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور ان قبائل کو جو امیر کی حمایت میں آتے جاتے تھے فوجی کارروائی کے لئے آمادہ کرتے گئے امیر کی اس کارروائی سے فرانس نے فوراً اہل ریف کے خلاف فوجی کارروائی کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے ایک طویل بیان شائع کیا جس میں انھوں نے اہل ریف سے لڑائی کی ساری ذمہ داری امیر عبدالکریم کی جنگی سرگرمیوں پر ڈالی۔ اپنے اس بیان میں جنرل لیوتی نے کہا:

"اسپین میں اس وقت ایک قسم کی تاریکی پیدا ہو گئی ہے اور مرکزی حکومت بہت کمزور ہو گئی ہے جس کے باعث وہ اپنے مراکشی مقبوضہ کا خاطر خواہ انتظام نہیں کر سکتی لیکن اسپین کے اس مقبوضہ سے ملا ہوا فرانسیسی علاقہ ہے اس علاقے کی سرحد پر امیر عبدالکریم نے اہل قبائل میں جنگی سرگرمی پیدا کر دی ہے اور ان قبائل کو ہمارے خلاف اکسا دیا ہے، امیر کی اس حرکت سے فرانس اور سلطان مراکش

دولتوں کو مراکش میں خطرہ پیدا ہو گیا ہے، اسی خطرے کو
دور کرنے کے لئے حکومت فرانس نے یہ اجازت دے دی
ہے کہ جس انداز سے فوجی کارروائی مناسب ہو اختیار کی جائے
دوسری طرف ہمیں سلطان مراکش نے یہ ہدایت کی ہے کہ
اس خطرے سے مراکش کو آزاد کیا جائے اور ہم نے چونکہ
سلطان سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ ہم ہر اندرونی اور بیرونی
خطرے سے مراکش کو بچائیں گے اس لئے یہ ہمارا اخلاقی
فرض ہو جاتا ہے کہ ہم اس موقع پر سلطان کی مدد کریں اور ان
کے باغیوں کو قرار واقعی سزا دیں۔

اسی کے ساتھ اس وقت ریف میں جو حالات رونما
ہیں وہ نہ صرف شمالی افریقہ کے لئے بلکہ سارے مشرقی علاقو
کے لئے خطرے کا موجب ہیں، اس وقت تمام دنیائے اسلام
کی نظریں امیر عبدالکریم پر لگی ہوئی ہیں، جن کے تعلقات
ترکی کے مصطفیٰ کمال سے قائم ہیں، ریف سے اسپینیوں
کی پسپائی کو مشرق میں یورپ کی تربیت یافتہ فوجوں کی
شکست سے تعبیر کیا جا رہا ہے، دور دراز علاقوں میں
اس کی تشہیر کر کے اندرونی ملکوں میں شورش پیدا
کی جا رہی ہے۔ یہ حالت جو اس وقت اسپینی مراکش
میں پیدا ہو گئی ہے۔ چونکہ ان تمام یورپین دول کے لئے

جن کا مفاد اسلامی ممالک سے وابستہ ہے خطرے کا موجب ہے، خصوصاً فرانس اور برطانیہ کے لئے جن کا اقتدار اس وقت ایشیا اور افریقہ کے بڑے حصہ پر پایا جاتا ہے، امیر عبدالکریم کی مثال باعث تشویش ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اسپین کے مقبوضہ علاقے میں اس وقت جو بےچینی پیدا ہو گئی ہے اسے دور کرنا دول اسپین کا فرض ہے اور اگر اسپین اپنے اندرونی جھگڑوں کے باعث ادھر توجہ نہیں کر سکتا تو یہ فرض اسپین کی ہمسایہ حکومت پر عائد ہو جاتا ہے، حکومت برطانیہ بھی حکومت فرانس کی اس پالیسی کی موید ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ فرانس کو اہل مراکش کے ساتھ ہمدردی نہیں ہے۔ فرانس نے ہمیشہ مراکش سے ہمدردی کی اور برابر کرتا رہے گا۔ سلطان مراکش فرانس کا دوست ہے اور فرانس نے اس کے اقتدار کے تحفظ کی ذمہ داری لی ہے جس کو وہ بہر حال پورا کرے گا، اصل میں مشرق العرب کے آئندہ تعلقات کا مسئلہ اس وقت ہمارے سامنے ہے اور یہ مسئلہ اسی طرح حل ہو گا کہ برطانیہ اور فرانس وفاداری کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کریں۔"

مارشل لیوتی کے اس اعلان کے بعد فرانس کی پالیسی بالکل بے نقاب ہو جاتی ہے اور یہ یقین ہو جاتا ہے کہ امیر عبدالکریم اگر اسپین کو اپنے علاقے سے نکال باہر بھی کریں تب بھی اہل ریف کو آزادی حاصل نہ ہو سکے گی، اسپین کے بجائے ان کو فرانس سے مقابلہ کرنا پڑے گا اور محض اس لئے مقابلہ کرنا پڑے گا کہ اہل ریف کی آزادی سارے مشرق کی آزادی کے لئے بڑی نظیر ہو جائے گی اور اہل مغرب کا اثر مشرق پر سے جاتا رہے گا۔

چنانچہ فرانس کی اس پالیسی کے اظہار کے بعد امیر عبدالکریم کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اسپین کے ساتھ فرانس سے بھی مقابلہ کی طرح لڑیں حالانکہ یہ مقابلہ کرنا برابر کا نہ تھا اور اس میں امیر عبدالکریم کو اوّل دن سے شکست نظر آرہی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اپنا قدم میدان جنگ سے واپس لینے کو تیار نہ ہوئے، ان کی دلیل یہ تھی کہ "میں اپنے وطن کی آزادی کے لئے جنگ کر رہا ہوں۔ اپنی حکومت قائم کرنا نہیں چاہتا، اس لئے آزادی وطن سے کم کوئی شرط مجھے میدان جنگ سے واپس نہیں لا سکتی۔"

فرانس کے اس اعلان کے بعد امیر عبدالکریم نے اپنی جنگی سرگرمیاں اور زیادہ تیز کر دیں، حلیف قبائل کو فوراً تیاری کا حکم دے دیا اور فرانسیسی علاقے پر تاخت کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

۱۹۲۵ء میں امیر عبدالکریم کی تیاریاں مکمل ہوگئیں اور انھوں نے تقریباً ایک لاکھ اہل قبائل کے لشکر کے ساتھ فرانس کے سرحدی قبائل پہ حملہ کردیا، یہ قبائل وہ تھے جو فرانس اور اسپین کے مدت سے وفادار تھے اور اہل ریف کے لئے مصیبت بنے ہوئے تھے، امیر عبدالکریم نے پہلے ان ہی کو قلع قمع کرنے کی ٹھان لی تاکہ پیش قدمی میں ان قبائل کے عقبی حملہ کا خطرہ نہ رہے، قبائل پر امیر کا یہ حملہ بہت سخت تھا، گاؤں کے گاؤں اس حملہ میں تباہ ہو گئے اور امیر عبدالکریم کی فوجیں "ازاں" اور "تازہ" کی طرف مظفر و منصور بڑھنے لگیں، یہاں فرانسیسی چھاؤنی تھی مارشل لیوتی یہاں کی فوجوں کا کمانڈر تھا، اس کے مشیروں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ چھاؤنی خالی کر کے پیچھے ہٹ جائے تاکہ اہل ریف کے حملہ کا زور ٹوٹ جائے، لیکن مارشل لیوتی نے اسے منظور نہیں کیا اور امیر عبدالکریم کے حملے کو اسی جگہ روکنے کی تیاریاں کرنے لگا، اہل ریف کا حملہ بہت سخت تھا، ہزاروں فرانسیسی کام آگئے لیکن مارشل لیوتی کے استقلال میں کوئی فرق نہ آیا، جولائی تک مارشل لیوتی نے امیر عبدالکریم کے حملوں کو روکا، جولائی میں فرانس سے مزید کمک پہنچ گئی، مارشل پٹین اور جنرل تولن کو بھی حکومت فرانس نے مراکش بھیج دیا "تازہ" کی محصور فرانسیسی فوجوں کی جان میں جان آگئی۔ اس پر فرانس نے بس نہیں کیا بلکہ اگست میں فرانس نے اسپین کی حکومت کو دعوت دی کہ دونوں حکومتیں مل کر اہل ریف کی باغیانہ سرگرمیوں

کو کچلنے کی تدبیریں سوچیں، اسپین اور فرانس کے فوجی جرنلوں کی ایک کانفرنس "میڈرڈ" میں ہوئی اور اس کانفرنس میں یہ طے پایا کہ فرانس اور اسپین کی متحدہ فوجیں امیر عبدالکریم کی فوجوں کو محصور کریں، اس تصفیہ کے بعد اسپین اور فرانس نے مشرق اور مغرب سے امیر عبدالکریم کے لشکر کو دبانا شروع کر دیا۔

۸ ستمبر ۱۹۲۵ء میں اسپین کی فوجیں "الحمص" پہنچیں اور اکتوبر ۲۵ء میں فرانس اور اسپین کی فوجیں "سیاح" کے مقام پر ایک دوسرے سے مل گئیں، اسی دوران میں سردیوں کا موسم شروع ہو چکا تھا، اس لئے اسپین اور فرانس کی متحدہ فوجیں پڑاؤ ڈالے پڑی رہیں اور پیشقدمی موسم تک روک دی، دوسری طرف امیر عبدالکریم اگرچہ فرانس اور اسپین کی متحدہ طاقت کے مقابلے کی تیاریاں کر رہے تھے لیکن اب ان کے لشکر میں پھوٹ کے آثار پیدا ہو گئے تھے یہ آثار فرانس کے اعلان جنگ کے باعث پیدا ہوئے تھے اور کچھ قبائل ایسے تھے جو فرانس کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر یہ سمجھنے لگے تھے کہ امیر عبدالکریم خود سلطان مراکش کے خلاف صف آرا ہیں اور بجائے فرانس اور اسپین سے لڑنے کے وہ سلطان کے اقتدار کو توڑنے کے لئے لڑ رہے ہیں۔ یہ پروپیگنڈہ امیر عبدالکریم کی صفوں میں ابتری ڈالنے کے لئے فرانس نے کیا تھا اور وہ اس حد تک کامیاب بھی ہو گیا کہ بہت سے ریفی قبائل جن پر مذہب کا رنگ غالب تھا امیر عبدالکریم سے ٹوٹ کر

اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے اور امیر رسولی بھی جو اسپین سے مقابلے میں امیر عبدالکریم کے ساتھ ہوگیا تھا، اس موقع پر عبدالکریم سے علیحدہ ہوگیا۔ امیر عبدالکریم کے لئے یہ وقت بڑی مصیبت کا تھا لیکن اس کا ان کے پاس کوئی علاج نہ تھا۔ وہ اپنے متعدد اعلانوں میں یہ بتا چکے تھے کہ وہ سلطان مراکش کی اطاعت قبول نہ کریں گے اور یہ بھی ظاہر کر چکے تھے کہ اس وقت تک وہ صلح نہ کریں گے جب تک مراکش سے غیر ملکی اثر ختم نہ ہو جائے اب قبائل کو یہ مطمئن کرانا مشکل تھا کہ سلطان مراکش محض شاہ شطرنج ہے۔ اس کا ذاتی اقتدار کچھ بھی نہیں ہے، اس کے پردے میں اسپین اور فرانس مراکش پہ حکومت کر رہے ہیں اس لئے کہ حقیقت چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ اسپین اور فرانس نے سلطان مراکش اور ان کے تخت کو باقی رکھا تھا اور خود سلطان بھی اپنے نام کی سلطانی پر قانع معلوم ہوتا تھا۔ بلکہ امیر عبدالکریم کی جنگی سرگرمیوں کے وہ بھی خلاف تھا۔ اس لئے کہ اسے یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ فرانسیسی ان ہی کو وجہ بنا کر اس کا تخت بھی اس سے نہ چھین لیں، چنانچہ سلطان مراکش اپنے حاشیہ نشینوں کے ذریعے امیر عبدالکریم کی مخالفت میں وہ سب کچھ کر رہا تھا، جو سلطان وحید الدین نے مصطفٰی کمال کے خلاف کیا تھا۔ البتہ فرق اس قدر تھا کہ امیر عبدالکریم کو ذاتی حیثیت سے اہل ریف پر وہ اثر حاصل نہ تھا جو مصطفٰی کمال کو اناطولیہ میں حاصل ہوگیا تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ فرانس اور سلطان کی پروپیگنڈہ بازی کا امیر

عبدالکریم کوئی موثر جواب نہ دیسکے اہل قبائل رفتہ رفتہ اس پروپیگنڈے کا شکار ہوتے ہوگئے اور سردیوں کا موسم ختم ہونے تک جب کہ جنگی سرگرمیاں دونوں طرف بند تھیں امیر عبدالکریم کی صفوں میں اس قدر ابتری پھیل گئی کہ اب ان کے لئے فرانس اور اسپین کی متحدہ طاقتوں کے مقابل ہونا ناممکن ہوگیا لیکن امیر عبدالکریم اب بھی میدان جنگ سے نہ ہٹے اور اپنے مٹھی بھر ہمراہیوں کے ساتھ اسی طرح جہاد پر جمے رہے۔

امیر عبدالکریم کا یہ عزم عملی نقطۂ نظر سے چاہے کتنا ہی مہلک سمجھا جائے، لیکن اس میں کلام نہیں کہ یہ ایسا عزم تھا، جو بےحس سے بےحس قوم کو بھی ایک مرتبہ اہل ریف کی ہمدردی پر مائل کرسکتا ہے، چنانچہ سارے عالم اسلام کی ہمدردیاں امیر عبدالکریم کے ساتھ تھیں لیکن یہ اخلاقی ہمدردیاں تھیں اور اس وقت امیر عبدالکریم کو اس کی ضرورت تھی کہ کوئی ان کے ساتھ عملاً ہمدردی کا اظہار کرے۔

فروری ۱۹۲۶ء میں پھر فرانس اور اہل ریف کے درمیان معرکے شروع ہوئے، امیر عبدالکریم اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ برابر ایک قہار فوج کا مقابلہ کرتے رہے اور فرانسیسوں کو اپنی زبردست قوت کے باوجود یہ ہمت نہ ہوئی کہ امیر عبدالکریم کی طاقت کو توڑ دیتے لیکن اب عبدالکریم کی حالت ایک محصور امیر کی تھی، سب طرف سے یہ اسپین اور فرانس کی فوجوں سے گھرے ہوئے تھے اور خود ان

کی فوج میں سے ہر روز کچھ نہ کچھ قبائل ٹوٹ کر علحدہ ہوتے جاتے تھے
مئی ۱۹۲۶ء میں چالیس ہزار اہل قبائل کی فوج فرانس سے مل گئی
اور فرانس کی طاقت امیر عبدالکریم کے مقابلہ میں دس گنا زیادہ ہو گئی
یہ صورت ایسی تھی کہ امیر عبدالکریم فرانس سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے
اور خود امیر عبدالکریم کے مشیروں نے انھیں ہتھیار ڈال دینے کا
مشورہ دیا اس لئے کہ اب مقابلہ کرنا خودکشی کرنے کے برابر تھا اور امیر
عبدالکریم کے مشیر یہ نہیں چاہتے تھے کہ امیر جوشِ جہاد میں اپنی جان
بھی گنوا بیٹھیں، ان کی دلیل یہ تھی کہ استخلاص وطن کی یہ ایک کوشش
تھی۔ جو ناکام رہی، لیکن آزادی کا بیج اہل ریف کے دل میں ڈالا جا چکا
ہے، اس وقت اگر ہم شکست کو تسلیم کرلیں تب بھی کوئی حرج
واقع نہیں ہوتا، جب ہمارا موقع ہوگا، اس وقت استخلاص وطن کی
دوسری کوشش سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا۔ جو چیز اس وقت
ضروری ہے وہ یہ کہ امیر عبدالکریم کی جان کسی طرح بچالی جائے۔ سو
اس کے لئے امیر کے مشیروں نے حکومت فرانس سے مراسلت کی
اور جب حکومت فرانس نے یہ مان لیا کہ امیر عبدالکریم کی جان محفوظ رہے
گی اور ان قبائل کو جنھوں نے امیر عبدالکریم کا ساتھ دیا ہے کوئی سزا
نہیں دی جائے گی تو ۳۰ مئی ۱۹۲۶ء کو امیر عبدالکریم کی فوج نے ہتھیار
ڈال دیئے۔

امیر عبدالکریم نے "تازہ" میں اپنے آپ کو جنرل بوچیت کے حوالے

کردیا، جس نے امیر کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھا، کچھ دنوں تازہ ہ میں نظر بندی کے بعد حکومت فرانس نے امیر عبد الکریم کو جزیرہ مدغاسکر کے نزدیک ایک چھوٹے سے جزیرہ "ری یونین" میں جلا وطن کردیا اور اس طرح اس خلائے حریت کی عملی سرگرمیوں کو یورپ کی دو زبردست سلطنتوں نے اپنی متحدہ طاقت سے ختم کردیا، لیکن اس روح کو یہ یورپین طاقتیں فنا نہ کرسکیں جو امیر عبد الکریم نے مراکش میں پیدا کردی تھی، چنانچہ آج بھی جب کہ امیر عبد الکریم جلا وطن ہیں، مراکش میں وہی روح کار فرما ہے اور نہ صرف مراکش میں بلکہ الجزائر اور ٹیونس میں بھی رہ رہ کر آزادی کی لہریں اٹھ رہی ہیں جن سے فرانس کی کشتی ڈگمگا رہی ہے[1]۔

امیر عبد الکریم کی اسیری کے بعد فرانس و ہسپانیہ کا خیال تھا کہ اب مراکش کے آتش کدے سے جنگ و جہاد کی کوئی چنگاری نہیں اٹھے گی، لیکن امیر نے جو آگ لگائی تھی وہ خون کی متواتر بارشوں سے نہ بجھ سکی، غازیان مراکش بدستور مضطرب رہے فرانس و ہسپانیہ نے تشدد کے تمام طریقے اختیار کئے لیکن عربوں کا جذبہ چوٹ کھا کھا کر ابھرتا رہا،

۱۹۳۵ء میں جب جنرل فرانکو نے جمہوریہ ہسپانیہ کے خلاف قدم اٹھایا تو بغاوت کے بیجان پیکر میں عربوں ہی نے روح عمل پھونکی تھی اہل مراکش کا خیال تھا کہ جمہوری حکومت کا سورج ڈوبتے ہی

[1] عہد حاضر کے بڑے لوگ۔ جلد چہارم صفحہ ۹۲

شمالی افریقہ کے آخری گوشہ میں صبح آزادی رونما ہوگی، جنرل فرانکو نے بھی عربوں کو یقین دلایا تھا کہ بغاوت کے کامیاب جاتے پر مراکش کو مراکشیوں کے لئے مخصوص کردیا جائے گا اس توقع پر عربوں نے خون کی ندیاں بہائیں آگ کے طوفان اٹھائے اور کشت و خون کے میدان میں شجاعت کے کھیل کھیلے، لیکن جب فرانکو کامیاب ہوا تو اس نے آنکھیں پھیر لیں چنانچہ جمعیت شبان مصر نے ۱۹۳۹ء کے اوائل میں فرانکو کو ایک مکتوب بھیجا جس کے جواب میں اس نے لکھا کہ مراکش کی داخلی آزادی میں مداخلت نہیں ہوگی، لیکن خارجی معاملات پر ہسپانیہ کی نیشنلسٹ حکومت قابض ہوگی، اس جواب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مراکش کو ہسپانیہ کا خونین انقلاب بھی بدل نہیں سکا، لیکن اس وعدہ پر بھی عمل کیا گیا تو ہسپانوی مراکش تدریجی طور پر مصر کی سطح پر آجائے گا اور یہ وہ مقام ہے جہاں سے آزادی کامل کا سفر شروع ہوتا ہے، بہرحال مراکش کا قدم خودمختاری کی طرف ہے عجب نہیں کہ وہ ایک اور انقلاب سے الجھ کر حریت کاملہ کی منزل پر جا پہنچے[1]۔

---

[1] دنیائے اسلام صفحہ ۲۴۹

حکومت فرانس کا رویہ مراکش میں
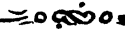
مراکش پر اپنا اقتدار قائم رکھنے کی جو تدابیر حکومت فرانس نے اختیار کیں ان میں سب سے موثر تدبیر یہ تھی کہ رفتہ رفتہ حکومت مراکش اور سلطان کو ذاتی طور پر اس قدر روپیہ قرض دے دیا کہ وہ اس کا سر سال سود بھی ادا نہ کر سکیں اور پھر اسی کو بہانہ بنا کر فرانس نے مراکش کے سارے نظم و نسق پر قبضہ کر لیا۔ اور نظم و نسق پر قبضہ کرنے کے لبعد بجٹ کی تقسیم اس طرح کی کہ کل آمدنی کا تقریباً نصف مراکش کی فرانسیسی فوجوں کے اخراجات کے لئے وقف کر دیا۔ بیس فیصدی کا خرچ تعلیم کے لئے تجویز کیا اور اس بیس فیصدی میں سے سولہ فیصدی یوروپین اسکولوں اور فرانسیسی زبان کی نشر و اشاعت کے لئے علحدہ کر لیا اور صرف چار فیصدی خرچ عربی مدارس کا منظور کیا باقی تیس فیصدی مراکش کے نظم و نسق کے خرچ کے لئے چھوڑ دئے۔

دوسری تدبیر حکومت فرانس نے اہل مراکش کو اپنے اثر میں رکھنے کیلئے یہ اختیار کی کہ مراکش خواہ وہ عرب ہوں یا بربر صدیوں سے مسلمان چلے آتے ہیں اور اسلامی روایات کے پابند بھی ہیں لیکن دور دراز کے پہاڑوں میں چند بربر قبائل ایسے بھی ہیں۔ جو مسلمان

ہونے کے باوجود اپنی قدیم بربر رسوم کی بھی آزادی سے نمائش کرتے رہتے ہیں ان کی اسی نمائش کو بہانہ بنا کر حکومت فرانس نے عرب و غیر عرب، مسلمان اور غیر مسلمان کی حکماً تقسیم کردی اور بربروں کو اسلامی قانون کی پابندی سے آزاد کرکے اپنے قدیم بربر رسوم کا پابند بنا دیا اور جو بربر اپنے قدیم رسوم کو اختیار نہ کرنا چاہتے تھے ان میں زور شور سے عیسائیت کی تبلیغ شروع کردی اور انھیں عیسائی طرز معاشرت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، اسلامی مبلّغین کو بربر علاقوں میں جانے تک کی ممانعت کردی، معمولی مسافروں کے لئے بھی پاسپورٹ کی قید لگادی، بربر کے علاقے میں مسجدوں کی تعمیر حکماً بند کردی، عربی مدارس توڑ دیئے، عربی زبان بربروں کے لئے ممنوع قرار دے دی فرانسیسی زبان سیکھنا لازمی قرار دیا، مراکش کے قاضی اور قائدوں کی عدالتوں کے دروازے بربروں پر بند کر دیئے ان کے بجائے فرانسیسی عدالتیں ان کے لئے مقرر کی گئیں، یہ ساری کارروائی اس نام سے کی گئی کہ فرانسیسی مراکش کے قدیم باشندوں کو "عربوں کے استبداد" سے آزاد کر رہے ہیں، اور ان کی اپنی انفرادیت کو نمایاں ہونے کا موقع دے رہے ہیں اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ان کی اس حکمتِ عملی کو خود بربر بھی پسند کرتے ہیں، فرانسیسی حکام نے بربر علاقے سے ایک وفد اپنے حضور میں طلب کیا اور اس وفد کو ہدایت کی کہ وہ فرانس کی اس پالیسی کا شکریہ ادا کرے اور حکومتِ

فرانس سے اپنی عقیدت کا اعلان کرے لیکن جب اس وفد نے ان دونوں باتوں کے ماننے سے انکار کر دیا اور اس کے برخلاف حکومتِ فرانس سے یہ مطالبہ کیا کہ انھیں مسلمان سمجھا جائے، ان پر فقہ اسلامی کی رُو سے حکومت کی جائے تو فرانسیسی حکام اس قدر برافروختہ ہوئے کہ وفد کے سارے ممبروں کو قید کر کے جیل میں ڈال دیا[1]۔ بربروں کے متعلق فرانس کی اصلی پالیسی پر مارشل لیوتی کے اس سرکاری گشتی حکم سے بخوبی روشنی پڑتی ہے، جو اس نے مراکش کے سارے فرانسیسی حکام کے نام جاری کیا تھا اور جس پر اس وقت تک برابر عمل کیا جا رہا ہے اس گشتی حکم میں مارشل لیوتی لکھتا ہے:

"ہمارے سیاسی اور اقتصادی مفاد کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم بربروں کو اسلامی "حدود" سے باہر رکھیں اور اپنے قوانین اور طرز معاشرت کا عادی بنائیں"

اسی سلسلہ میں ایک اور فرانسیسی افسر سیکرڈ کی رائے بھی پڑھنے کے قابل ہے جو اس نے اپنی کتاب ——————

"The Muslim World in French Possession"

میں لکھی ہے، یہ افسر مدت تک سلطان مراکش کے اسٹاف میں حکومت فرانس کی طرف سے بطورِ مشیر رہ چکا ہے، اپنی کتاب میں مراکش میں فرانسیسی پالیسی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:۔

[1] جرنل آف سنٹرل ایشن سوسائٹی۔

"اسلام کی بنیادی تعلیمات چونکہ ہمارے اغراض و مقاصد کے خلاف ایک زبردست طاقت ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ جس طرح ممکن ہو سکتا ہے، ہم اپنی رعایا میں اس کی تبلیغ و اشاعت کو روکتے ہیں"۔

اسی پالیسی کو بنیاد قرار دے کر فرانس نے بربروں کی تعلیم کو اپنے ذمے لے لیا۔ اس لئے کہ بربروں میں سے اسلامی روایات کو بھلانے کا تعلیم سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ایم لاگلے مراکش کا فرانسیسی مشیر تعلیم بربر بچوں کے لئے نئے اسکول تجویز کرتا ہوا لکھتا ہے:-

"ان مدرسوں میں عربی زبان نہ پڑھائی جائے اور نہ مذہبی تعلیم دی جائے بلکہ بربر زبان کو رومن رسم الخط میں سکھایا جائے۔ بہرحال بربروں کو جو چاہو پڑھاؤ لیکن عربی زبان نہ سکھاؤ، اور نہ اسلام کے اصولوں سے واقف ہونے کا موقع دو"۔

چنانچہ "آرزو" میں بربر مدرسوں کے لئے فرانس نے جو ٹریننگ اسکول قائم کیا تھا اس میں اس پالیسی پر پورا پورا عمل کیا، اس اسکول سے جو بربر مدرس تعلیم کے بعد باہر آتا تھا وہ اسلام اور اسلامی روایات سے زیادہ عیسائیت اور فرانسیسی روایات سے واقف

ہوا کرتا تھا۔

بربروں کو عربوں سے توڑ لینے کی کوشش میں فرانس کو اس حد تک ضرور کامیابی ہوگئی تھی کہ بربر مدرسوں اور بربروں کے علاقوں سے اسلامی تعلیمات کے اثر کو زائل کر دیا گیا تھا۔ لیکن ۱۹۳۰ء تک وہ بربروں کو اسلامی حدود سے خارج نہ کر سکے اس کی وجہ یہ تھی کہ مولائے یوسف سلطان مراکش اگرچہ کافی کمزور حاکم تھے، لیکن اس پر وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے کہ بربروں کو اسلامی حدود سے خارج کر دیں۔ ۱۶ مئی ۱۹۳۰ء کو مولائے یوسف کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ ان کا لڑکا سدی محمد مراکش کے تخت پر بیٹھا۔ اس وقت فرانس کی دیرینہ آرزو برآئی۔ سدی محمد نے تخت نشیں ہوتے ہی حکومت فرانس کی خواہش کے مطابق ایک فرمان دیا کہ مراکش کے قدیم باشندے جو بربر رسوم کے پابند ہیں وہ اسلامی حدود سے خارج کئے جاتے ہیں، اس فرمان کا صادر ہونا تھا کہ سارے بربر علاقے میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ اس لئے کہ بربر بہر حال مسلمان تھے اور مسلمان کے لئے شریعت اسلام کی پابندی ضروری تھی، لیکن اس فرمان کے بعد صورت یہ ہو گئی کہ ایک عرب اور ایک بربر کی دیوانی مقدمہ بازی میں بجائے قانون شریعت کے فرانسیسی قانون نافذ ہونے لگا اس لئے کہ بربر پر رسم ورواج کی پابندی ضروری نہیں تھی پھر سوائے فرانسیسی

کے ایسا قانون اور کون ہو سکتا تھا جو دونوں قوموں پر منطبق ہو سکنے اس فرمان کے بعد گویا فرانس کو مراکش کی اسلامی انفرادیت کو پاش پاش کرنے کا موقع مل گیا اور اس سے انھوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

"گاڈ فرے ڈیمن بائن" ایک اور فرانسیسی افسر جو مراکش کی رزیڈنسی میں مقیم تھا اس پالیسی کے متعلق لکھتا ہے:۔

"اس پالیسی کا مفہوم یہ ہے کہ بربروں کو مصنوعی طور پر عربوں سے جدا کر دیا جائے اور اس کے بعد انھیں آہستہ آہستہ عیسائیت کے ماحول کا عادی بنا دیا جائے۔"

چنانچہ بربروں کو عیسائیت سے مانوس کرنے کا کام بھی اس فرمان کے بعد ہی پورے جوش و خروش سے جاری ہو گیا، اسلامی مبلغین پر بربر علاقے کے دروازے بند ہو گئے اور عیسائی مبلغین جوق جوق اس علاقے میں پہنچنے لگے اور انھوں نے عیسائی مذہب کی تبلیغ شروع کر دی، بربر رئیسوں کو اپنے خرچ سے مسجدوں کی تعمیر سے روک دیا گیا۔ اور اس کے برخلاف ان پر عیسائی تبلیغ کا ٹیکس لگا دیا گیا، "لا سیلے" ایک فرانسیسی سویلین فرانس کی مراکشی پالیسی پر روشنی ڈالتا ہوا لکھتا ہے:۔

"عیسائی مبلغین کو بربر علاقے میں تبلیغ کی مکمل آزادی ہو گی

جو عربوں اور اسلام کی طاقت کو شمالی افریقہ میں کمزور
کر دے گی اور ہماری قوم اور ہماری تہذیب کو عام کرنے
میں مدد دے گی۔"

سلطان مراکش کے اس فرمان کے خلاف سارے ملک میں احتجاجی مظاہرے ہوئے اور ان مظاہروں میں بربر اور عرب برابر شریک تھے ان مظاہروں کو روکنے کے لئے فیض، رلج، سیلے میں فرانسیسوں کو نہتے مظاہرین پر گولیاں چلانی پڑیں۔ کئی وفد سلطان مراکش کی حضور میں باریابی کی تمنا رکھتے تھے، لیکن فرانسیسی حکام نے ان کو سلطان کی خدمت میں باریاب نہ ہونے دیا، البتہ ایک وفد سلطان کے حضور میں پہنچ سکا۔ جس کی قیادت سدی عبدالرحمن القریش سابق وزیر الفاف مراکش نے کی تھی، کہا جاتا ہے کہ جس وقت سدی عبدالرحمن نے اپنے وفد کے خیالات کی ترجمانی کی تو سدی محمد سلطان مراکش کے آنسو جاری ہو گئے۔ لیکن غریب سلطان اس قدر بے بس تھا کہ اس قدر متاثر ہونے کے باوجود وفد کی درخواست منظور نہ کر سکا وفد بے نیل و مرام واپس گیا بلکہ فرانسیسوں نے اس وفد کے چند نمائندوں کو جو اوروں سے زیادہ جذباتی تھے خواہ مخواہ کا الزام دے کر گرفتار کر لیا۔

لیکن فرانس کے اس تشدد کے باوجود پبلک مظاہروں میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور بربروں میں برابر ہیجان بڑھتی ہی گئی۔ لاتعداد عرب

اور بربر فرانسیسی جیلوں میں بھر دیئے گئے، سینکڑوں فرانسیسوں کی گولیوں سے شہید ہو گئے اور بیسیوں عرب اور بربر لیڈر جلا وطن کر دیئے گئے لیکن مظاہروں میں کوئی کمی نہ ہونی تھی نہ ہوئی آخر مجبور ہو کر فرانس کے رزیڈنٹ کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ۔

"جو بربر قبائل اسلامی شریعت کی پابندی کرنی چاہتے ہیں وہ کر سکتے ہیں ان کے لئے "قاضی" کا فیصلہ جائز ہوگا"

لیکن یہ اعلان برائے نام تھا، فرانسیسی حکام اس کے بعد بھی کوشش ہی کرتے رہے کہ بربر قبائل اسلامی حدود میں نہ جانے پائیں۔[1]

---

[1] عہد حاضر کے بڑے لوگ جلد چہارم صفحہ ۱۰۲۴

آٹھواں باب

مغرب اقصیٰ پر آخری نظرِ اعتبار

(۱)

اندلس وریف (۱۹۲۵ء)

(ایک ہندی سیاح مشیر حسین قدوائی کے مشاہدات)

آوارہ گرد مشیر نے اپنے بیمار دل کو بغل میں دبا کر یورپ کی خوب ہی خاک چھانی ہے لیکن اندلس (اسپین) جانے کی ہمت نہ پڑی۔ اس کو ڈر تھا کہ قصر الحمراء وغیرہ دیکھکر اس کا کلیجہ پھٹ جاویگا۔

اسپین وہ خوش نصیب اور بد نصیب ملک ہے جہاں مسلمانوں نے تقریباً آٹھ نوسو سال حکمرانی کی اور پھر نکل گئے اور اس شان سے حکمرانی کی کہ یورپ کے حسّاد بھی رطب اللسان ہونے پر مجبور ہوئے اسپین کے مسلمانوں کے آگے صرف زمین اور پانی کی حکمرانی کافی نہ تھی انھوں نے اپنا نام اوراق فلک پر لکھ چھوڑا۔ زمین سے تو ان کی ہستی کا نشان متعصب اور ظالم جانشینوں نے مٹا ڈالا آج اس زمین پر مسجد نہیں جہاں سے اللہ اکبر کا وہ نعرہ سنائی دے جو اسپین کے ہر ہر چپہ سے، ہر ہر قریہ سے، ہر ہر شہر سے سُن پڑتا تھا۔ صدیوں تک جس کی آواز کوہ و دشت، قصر و محل، جھونپڑے، کلبہ اور حویلی سے گونجتی

تھی آج اس زمین پر ایک وہ مزار نہیں ہے جن میں ایسے لوگ جا کر سو رہے تھے جنھوں نے روحانی اقلیم کی فتوحات میں ویسے ہی کارنمایاں کئے تھے جس طرح سلاطین نے ممالک کی فتوحات میں۔ وہ ایک کتبخانہ نہیں جہاں دریائے فیض بہتا تھا اور یورپ کے ہر ہر گوشہ سے جوق جوق طالب علم آکر فیضیاب ہوتے تھے وہ مدرسہ نہیں جہاں یورپ کے غبی باشندوں کو بھی علم گھول گھول کر پلایا جاتا تھا اور جہاں اس زمانہ کی عیسائیت کے علی الرغم طبعیات اور سائنس کی تعلیم دی جاتی تھی، عملی تجربات کئے جاتے تھے، عیسائی یورپ میں اسی زمانہ میں سائنس پڑھنے والوں کو زندہ جلا دینے کا دستور تھا۔ اور جنس نازک تک سے یہی برتاؤ مہذب سمجھا جاتا تھا پس جس کو طبعیات یا طب یا جراحی سیکھنا ہوتا تھا وہ اسلامی اسپین میں آتا تھا آج وہ اسپتال اور شفاخانہ نہیں جہاں لیڈی ڈاکٹر تک موجود تھیں۔ اسپین میں آج وہ حمام بھی نہیں۔ جہاں جسمانی طہارت ہوا کرتی تھی اور مسلمانوں کو جلا وطن کرنے اور زندہ جلانے کے بعد جن کو عیسائی پادریوں نے یہ کہہ کر کھدوا ڈالا تھا کہ "روز روز نہانا اور طہارت کرنا مسلمانوں کا کام ہے۔ عیسائیوں کو اسلامی عادات سے پرہیز کرنا چاہئے"

اسپین وہ بدنصیب ملک ہے۔ جہاں اب ایک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا تک نہیں رہ گیا ہے اور گو مسلمانوں نے اہل اسپین کے عادات وخصائل نیز پوشاک وغیرہ پر اپنا نہ مٹنے والا اثر چھوڑا ہی۔ مگر کوئی اسلامی آبادی یا کسی مسلمان متنفس کا اب وہاں نام ونشان نہیں جبکہ

دور افتادہ جزیرہ اسٹریلیا تک میں مسلمانوں کی چھوٹی سی آبادی موجود ہے اور فلپائن میں (جس کو امریکہ نے اسپین ہی سے چھین لیا) بہت سے مسلمان آباد ہیں

میں نے اسپین کی تاریخ میں بھی بہت دلچسپی نہیں لی اور وہ بھی اس کی حسرتناک وجہ کے باعث کہ کس کس طرح مسلمان نکالے گئے ہیں کس طرح اول ان کی اجتماعی قوت توڑ کر جدا جدا ریاستیں قائم ہوئیں (عرب میں بھی اب وہی منظر دیکھائی دیتا ہے۔ حجاز الگ، عراق الگ، نجد الگ، یمن الگ، کویت، شام، بردن، لبنان وغیرہ الگ ریاستیں بنائی گئی ہیں جو ایک دوسرے سے بھی برسرپیکار رہتی ہیں) اور پھر وہ بھی لقمۂ تر بن گئیں، جیسے ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور پھر چھوٹی سلطنتوں کا۔

اسپین کی تاریخ پر میں نے سرسری ہی نظر ڈالی۔ لیکن ۱۹۱۹ء میں اس کی زندہ تاریخ سے مجھے اس طرح تعلق پیدا ہوا کہ امیر عبدالکریم صاحب کا مجھے ایک خط ملا۔ جس میں انھوں نے اُن مظالم کا ذکر کیا تھا جو اہل اسپین نے ان پر توڑے تھے۔ امیر عبدالکریم نے جن کو اب غازی عبدالکریم کہنا چاہیئے لکھا تھا کہ قحط کے بعد فصل جمع ہوئی تھی مگر اسپین کے سپاہیوں نے آکر کھلیانوں میں آگ لگائی۔ کھیتوں کو پامال کیا اور ہر طرح کے مظالم کے مرتکب ہوئے۔ ریف مولایان مراکش کے زمانہ میں بھی آزاد تھا۔ کیا برطانوی وزارتِ خارجہ اس کو اپنی

حفاظت میں لے گی۔

اِس آخری جملے نے میرے دل کو پژمردہ کیا اسی زمانہ میں قلب اسلام (ترکی) کی حالت بھی بہت خراب تھی۔ اُس غازی عبدالکریم کی آخری خواہش۔ میں نے خادم اسلام کی حیثیت سے اپنی سی کوشش کی تو مگر کچھ زیادہ نہ کر سکا۔ اُس وقت ترکوں کی خدمت مقدم ترین تھی۔ کُل عالم اسلام تہلکہ میں تھا۔ غازی عبدالکریم کی آخری خواہش ہم واقفکاروں کے لئے تو دلشکن تھی مگر اُن بیچارے کی لاعلمی کے باعث تھی اہل اسپین نے بربریت اور حیوانیت کی انتہا کر دی تھی اس لئے نیک دل اہل ریف دوسری طرف نظر دوڑانے پر مجبور ہوئے اُن کو کیا معلوم تھا کہ اگر اُن کی خواہش پوری ہوتی تو وہ اُس انگریزی مثل کے مصداق بنتے کہ کڑاہی سے نکلے آگ میں گرے۔ خدا نے ان کی اس طرح مدد کی کہ یکہ و تنہا بلا کسی معاون کے انھوں نے اہل اسپین کے چھکے چھڑا دیئے۔

ریف وہ حصہ مراکش کا کہلاتا ہے جو جانب شرق واقع ہے۔ یہ مقام زیادہ تر پہاڑی ہے اور ہمارے ہندوستان کی سرحد کابل سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے، آبادی میں بھی شمار میں تو زیادہ نہیں مگر جری اور حریت پرست اس قدر ہے کہ اس نے اب تک کسی کی استبدادی حکومت قبول نہیں کی۔ مولایان مراکش کی حکمرانی بھی برائے نام رہی اور اہل ریف نے کبھی کوئی خراج یا ٹیکس نہیں دیا۔ لوگ پکے مسلمان ہیں مگر عالیشان مساجد بنانے کا رواج نہیں۔ زراعت سے زندگی بسر کرتے ہیں تجارت کم ہے۔

جب دول یورپ نے اپنی عادت کے موافق اس خطۂ مشرق (افریقہ) کے سب سے زیادہ مغربی اور یورپ سے قریب حصہ کے لئے تجزیہ کی لڑائی لڑی اور فرانس اور اسپین میں یہ قدیم اسلامی ملک بھی منقسم ہو گیا تو یہ ریف کا حصہ اسپین کے نام رکھا گیا۔

جو حصہ فرانس کی قسمت میں پڑا اس پر فرانس نے اپنی طاقت اور فوج کے ذریعہ سے خون کے دریا بہا کر اور امکانی خونریزی اور مظالم کے بعد قریب قریب فوراً ہی قبضہ کر لیا، ایک جنرل مقرر کر دیئے گئے، ہوائے مراکش بدل دیئے گئے اور ملک میں فرانسویت شروع ہو گئی لیکن اسپین کے پاس مادی طاقت بہت زیادہ نہ تھی۔ جو حصۂ ملک اس کو ملا تھا وہ کچھ بہت زرخیز نہ تھا۔ گو اب معلوم ہوا ہے کہ معدنیات سے وہ حصہ بھی پُر ہے۔ خلقت بھی ایسی نہ تھی جو موم کی ناک بن سکتی ان وجوہ سے اسپین کو صرف برائے نام حکومت کل مشرقی حصہ مراکش پر ملی۔ دراصل صرف چند مقامات پر اسپین نے اپنا فوجی قبضہ کیا مثلاً طیطوان، شیشوان ملیلا۔ بندرگاہ سیوتہ پر تو اسپین عرصہ سے مسلط تھا۔ یہ وہ بندرگاہ ہے جو جبل الطارق کے قریب قریب مقابل سرزمین مراکش پر واقع ہے۔ جبل الطارق اور سیوتہ کے درمیان کا خلیج بہت بڑا نہیں۔ برطانیہ نے جبل الطارق پر عرصہ سے قبضہ کر رکھا ہے اور اس کو ایک از حد مضبوط قلعہ بنا لیا ہے جو برطانیہ کی مشرق کی راہ کی چوکی ہے۔ اپنے نزدیک اسپین نے سیوتہ کو جبل الطارق کے مقابل ہی بنایا ہے مگر اس

کی حیثیت اور قوت میں وہی فرق ہے جو اسپین اور برطانیہ میں ہے زمانۂ
جنگ میں جب جرمنی نے اسپین کو اپنے سے ملانے کی کوشش کی تو
اس موقعہ کی گفتگو بھی برطانیہ اور اسپین کے درمیان میں شروع ہوئی
تھی (کم سے کم سرگوشیاں تو ہوئی تھیں) کہ برطانیہ اسپین کی زمین جبل
الطارق چھوڑ دے اور اس کے عوض میں سیوتہ لے لے پھر نہ اسپین
ہی جرمنی کا شریک ہوا نہ یہ معاملہ ہی پختہ و پذیر ہوا۔ لیکن اصل یہ ہے
کہ عالمگیر جنگ کے اثر سے اسپین بھی محفوظ نہیں رہا۔ اور اب بھی
اسپین کی اندرونی حالت خطرناک ہے شاہی خاندان حالت تہلکہ میں
ہے۔ جمہوریت کا زور وہاں بھی ہورہا ہے۔ اور فوج میں بھی ایک
حرکت ہے مدبران اسپین نے اس کا علاج یہ سوچا ہے کہ فوج جنگ
میں مبتلا کی جادے کہ شاہی دبدبہ بھی بڑھے۔ چنانچہ انھوں نے ریف
کی طرف پیش قدمی کی۔ "اُڈرکو" نے سپنس کی چال چلنا شروع کیا
یعنی اسپین نے فرانس کی سی کارروائی کرنے کا ارادہ کیا اور فوجی نقل
و حرکت ریف میں شروع کر دی گئی۔ پہلے تو اس میں کچھ نہ کچھ کامیابی
ہوئی اس لئے کہ اہل ریف منتظم مطلق نہ تھے بلکہ افغانی سرحد کے
باشندوں کی طرح بالکل غیر منتظم تھے لیکن خدائے کارساز نے جس
طرح غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے ترکی کی نہ صرف جنگی تنظیم کی بلکہ سیاسی
اور اقتصادی اور ہر طرح کی۔ اسی طرح ایک بہت چھوٹے پیمانہ پر
غازی عبدالکریم نے اپنی فوجی تنظیم کے ساتھ ساتھ ملکی نظم و نسق

بھی درست کیا۔ اور اللہ نے ان کی اس حد تک مدد کی کہ اسپین کی فوج کو شکست پر شکست ہونے لگی۔ گو غازی عبدالکریم کے پاس سامان حرب و ضرب نہایت کم تھا لیکن ایک اسلامی سپہ سالار (شاید سیف اللہ حضرت خالدؓ) کا مقولہ ہے کہ جب تک غنیم کے پاس سامان حرب و ضرب و رسد موجود رہے۔ اس وقت تک ایک اولعزم جنگجو کو رسد اور سامان جنگ کی کمی نہیں ہو سکتی جس طرح غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے بہت سا سامان بزدل یونانیوں سے چھینا جو یونانیوں کو دوسری طاقتوں نے بخش دیا تھا حتیٰ کہ طیارے اور ٹینک سب ہی کچھ یونانیوں کے پاس موجود تھے اسی طرح غازی عبدالکریم نے کم ہمت اسپینوں سے بہت سا مال مصالحہ حاصل کیا اور انھیں کے خلاف اس کو کام میں لاتے رہے حتی کہ اہل اسپین عاجز ہو گئے۔ چنانچہ انھوں نے دوسری یورپی قوموں سے اعانت اس طرح طلب کی کہ اپنے یہاں اجنبی دستہ (فورین لیجن) کھولا۔ میں اس زمانہ میں انگلستان میں تھا کہ اسپین کے کالسلوں نے بھرتی شروع کی اور انگریز شامل ہونے لگے میں نے ہندوستان آکر اسی خیال پر انگورہ لیجن کی تجویز پیش کی اور خود کو سب سے پہلے بھرتی کیا۔ اسپین کے فارین لیجن میں جو لوگ شریک ہوئے ان کی زبانی محکمۂ جنگ کی ابتری کا حال معلوم ہو کر میرے دل کو بہت طمانیت اور خوشی ہوئی، میں اپنی اس "بدنفسی" کو ظاہر کرنے میں مطلق باک نہیں کرتا۔ جو جو لوگ بھرتی ہوئے تھے اُن کو معقول سزا مسلمانوں

کے خلاف جہاد میں شرکت کی خود اہل اسپین کے محکمہ کے ہاتھوں مل گئی۔ کھانے رہنے سب طرح کی اچھی خاصی اذیت و تکلیف ہوئی اور الحمدللہ جو امزدان ریف کا یہ جم غفیر کچھ بھی نہ لگاڑ سکا۔

سال رواں کی ملیلہ کی اسپینی شکست نے اہل اسپین کا دل توڑ دیا اور اب یہ طے کیا گیا کہ اسپینی فوج کو چند خاص مستحکم مقامات پر محدود کر دینا چاہیئے۔

اصل یہ ہے کہ سیاست یورپ اور سیاست اسپین دونوں حائل تھیں ورنہ اہل اسپین اپنی فوجوں کو سیوتہ تک گھسیٹ لاتے۔ مگر ایک طرف تو شاہی خاندان اور جنگی افسران کو اپنی بدنامی کا ڈر ہے کہ اُن کے اہل وطن اُن کو بدنظم اور ہیچ سمجھیں گے۔ دوسری طرف یورپی طاقتوں نے یہ چہ میگوئی شروع کر دی ہے کہ اگر اسپین اس حصۂ مراکش سے خارج ہو تو دوسرے قبضہ کریں۔ یعنی مراکش کی تقسیم از سرِ نو ہو۔ اسپین کو اس کا بھی ڈر لگ گیا ہے کہ اگر وہ اندرون ملک سے چلا آوے اور دوسری کوئی یورپی طاقت کے نامزد اس کا تخلیہ کر دے تو بہت ممکن ہے کہ وہ یورپی طاقت اسپین کو سمندری بندرگاہوں سے بھی نکال دے اب اسپین سمجھتا ہے کہ شاید اہل ریف سمندری بندرگاہوں سے اہل اسپین کو خارج کر سکیں۔ لیکن دوسری یورپی طاقتیں تو ایسا ضرور کریں گی کیونکہ اُن کے لئے اُس ملک کے اندر پہنچنے کا راستہ ہی سیوتہ وغیرہ سے ملیگا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر اسپین کو ریف سے نکلنا ہی پڑا

اور کسی دوسری یورپی طاقت کے ذریعہ سے تو برطانیہ سبوتہ کو چھوڑ دے گا!

سیاست ریف کی یہ پیچیدہ حالت ہے کہ اور تو اور خود سپرا سا ہوا خواہ خادم اسلام یہ نہیں چاہتا کہ اسپین اس طرح افریقہ سے خارج ہو کہ کوئی اور دوسری یورپی طاقت مسلط ہو جائے۔ میری صلاح غازی عبدالکریم کو یہ ہوگی کہ وہ خواہ اہل اسپین پر کافی دباؤ ڈال کر خواہ مصالحت سے اسپین ہی سے کوئی براہ راست صلح کرلیں اور اپنی کامل آزادی اس شرط کے ساتھ حاصل کرلیں کہ اسپین سے تعلق بالکل منقطع بھی نہ ہو جائے اور کسی دوسری طاقت کو ریف میں دراندازی کا موقع نہ ملے۔

فرانس نے تو اب ہی ریف کی ایک سرحد کی طرف فوجی نقل وحرکت شروع کی ہے یورپی طاقتوں کو کمزور کا ملک ومال چھین لینے کے لیے بہانہ ڈھونڈنے میں مطلق دیر نہیں ہوتی نہ لوٹ کے لئے ذرا بھی ضمیر کی سرزنش کا ڈر ہوتا ہے۔

بدقسمتی مسلمانوں کی سب سے بڑی یہ ہے کہ ان میں عین وقت پر آپس میں پھوٹ پڑجاتی ہے۔ اسلامی زوال کا باعث ہی یہ ہے کہ اسلامی روح فنا ہوجاتا ہے۔ جب اسپین سے ... ان سے اسلامی حکومت کا چراغ گل ہوا تو سلطنت عثمانی اپنی پوری طاقت پر تھی مگر اسلامی خلیفہ نے بھی مدد کی تو غیر مسلم کی۔

اب جب کہ غازی عبدالکریم نے اپنے اسلامی ملک کو کمال سرداگی

اور شجاعت کے غیروں سے خالی کرا رہے ہیں دنیا کے اور مسلمان تو
غافل ہی ہیں۔ (مجبور و معذور بھی ہیں بعض خود اپنی مصیبتوں میں مبتلا
ہیں) خود مراکش کے مسلمان کب ایک دل ہوکر غازی موصوف کی مدد
کر رہے ہیں؟ اس وقت اور نہیں تو اگر امیر رسولی ہی غازی عبدالکریم کے
[illegible] اور قرب و جوار کے اور قبائل ساتھ دے دیتے تو غازی
عبدالکریم کو اپنی خود اختیاری حاصل کرنے میں سہولت ہوتی۔ بیچارے کے
پاس نہ کافی ہتھیار ہیں۔ نہ کافی فوج۔ نہ روپیہ۔ اسپتال وغیرہ کا سامان
بھی نہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو اس قدر تو فوراً کرنا چاہیے کہ جو
صدا ہز ہائنس آغا خاں [illegible] آنریبل امیر علی نے طبی مشن کی مدد
کو اٹھائی ہے اس کو لبیک کہیں اب عوام مسلمانوں سے جلد کافی
روپیہ ہو جانا تو قریب محال کے ہے اس لئے رؤسا اور امراء کو دریادلی
دکھانا چاہیے۔ نہ صرف اسلامی ہمدردی کا بلکہ انسانی ہمدردی کا یہ عین
وقت ہے۔ اہل ریف کی مدد کا بھی یہی وقت ہے۔ مسلمانان ہند کی
ذرا سی مدد خواہ طبی مشن ہی کے ذریعہ سے ہو شیر دلان ریف کا حوصلہ
اور بلند کر دے گی۔ لیکن یہ مدد جلد سے جلد جانا چاہیئے۔

اہل ریف اندر ملک (چھوٹا سا حصہ ہے) کی پوری تنظیم غازی
عبدالکریم نے شروع کر دی ہے مگر ظاہر ہے کہ دونوں کام آسان نہیں
کہ جنگ بھی کریں اور سیاسی واقتصادی و تعلیمی حالت کو بھی درست
کریں۔ بہر صورت محکمہ جات اور وزارتیں قائم ہوگئی ہیں معدنیات کے

لئے ٹھیکہ دینے کی تجاویز ہو رہی ہیں جنگ کی وجہ سے وہ بھی مشکل ہے۔
ریف کا مقام بہت چھوٹا ہے آبادی تین چار لاکھ کی ہے پیداوار
بسر اوقات کے لئے ہو جاتی ہے لیکن اکیلے اہل ریف بہت قوت نہیں رکھتے
کہا جاتا ہے کہ اب پانچ چھ لاکھ فوج اسپین تیار کر رہا ہے جیسا میرے ایک
ترکی دوست نے یونانیوں کی بابت کہا تھا کہ لاکھ دوسری قوتیں مدد دیں
مگر بزدل کو قوی دل بنا دینا اور انسانی سرشت کو بدل دینا انسانی
امکان سے باہر ہے ایشیائے کوچک کے میدان میں یہ بات ثابت ہوگئی
خدا کرے افریقہ میں بھی یہ بات روشن ہو۔ اسپین کی فوج بڑھے گی۔
شاید طیارے اور توپیں بھی بڑھیں گی۔ لیکن اگر دل بھیڑ ہی کا سا
رہا تو اہل ریف پر فتحیاب نہ ہونگے۔ بشرطیکہ اور لٹیرے مدد کو نہ پہنچ جاویں
بندرگاہ سیوتہ ریف میں ہے سیوتہ سے اسپین کا ساحل کچھ دور نہیں
ہے۔ طارق صرف پانچ سو سپاہی جانباز لے کر اسپین کے کنارے پہنچ
گئے تھے اور اپنی کشتیوں کو ڈبو دیا تھا کہ "اب فتح کے بغیر واپس جانا نہیں"
اہل ریف چار لاکھ ہیں۔

مثل مشہور ہے کہ تاریخ دہراتی ہے کیا خدا وہ دن بھی لاویگا کہ
اسلامی تاریخ اسپین پر اپنے کو دہرائے کیا غازی عبدالکریم اس تاریخ
کا دیباچہ اپنی تلوار کی نوک سے لکھ رہے ہیں
یا یہ محض ایک پین اسلامک مجذوب کے ہوا پر محل ہیں۔

(۲)

الجزائر و مراکش

(ایک مصری سیاح (علی بک عبدالرازق) کے تاثرات)

الجزائر

۹۷ سال سے الجزائر پہ فرانس کا قبضہ ہے۔ فرانسیسیوں کی چستی اور چالاکی، ذہانت و ذوق مشہور ہے، الجزائر اس کی بہترین نمائش گاہ ہے، ملک کا اکثر حصّہ جنّت کا نمونہ بن گیا ہے۔ اسمٰعیل پاشا خدیو نے مصر کے لئے دعا کی تھی کہ "افریقہ کا یہ خطہ یورپ بن جائے" خدا نے الجزائر میں ان کی دعا قبول کر لی۔ مجال ہے کہ کوئی سیاح اسے نیم متمدن افریقہ سمجھے۔ اب یہ یورپ کا ایک ٹکڑا اور بہترین ٹکڑا ہے فرانس کا ٹکڑا ہے، بلکہ فرانس کا سب سے بہتر ٹکڑا۔ پیرس ہے۔

الجزائر "پیرس" بن گیا ہے یعنی الجزائر کی سرزمین۔ لیکن اس سرزمین کے باشندوں کا کیا حال ہے؟ کیا انھیں بھی "پیرس" کے باشندوں کی زندگی حاصل ہے؟ افسوس! سرزمین "بہشت" بن گئی ہے مگر اس کے بدنصیب باشندوں کے لئے اور غلامی کی زندگی کے

"جہنم" کے سوا کچھ نہیں ہے؛ وہ نہ تو "افریقی" رہے اور نہ "فرانسیسی" بن سکے، فرانسیسی تمدن اس سرزمین پر قبضہ کرتا جاتا ہے، اور وہاں کے اصلی باشندے جگہ چھوڑتے جاتے ہیں، گویا نئی تہذیب انھیں دھکیل رہی ہے اور ملک کے ان گوشوں کے اندر قید کر رہی ہے جو علم و تمدن کی روشنی سے محروم ہیں۔

الجزائر کے بڑے شہروں میں دیسی باشندوں کا کوئی گھر نظر نہیں آتا، بازاروں میں ان کی کوئی بڑی دوکان نہیں، چائے خانوں، سیرگاہوں، درجۂ اول کی گاڑیوں میں کبھی الجزائری نظر نہیں آئے گا، گویا پورا ملک اپنے اصلی باشندوں سے خالی ہو گیا ہے۔ بڑی تلاش کے بعد شہروں میں دو چار حقیر اور میلے کچیلے محلے ملتے ہیں، الجزائری انھیں محلوں میں قید ہیں۔ یورپین محلوں اور بازاروں میں اگر آتے بھی ہیں تو بھیک مانگنے، مزدوری کرنے، گاڑیاں چلانے۔ وما کان اللّٰہ لیظلمہم و لکن کانوا انفسہم یظلمون!

الجزائر میں الجزائریوں کی تعداد برابر کم ہو رہی ہے اور فرانسیسی بڑھ رہے ہیں۔ ان کا ٹڈی دل یورپ سے چلا آرہا ہے اور الجزائری جوق جوق پہاڑوں اور بیابانوں کی طرف بھاگ رہے ہیں حتیٰ کہ اس وقت ان کی آبادی چھ میں ایک رہ گئی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں ان کی تعداد اور بھی کم ہے پائے تخت میں ایک چوتھائی سے بھی کم ہونگے۔

اگر تاریخ کا افسانہ صحیح ہے اور قومیں اسی طرح فنا ہو جاتی ہیں

جس طرح افراد اور حیوانات و نباتات، تو تاریخ کو اپنے دامن میں ایک نئے افسانۂ زوال کیلئے گنجائش نکال لینی چاہیئے۔ عنقریب ایک بڑی قوم صفحۂ روزگار سے حرف غلط کیطرح مٹ جانے والی ہے یہ قوم الجزائر کی سرزمین پر پڑی سسک رہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ سو برس آسے دم توڑنے میں اور فیس گے۔ کون کہتا ہے کہ جہل و غفلت کے ہاتھ پاؤں نہیں؟ جسے دیکھنا ہو الجزائر میں آئے یہاں جہل کے ہاتھ ایک قوم کا گلا گھونٹ رہے ہیں، اور غفلت اپنے پیروں سے اسے کچل رہی ہے!

مراکش

مراکش اور الجزائر میں بہت بڑا فرق ہے۔ زمین میں بھی اختلاف ہے، باشندوں کے طبائع و خصوصیات میں بھی اختلاف ہے، مراکش زیادہ سرسبز اور خوبصورت ہے۔ مراکش، اسپین سے بہت مشابہ ہے وہ دراصل اسپین ہی ہے صرف سمندر کی گردن نے دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے، مراکش اور اسپین کے باشندوں میں بھی بہت مشابہت ہے۔ ایک ہی خاندان کی دو شاخیں معلوم ہوتے ہیں۔ اہل مراکش کی معاشرتی زندگی اور قدیم تاریخ، دونوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک وقت یہ قوم بہت بڑے تمدن کی مالک تھی، مشرق اور مغرب کے مابین درمیانی کڑی تھی آسمان تمدن پر ایک روشن سورج تھی اور چار دانگ عالم کو روشن کر رہی تھی لیکن جس قدر

اس کی ترقی کی رفتار تیز رہی تھی، اسی قدر اس کا زوال بھی سریع السیر ہوا۔ یوں کہنا چاہیئے کہ اس پر قبل از وقت بڑھاپا آ گیا۔

مراکشیوں کی موجودہ معاشرتی زندگی کی ایک عجیب خصوصیت ان کے ہر حلقہ اور ہر درجہ کی یکساں معنویت ہے، ایسی معنویت جو ایک امارۃ و تمدن رفتہ کی خبر دیتی ہے، سب پرانے بادشاہوں کا سا دراز اور طویل الذیل لباس پہنتے ہیں۔ سب کے چہروں پر بوڑھوں کی سی متانت اور سنجیدگی نظر آتی ہے، ہر مراکشی اپنی داڑھی اور وضع قطع میں ایک پیر و مرشد اور زلفۂ عالم معلوم ہوتا ہے سکون، سکوت، آہستگی، سنجیدگی، ہر حال میں ملحوظ رہے گی۔ ہاتھ ملائیں گے تو رک رک کر، سر کھجائیں گے تو سوچ سوچ کر، اٹھیں گے تو ٹھہر ٹھہر کر، چلیں گے تو متانت و تمکنت سے دامن لباس سنبھالتے ہوئے! میرے خیال میں یہ لباس عیش پسند بادشاہوں کا تھا۔ لیکن پوری قوم عیش پسند ہو گئی اور سب نے بادشاہوں کا لباس پہن لیا!

نا ممکن ہے کہ آج کے مراکشی نے اسپین فتح کیا ہو اور آدھا فرانس تہ و بالا کر ڈالا ہو، نازک جوتیاں پہننے والا پہاڑوں پر کیسے دوڑ سکتا ہے؟ لمبے لمبے جبے، بھاری بھاری عمامے انسان کو کب چست و چالاک بننے دے سکتے ہیں؟ لیکن یہی وہی مراکشی تھے اس وقت مراکش جوان تھا، اب بوڑھا ہو گیا ہے!

مراکشیوں اور جزائریوں میں فرق

اہل مراکش کے چہروں پر مجھے وہ نیکی دکھائی دی جو اہل جزائر کے چہروں پر موجود نہیں، میں نہیں کہہ سکتا یہ محض ظاہری فرق ہے یا حقیقی ہے؟ مراکشی داڑھیوں کی پرورش کرتے ہیں، خدا ان کے گھنے بالوں میں برکت دے! برخلاف ان کے جزائری گلوں کی صفائی کرتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں، خدا انھیں طول وعرض میں پھیلائے! مراکشی کتنے ہی غیظ و غضب کا اظہار کرے مگر بغض و کینے سے اس کا دل خالی ہے وہ واقعی نیک اور پاک دل ہوتا ہے۔

مراکشی کی ساکن نظریں اس کے باطنی سکون کی خبر دیتی ہیں لیکن اس کے سکون کے ساتھ غفلت بھی نمایاں دکھائی دیتی ہے اور بسا اوقات حماقت تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن ان میں یہ غفلت وحماقت کہاں سے آئی؟ حالانکہ وہ شراب اور ہر قسم کے نشوں سے قطعی طور پر دور رہیں اگر واقعی ان میں غفلت و حماقت موجود ہے تو یہ اس عیش و راحت کا نتیجہ ہوگی جس میں وہ صدیوں سے مبتلا ہیں۔

میرے خیال میں مراکشی غفلت وحماقت کے اس قدر تنگار

نہیں ہوئے جس قدر مصائب نے ان کے حواس گم کر دیئے، ہر طرف سے ان کے وطن پر اغیار کی یورش ہے۔ وہ بے لبس ہو گئے، چارہ کار نظر نہیں آتا اس حالت نے انھیں مدہوش بنا دیا حالانکہ وہ حقیقت میں مدہوش نہیں ہیں۔ وتری الناس سکاریٰ، وما ہم بسکاریٰ ولکن عذاب اللہ شدید!

برخلاف ان کے جزائری کی نظریں تیز اور ولولوں سے لبریز ہیں، لیکن کمزوری انھیں نیچا کئے دیتی ہے۔ ان کی نظروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا بیمار شیر ہیں، اور زنجیروں میں کسے ہوئے ہیں، ان میں زندہ دلی بھی ہے اور اتنی ہے کہ اگر میدان خالی پائے تو خطرناک صورت اختیار کر لے!

اہل مراکش کی عربیت میرے لیے بہت مشکل تھی، برخلاف اس کے الجزائر کی زبان مصر و شام کی عربی سے زیادہ قریب ہے۔ البتہ الجزائر کی زبان میں یہ خرابی بہت نمایاں ہو گئی ہے کہ انھوں نے بکثرت فرانسیسی الفاظ داخل کر لئے ہیں، فصیح عربی وہاں تقریباً مفقود ہے؟

(الہلال)

(۳)

شمالی افریقہ کی موجودہ حالت

اسپین کی خانہ جنگی اور مسولینی کی سامراجی چالوں نے شمالی افریقہ کے حاکموں اور محکوموں دونوں میں بڑی بے چینی پیدا کردی ہے۔ یوں تو افریقی عرب برسوں سے فرانس کی غلامی کے جوئے کو اٹھائے رہا اور جنگ عظیم میں اس نے فرانس کی خاطر اپنے بھائیوں کو قتل کرنے سے گریز نہ کیا لیکن ۱۹۱۸ء کے بعد ترکی، شام، عراق اور مصر سے بیداری کی جو لہر اٹھی وہ بحر ظلمات تک بڑھتی چلی گئی، چنانچہ الجزائر میں بے اطمینانی پھیلی، ریٹونس کے عرب رہنما جلاوطن کئے گئے، مراکش میں خون کی ندیاں بہیں اور ریف میں غازی عبدالکریم نے آزادی کا جھنڈا بلند کیا سامراجی حکومتیں محکوموں کی اٹھتی ہوئی قوتوں کو دبانے میں مصروف تھیں کہ اسپین میں جنگ شروع ہوگئی اور جنرل فرانکو نے عربوں کو اپنی فوج میں بھرتی کرنا شروع کیا، ادھر مسولینی نے برطانوی اور فرانسیسی سلطنتوں کا زور توڑنے کے لئے عربوں کو اپنے ہاتھ میں لینے کی حکمت عملی اختیار کی، چنانچہ طرابلس کے عربوں کو یقین دلایا گیا کہ اطالیہ عربوں میں مسیحی تبلیغ کی اجازت نہیں دے گا نیز حبش کی مسلمان آبادی کو مراعات دی گئیں، اور اہل فلسطین کی

جنگ آزادی سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا، مسولینی کی اس سیاست سے برطانیہ اور فرانس بدکے، برطانیہ نے مصر کو معاہدہ پر راضی کرلیا، اور فلسطینی عربوں سے صلح وصفائی کی طرح ڈالی، فرانس نے ایک طرف تو شام اور لبنان کو خوش کیا اور دوسری طرف افریقہ کے عربوں کی شکایات کو دور کرنے کی تگ ودو شروع کی، الجزائر اور مراکش کے عربوں اور فرانس کی موجودہ کشمکش کا ذکر ذرا تفصیل سے سنیئے

الجزائر

فرانس کو اس ملک پر قبضہ کئے ایک سو سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے، اس طویل مدت میں یہ حکمت عملی رہی ہے کہ اہل جزائر کو اپنی زبان، مذہب، تمدن اور قومیت سے بیگانہ کرکے انھیں حقیقی معنوں میں ہمیشہ کے لئے فرانس کا غلام بنادیا جائے، اس ناپاک تجویز کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے عربی زبان کی ترویج وتدریس پر پابندیاں عائد کی گئیں، اصلاح پسند علماء کو دبایا گیا اور توہم پرست صوفیوں اور پیروں کی حوصلہ افزائی کی گئی تاکہ "روشن خیال" نوجوان اپنے مسخ شدہ مذہب سے نفرت کرنے لگ جائیں اور نئی نسلیں مذہب سے عاری اور فرانسیسی تمدن کی شائق بن کر نکلیں۔ جزائری عربوں کی قومیت کو ختم کرنے کے لئے یہ چال چلی کہ جو جزائری اپنی قومیت چھوڑ کر فرانسیسی قومیت اختیار کرے اس کے ساتھ خاص رعایتیں کی جائیں اور اس کو اپنے حکمران فرانسیسی کا درجہ دیا جائے فرانسیسی

قومیت اختیار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ نکاح، طلاق، وراثت اور شخصی قوانین میں شریعت کی بجائے فرانسیسی قانون کا پابند ہو جاتا ہے، حکومت چاہتی ہے کہ اس طرح سے جزائریوں کو فرانسیسی بنا کر اس ملک سے عربی زبان، اسلامی تمدن اور عربی قومیت کو بالکل نیست و نابود کر دیا جائے۔

اہل جزائر کو فرانسیسی بنانے کی مہم کو سر کرنے کے لئے حکومت عیسائی مشنریوں کو استعمال کر رہی ہے، سرکاری خزانے سے ان کو مدرسے کھولنے اور شفا خانے قائم کرنے کے لیے رقمیں ملتی ہیں۔ حالت یہ ہے کہ ایک طرف تو عربی زبان کی تعلیم اور اسلام کی تبلیغ کو روکا جاتا ہے اور دوسری طرف مسیحی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

جزائریوں کو اپنی زبان، مذہب، تمدن اور قومیت کھو کر اگر تن ڈھانکنے کو کپڑا اور پیٹ بھرنے کو روٹی مل جاتی تو شاید آج الجزائر میں بے اطمینانی اتنی نازک صورت اختیار نہ کرتی۔

فرانس نے عربوں کو صرف اپنی زبان، تمدن اور مذہب سے محروم نہیں کیا، بلکہ اس نے ساحل کی زرخیز زمینیں اصلی باشندوں سے چھین کر فرانسیسی آباد کاروں کو دے دیں تجارت، صنعت و حرفت اور دولت پیدا کرنے کے تمام ذرائع پر پردیسی قابض کر دیئے جزائری مزدور بن کر رہ گیا۔ لیکن مزدوری میں خون پسینہ ایک کرکے

بھی اس کے لئے آرام کی زندگی حرام ہوگئی۔ حکومت نے "جاہل کندہ ناتراش اور مفلس عوام" پر قانون کی خاص لاٹھی مسلط کی اور مستوطن آبادکاروں کے لئے دوسرے قوانین بنائے، فرانس کی یہ حکمت عملی آخر رنگ لا کر رہی، اہل جزائر کی بے چینی کا نقشہ فرانسیسی پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے جو الجزائر کے تحقیقاتی کمیشن کا رکن تھا ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"الجزائر کا سب سے بڑا مسئلہ بھوک کا ہے، موسم گرما میں تو جزائری موت کا مقابلہ کر لیتے ہیں لیکن سردی میں ہزاروں کو بھوک اور ٹھنڈ کی شدت ہمیشہ کی نیند سلا دیتی ہے پچھلے سال بدقسمت رعایا کو فاقہ کی موت سے بچانے کے لئے حکومت نے بڑے جتن کئے پچاس کروڑ فرانک سے زیادہ تو نقد رقم تقسیم کی گئی۔ اس کے علاوہ منوں گندم باجرہ اور چاول کی بسہ بانٹی گئی اس میں شک نہیں کہ بہت سے لوگ کام پر فاقہ کو ترجیح دیتے ہیں لیکن اکثر تعداد تو ان کی ہے جو کام مانگتے ہیں لیکن ان کو کام نہیں ملتا۔"

آگے چل کر رکن مذکور عرب محلوں کی بے کسی اور بدحالی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ہم نے بہت سے ایسے شہر دیکھے جہاں سینکڑوں ہزاروں اشخاص اس طرح رہتے ہیں کہ بدن پر چیتھڑے، چہرے پژمردہ، ہڈیوں پر گوشت کا نام نہیں، مکانات خستہ، ان کی بدحالی کا یہ عالم ہے کہ جب تک انسان ان کو آنکھ سے دیکھ نہ لیں

کبھی باور نہ کرے، دیکھنے کو تو بڑے بڑے شہر ہیں لیکن مکانات سب کے سب ایٹمن اور تختوں کے جو غلاظت اور تعفن کے مرکز ہیں اس گندگی میں ننگے بھوکے بچوں کے غل کے غل پلتے ہیں، جب صفائی کی یہ حالت ہو تو الجزائر جیسی اچھی آب وہوا میں ہزاروں بچوں کا اندھا اور دق میں مبتلا ہونا کوئی تعجب کی بات ہے؟"

فرانس کی صد سالہ حکومت کی یہ برکات ہیں جو اہل جزائر کو دنیا کی سب سے بلند دعوی کرنے والی جمہوریت سے ملی ہیں، حیرت تو یہ ہے کہ جزائریوں کی بدحالی کا اعتراف کرنے کے بعد رکن مذکور ان کی شورش اور بےچینی کا ذمہ دار چند شوریدہ اور فتنہ پسند لیڈروں کو ہی گردانتا ہے، فرانسیسی آباکاروں کی محنت نے الجزائر کی ساحلی زمینوں کو واقعی بہشت بنا دیا۔ لیکن یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ بہشت بنانے والے جزائری کاشتکار کیلئے اس میں جگہ ہے یا نہیں، گو اہل جزائر نے اب تک صبر سے کام لیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تباہ حالی نے انھیں احتیاجات کی بجائے اب گولیوں سے کام لینے پر آمادہ کر دیا ہے، رکن مذکور لکھتا ہے کہ" اوران" کے ضلع میں شورشوں اور بلوؤں کا زور ہے، جلسوں میں پستولوں اور طمنچوں کا علی اعلان مظاہرہ ہوتا ہے ایک اور مقام پر تحقیقاتی وفد کے جانے سے کچھ دیر پہلے موٹروں کے جلوس میں اسلحہ کی نمائش کر کے اہل جلوس نے اپنے مطالبات

سے حق بجانب ہونے کا نمایاں طور پر اعلان کیا۔
اہل جزائر فرانس کے ساتھ یہودیوں کے بھی مخالف ہیں، اگر فرانسیسی آباد کار ہر وقت عربوں کے حملوں سے پریشان رہتے ہیں تو یہودی تاجر بھی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنی دوکانوں پر بیٹھتے ہیں اہل جزائر کو اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ ان کی تمام مصیبتوں کا سبب فرانس ہے اور اُن کے ہموطن یہودی اس کے حلیف ہیں۔
فرانس نے اہل ملک کی بے چینی کو دور کرنے کے لئے عربوں کو جزائر کی اسمبلی میں اچھے اچھے نمائندے بھیجنے کا حق دیا ہے لیکن مرض اتنا بڑھ گیا ہے کہ بقول رکن موصوف ان تدبیروں سے اس کا علاج ممکن نہیں، عوام روٹی چاہتے ہیں۔ اور زمانہ ہوتا تو حکومت روٹی کے بجائے گولہ اور بارود برساتی لیکن اب وقت بدل گیا، فرانس اہل جزائر کو کچل کر خود اپنی جان سلامت نہیں رکھ سکتا، آزادی اور غلامی کی اس کشمکش میں بظاہر تو آزادی کی جیت یقینی نظر آتی ہے۔
سلسلہ بیان میں ایک بات رہ گئی، فرانس نے پچھلے سالوں میں عرب قومیت کو ختم کرنے کی یہ تدبیر کی کہ اہل جزائر کو یہ طمع دیدی کہ اگر وہ عرب قومیت کی بجائے فرانسیسی قومیت اختیار کرلیں تو حکمرانوں کے حقوق دیئے جائیں گے، ایک طبقہ نے اس پیشکش کو قبول کرلیا، نتیجہ یہ نکلا کہ قوم نے اس کا بائیکاٹ کردیا۔ ان کے مُردوں کو قبرستانوں میں دفن ہونے سے روکا اس پر حکومت نے اپنے

وفاداروں کا ساتھ دیا۔ نوبت کشت و خون تک پہنچی، الغرض اہل جزائر کی سخت مخالفت کی وجہ سے یہ تحریک تقریباً مردہ ہو چکی ہے اور اب تک بیس پچیس ہزار جزائری جو فرانسیسی قومیت میں داخل ہو چکے ہیں ان کی جان بھی عذاب میں ہے۔

مراکش

سنہ ۱۹۰۴ء میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان مراکش سے متعلق ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے اول الذکر کو مراکش میں اپنی سیادت قائم کرنے کا حق دیا گیا فرانس نے سلطنت کے نظم و نسق کو تو اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن "امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین" یعنی سلطانِ مراکش کی ذات گرامی کو باقی رکھا دوسرے لفظوں میں حکم اور اختیار تو فرانسیسی ہائی کمشنر کو دیا گیا اور نام سلطان کا رہا الجزائر کی طرح مراکش میں بھی اہل ملک جنگ عظیم کے بعد فرانسیسی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے شروع میں جلسوں اور اجتماعات تک معاملہ رہا۔ لیکن فرانسیسیوں کی سختی سے تحریک آزادی روز بروز زیادہ قوت پکڑتی گئی۔ اور باتوں اور تقریروں سے نوبت بلوؤں اور خونریز معرکوں تک پہنچ گئی، فرانس نے اس تحریک کو کچلنے کے لئے اہل مراکش کو آپس میں لڑا کر حکومت کرنے کی حکمت عملی اختیار کی۔

مراکش میں دو نسلوں کے مسلمان آباد ہیں ایک تو عرب

ہیں۔ جو زیادہ تر ساحلی علاقوں میں اقامت گزیں ہیں اور دوسرے بربر ہیں جو اندرون ملک اور پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ عرب بیشتر تعلیم یافتہ ہیں، عربی ان کی مادری زبان ہے۔ لیکن بربر عربی زبان سے ایک حد تک بیگانہ اور اسلامی تمدن سے بہت کم متاثر ہیں، فرانس نے بربروں کو عربوں کے خلاف اکسایا اور انھیں عربی زبان، عربی تمدن اور اسلامی قومیت سے قطعی طور پر الگ کرنے کے لئے، بربری قومیت کا خیال پیدا کیا۔ بربروں کی آبادی میں عربوں کی درسگاہیں بند کر دی گئیں۔ مسلمان واعظوں اور مدرسوں کو بربروں تک پہنچنے سے روک دیا گیا۔ اب تک بربر اسلامی قانون کے تابع تھے۔ فرانس نے شرعی عدالتیں منسوخ کر کے ان کی جگہ فرانسیسی قانون نافذ کیا۔ ان سلبی کوششوں کے ساتھ ساتھ فرانسیسی مشنریوں کو بربروں پر ریل دیا گیا۔ یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں بربری آبادیوں میں پھیل گئے ہیں اور مدرسے اور شفاخانے بنا کر بربروں کو اپنے حلقۂ اثر میں کر رہے ہیں۔

فرانس کے اس اقدام سے مراکش میں بڑی بے اطمینانی پھیل چکی ہے، نہ صرف یہ کہ عرب اس قانون کے خلاف ہیں بلکہ بربر بھی فرانس کے قانون کو الطاف واستحسان کی نظروں سے نہیں دیکھتے، کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ کسی نہ

کسی شہر میں ہنگامہ نہ ہوتا ہو، فرانس بُری طرح رعیت کو دبا رہا ہے لیکن بےچینی کم ہونے کی بجائے برابر بڑھ رہی ہے، مراکش کی اس صورت حال نے اسپین کی خانہ جنگی کی وجہ سے اور بھی نازک حالت اختیار کرلی ہے مراکشی عرب دیکھتے ہیں کہ ان کے پڑوسی فرانکو کی فوج میں بھرتی ہو رہے ہیں، اسپین کے ماتحت علاقوں میں جرمنوں نے باقاعدہ فوجی مدرسے کھول رکھے ہیں جہاں عربوں کو فوجی تعلیم دی جارہی ہے، پچھلے دنوں یہ خبر ملی تھی کہ بہت سے مراکشی سرحد عبور کرکے اسپینی علاقہ میں جارہے ہیں۔

فرانس کی تعلیمی پالیسی کا ایک رُخ پچھلے اوراق میں دکھایا جا چکا ہے دوسرا رُخ یہ ہے کہ مراکش میں تعلیم کا معیار صرف یہ ہونا چاہیئے کہ حکومت فرانس کو اپنی نوآبادی کے لئے اچھے مقامی کلرک اور باورچی مل سکیں، چنانچہ سارے مراکش میں صرف دو ثانوی اسکول ہیں ایک فیض میں دوسرا رباط میں اور صرف تین ابتدائی مدارس ہیں جن میں فرانسیسی زبان ذریعہ تعلیم ہے اور عربی کے لئے برائے نام ہفتہ میں دو گھنٹے مقرر کئے گئے ہیں،

مشرقی علوم کی تعلیم کے لئے قدیم زمانے سے فیض میں ایک

یونیورسٹی قائم چلی آتی ہے۔ فرانسیسیوں نے اس کو باقی رہنے دیا ہے البتہ یہ احتیاط برتی ہے کہ اس یونیورسٹی میں کوئی بہت ذہین اور انقلابی اصول کا پروفیسر نہ رکھا جائے اسطرح کے جو دو چار پروفیسر تھے بھی وہ بھی رزیڈنٹ کے اشارے سے سیاسی وجوہ کی بنا پر علیحدہ کئے جا چکے ہیں، یہ یونیورسٹی ابتک اس لئے قائم چلی آتی ہے کہ اس کے اخراجات کے لئے صدیوں سے ایک وقف بھی موجود ہے جس کی آمدنی کا ایک حصّہ حکومت وصول کرلیتی ہے اور باقی یونیورسٹی کے لئے چھوڑ دیتی ہے۔

مراکش کے نوجوانوں کو یورپ جاکر اعلیٰ تعلیم کی تکمیل سے باز رکھنے کی پوری پوری کوشش کی جاتی ہے۔ یورپین تعلیم کے مضرات کا خوب پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے خواہش مند لڑکوں کے والدین پر زور ڈالا جاتا ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو یورپ نہ بھیجیں اور جب اس پر بھی کوئی نہیں مانتا تو خواہ مخواہ پاسپورٹ دینے میں دیر لگائی جاتی ہے اور عموماً یہ تاخیر اتنی ہوتی ہے کہ یورپ کی یونیورسٹیوں کے داخلہ کا زمانہ گذر جاتا ہے، اسی کے ساتھ ان طالب علموں کا ایک سال مفت ضائع ہوجاتا ہے لیکن اس کے برخلاف مراکش کے بجٹ سے وظائف منظور کئے جاتے ہیں اور یورپ جانے

میں ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔

خانگی مدارس جن میں چھوٹے بچوں کے لئے قرآن شریف اور دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ مراکش میں بکثرت پائے جاتے تھے لیکن فرانسیسوں کے انتداب کے بعد ان کی تعداد حیرت انگیز طور پر کم ہونی شروع ہوگئی اس لئے کہ ایسے مدرسوں کے متعدد مولوی صاحبان "سیاسی وجوہ" سے ملک بدر کر دیئے گئے اور مدرسوں میں تالے ڈال دیئے گئے

اسی کے ساتھ حکم یہ ہے کہ اس طرح کا اگر کوئی مدرسہ بند ہو جائے تو اس کی جگہ کوئی دوسرا نہیں کھولا جا سکتا، ظاہر ہے کہ جب قرآنی مدرسوں کے مولوی صاحبان "سیاسی وجوہ" کی بنا پر نکالے جاتے رہیں گے تو مدرسے خواہ مخواہ بند ہوتے چلے جائیں گے اور جب ان کی جگہ کوئی دوسرا مدرسہ قائم نہ ہو سکے گا تو مدرسوں کی تعداد اپنے آپ کم ہو جائے گی صرف شہر فیض میں ۱۹۱۲ء میں ۲۰۰ دو سو سے اوپر قرآنی مدرسے تھے، لیکن آج ان کی تعداد پوری ایک سو بھی نہیں ہے۔ فرانس کی اس تعلیمی پالیسی کے باعث مراکش، ٹیونس اور الجزائر میں پڑھے لکھے اور جوشیلے نوجوانوں کی ایسی انجمنیں قائم ہوگئی ہیں جو عواقب و نتائج سے بے پروا ہو کر فرانس کے خلاف احتجاج کر رہی ہیں اور

اس احتجاج کو عوام کی ہمدردیوں سے بہت زیادہ تقویت حاصل ہوتی جا رہی ہے،

فرانس کی دوسری قابل اعتراض حرکتوں میں سے ایک حرکت یہ بھی ہے کہ مراکش میں وہ فرانسیسیوں کی نوآبادی لبسانیکی کوشش کر رہی ہے اور چھانٹ چھانٹ کر اچھی اور زرخیز زمینیں فرانسیسیوں کو برائے نام قیمت پر بانٹ رہی ہے،

جو زمینیں حکومت مراکش کی ملک ہیں وہ تو ایک فرمان کے ذریعے فرانسیسی نوآبادکاروں کے لئے وقف کی جا چکی ہیں، لیکن نجی زمینیں بھی عربوں اور بربروں کے پاس محفوظ نہیں ہیں، جو زرخیز زمین کسی مالدار فرانسیسی کی نظر چڑھ جاتی ہے وہ مالک کی رضامندی یا بغیر رضامندی بہرحال اس کا سودا کر لیتا ہے اور زمین کے اصلی مالک کو اس کے سوا چارہ نہیں ہوتا کہ فرانسیسی آبادکار زمین کے جو دام اس کے حوالے کرے وہ چپ چاپ قبول کرلے۔

اس طرح کی خرید و فروخت عموماً فرانسیسی عدالتوں میں ہوا کرتی ہے اگر کوئی عرب یا بربر اس قدر خوش قسمت نہیں ہے کہ کسی یورپین وکیل کو اپنی طرف سے عدالت میں پیش کرے تو اس کی زمین جو تقریباً دس ہزار فرانک کی مالیت کی ہوگی ایک ہزار یا حد سے حد ڈیڑھ ہزار فرانک میں فرانسیسی نوآبادکار کے نام رجسٹر ہو جائے گی، لیکن اگر اس موقعہ پر معقول فیس دے کر اس نے کوئی

یورپین وکیل کرلیا تو اس کو مالیت کے لگ بھگ دام مل جاتے ہیں لیکن وکیل صاحب کی فیس اتنی ہوتی ہے کہ اسے ادا کرنے کے بعد اس سے زیادہ اس غریب کے پلے نہیں پڑتا۔ جو بغیر وکیل کے اپنی زمین کے فروخت کر دینے کی صورت میں اسے مل سکتا تھا

زمین حاصل کرنے کی یہ تو بہرحال قانونی صورت تھی اس کے علاوہ ایک صورت اور ہے جو فرانسیسی نوآبادکار عموماً اختیار کر جاتے ہیں اور ان سے کوئی سرکاری باز پرس نہیں ہوتی وہ یہ کہ شہروں سے دور کسی علاقہ میں اگر کوئی زمین کسی فرانسیسی کو پسند آگئی اور جس قبیلے کی وہ زمین ہے اس نے فرانسیسی کے ہاتھ بیچنے سے انکار کردیا یا دام اتنے بتلائے کہ فرانسیسی نہ دے سکا تو اس صورت میں وہ فرانسیسی عموماً یہ حرکت کرتا ہے کہ رات کی تاریکی میں زمین کے حدود اربعہ کو ڈائنا میٹ لگا کر اڑا دیتا ہے اور اس طرح جب زمین کی شکل بدل جاتی ہے تو اسے فرانسیسی عدالت میں چپکے سے اپنے نام رجسٹر کرا لیتا ہے اور غریب بربر جو اس زمین کا اصلی وارث ہوتا ہے اکثر صورتوں میں سر پیٹ کر بیٹھ جاتا ہے، اس لئے کہ اپنے دعوے میں جو کاغذات وہ پیش کرتا ہے اُن سے زمین کی موجودہ حالت مطابق نہیں ہوتی اور وہ یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ حلیہ زمین کا بگڑا ہوا ہے یا بگاڑا گیا ہے، بعض اوقات بربروں کو یہ ثابت کرنے

میں کامیابی ہو جاتی ہے کہ یہ زمین فی الحقیقت انہی کی ہے، اس صورت میں عموماً مقدمہ آپس کی صلح صفائی پر ختم ہو جاتا ہے، فرانس کی اس پالیسی کا نتیجہ یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے زمیندار اور کسان تباہ ہوتے جا رہے ہیں، جو زمیندار بڑے ہیں انھیں بھاری بھاری ٹیکسوں نے مار رکھا ہے، مراکش کی اس حالت کو دیکھ کر بعض یورپین محققین کی یہ رائے ہے کہ اگر فرانس نے اپنی پالیسی نہ بدلی تو مراکش میں اشتراکی اصول جڑ پکڑ جائینگے اور آئندہ جو اجتماع ہوں گے وہ اشتراکی اصول پر ہوں گے۔

مراکش میں فرانسیسی ٹیکسوں کی حالت یہ ہے کہ کھانے پینے تک کی کوئی جنس مقامی ٹیکسوں سے بچی ہوئی نہیں ہے، روزانہ فرانسیسی عدالتوں میں سینکڑوں مراکشی اس جرم میں پیش ہوتے ہیں کہ انھوں نے ٹیکس ادا نہیں کیا اور یہ مراکشی عموماً وہی ہوتے ہیں جو ٹیکس ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عدالتیں انھیں سزائیں دے دیکر دوسروں کے لئے "عبرت" کا سامان پیدا کر دیتی ہیں، اکثر قبائل جو ٹیکس ادا نہیں کر سکتے انھیں فرانسیسی یہ سزا دیتے ہیں کہ جب تک وہ ٹیکس ادا نہ کریں اس قبیلے کے نوجوان شادی نہ کرنے پائیں۔

مراکش میں غربت و افلاس کا یہ حال ہے کہ چار جوار ممالک

میں بطور تفریح پی جاتی ہے مراکش میں بطور غذا استعمال ہوتی ہے مراکش کی چائے سبز ہوتی ہے اور اس چائے کے ساتھ مراکشی کچھ اور جڑی بوٹیوں کو بھی شامل کرکے جوش دیتے ہیں اور روٹی کے ٹکڑے کے ساتھ اس جوشاندے کی ایک پیالی پی کر اپنے پیٹ بھر لیا کرتے ہیں، آج مراکش میں سینکڑوں گھرانے ایسے ہیں جن کی برسوں سے یہی غذا ہے اور جو غریب روٹی سالن کو ترس گئے ہیں۔

ان سب پر مستزاد یہ ہے کہ مراکشیوں کو تحریر اور تقریر کی مطلق آزادی حاصل نہیں، مراکش میں نہ کوئی ڈھنگ کا عربی اخبار ہے اور نہ فرانسیسی، مدت سے ایک نیم سرکاری اخبار "سعدی" نکل رہا ہے، اس کو مراکش کا قومی اخبار سمجھ لیجئے۔

کچھ دنوں پہلے ایک آزاد فرانسیسی اخبار "کیرے بورے" نامی ایک حق گو فرانسیسی کی زیر ادارت نکلا کرتا تھا لیکن فرانسیسی حکومت نے اس کو بھی برداشت نہیں کیا "کیرے بورے" کو پہلے تو حق گوئی کے جرم میں مراکش سے جلا وطن کردیا اس کے بعد ہمیشہ کے لئے اس کا اخبار بند کردیا، اسوقت سے کسی فرانسیسی کو بھی کوئی اخبار نکالنے کی اجازت نہیں ملتی، نہ صرف اخبار کی اجازت نہیں دی جاتی بلکہ باہر کے جو مسافر مراکش آتے ہیں ان پر بھی فرانسیسی حکومت کی طرف سے سخت نگرانی رکھی جاتی ہے، اسی کے ساتھ

فرانس کا جب کوئی بڑا حاکم مراکش کے دورے پر آتا ہے تو مراکش کے ان لوگوں کو جن کے متعلق فرانسیسی افسروں کو یہ شبہہ ہوتا ہے کہ یہ اس حاکم تک اپنی شکایتیں پہنچا دیں گے پہلے سے نظر بند کر کے دور دراز علاقوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ خط اور تار بھی اگر مراکشی یورپ کے کسی ملک میں بھیجتے ہیں تو سنسر ہوئے بغیر نہیں جا سکتے اور بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ کسی خط یا تار میں اگر فرانسیسی حکام کی شکایت ہوتی ہے تو وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچتے ہی نہیں۔

ام لوسین سنت مراکشی ریذیڈنٹ جنرل کی طرف سے کچھ دنوں پہلے ایک حکم یا آرڈیننس نافذ ہوا تھا جس کی ایک دلچسپ دفعہ یہ تھی:۔

> "جو شخص فرانسیسی نظم و نسق کے خلاف پبلک میں یا خصوصی صحبت میں تقریر یا تحریر یا اپنے انداز اور عمل سے نفرت پیدا کرنے کی کوشش کرے گا اُسے دو مہینے سے تین برس تک کی سزائے قید اور ایک سو فرینک سے تین ہزار فرینک تک کی سزائے جرمانہ دی جائے گی"۔

کسی حکومت کے خلاف علانیہ بغاوت پھیلانے کو جرم قرار دینا تو بے شک سمجھ میں آسکتا ہے لیکن خصوصی صحبتوں میں

حکومت کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرنے پر کسی شخص کو قابل تعزیر قرار دینا حکومت فرانس کی ایسی جسارت ہے، جس کی نظیر یقیناً کسی مہذب ملک میں نہیں مل سکتی، اسی پر بس نہیں، اس آرڈیننس کے کچھ دنوں بعد ایک اور آرڈیننس شائع ہوتا ہے اور اس آرڈیننس میں وہ کسر بھی پوری کر دی جاتی ہے جو اس میں باقی رہ گئی تھی حکم ہوتا ہے :۔

"جو شخص حکومت فرانس کی پالیسی پر نکتہ چینی کرنے کا مجرم ثابت ہوگا اسے دو برس کے لئے نظر بندی یا جلا وطنی کی سزا دی جائے گی"۔

پہلے حکم میں "نفرت پیدا کرنے کی کوشش" کا پردہ بھی تھا لیکن دوسرے حکم میں یہ پردہ بھی اٹھا دیا گیا اور حکومت کے خلاف ہر قسم کی نکتہ چینی کو جرم قرار دے دیا گیا، اس اعلان کے بعد ظاہر ہے کہ کوئی سیاسی جماعت مراکش میں نہیں بن سکتی اور نہ مراکشیوں کو یہ آزادی مل سکتی ہے کہ فرانسیسی حکومت کے خلاف اپنی آواز آئینی طور پر بھی اٹھا سکیں، ان اعلانوں کے ساتھ ساتھ مراکشیوں کی آزاد خیالی کو کچلنے کی ایک اور ترکیب بھی فرانس کے پاس ہے، عام پولیس کے علاوہ ایک اور قسم کی پولیس بھی مراکش میں پائی جاتی ہے جسے "سیاسی پولیس" کا نام دیا گیا ہے اس پولیس کا کام یہ ہے کہ وہ مراکش کے

پڑھے لکھے افراد کی نگرانی کرے اور ان کی سرگرمیوں سے فرانس کے محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی کو مطلع رکھے اس پولیس نے ۱۹۲۳ء میں فیض کی مشرقی یونیورسٹی کے تین طالب علموں کے سیاسی خیالات کے متعلق رپورٹ کی، یہ یونیورسٹی اگرچہ فرانسیسی نظم ونسق کے ماتحت نہیں ہے تاہم حکومت فرانس نے اس رپورٹ پر فوراً عملی اقدام اٹھایا اور اس یونیورسٹی کی کونسل کو یہ ہدایت کی کہ جب تک یہ طالبعلم اپنے سیاسی خیالات کے متعلق تحریری معافی نامہ نہ پیش کریں انھیں تکمیل تعلیم کی سند نہ دیجائے۔ چنانچہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۳ء کو کونسل کا اجلاس ہوا جس کے آگے یہ تینوں طالب علم پیش ہوے کونسل نے ان کے آگے ایک اقرارنامہ رکھا اور انھیں یہ حکم دیا کہ اگر وہ سند لینی چاہتے ہوں تو اس اقرارنامے پر دستخط کردیں، اس اقرارنامہ کا مضمون یہ تھا:

”بربروں کے متعلق سرکاری فرمان پر میں نے جس انداز سے احتجاج کیا تھا اس کا مجھے سخت افسوس ہے یہ بات حقیقتاً مجھے زیب نہیں دیتی تھی، میں اپنے اس طرزعمل کی معافی چاہتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ میں آئندہ پھر ایسی کوئی حرکت نہ کروں گا اور حکومت کے سارے احکام کی بلاعذر تعمیل کروں گا“

یہ طالب علم جن کے آگے یہ اقرار نامہ پیش کیا گیا تھا۔ ان کے نام یہ تھے۔ محمد علی الغاسی، ابراہیم القطنی اور عبدالعزیز۔ ان تینوں نے اس انسانیت سوز اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں یونیورسٹی کی سندیں نہ مل سکیں اور آج یہ تینوں طالب علم عوام کے لیڈر اور خطرناک احتجاج پسند سمجھے جاتے ہیں، جن پر رات دن فرانسیسی سی آئی ڈی مسلط ہے

مراکش میں فرانسیسی انداز حکومت کا یہ بہت سرسری خاکہ ہے اور اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ مراکشیوں کے ان احتجاجات، شورشوں اور بغاوتوں کے اسباب کو سمجھنے کا موقع ملے جو آئے دن وہاں ہوتی رہتی ہیں۔

مراکش کا جو علاقہ اسپین کے پاس ہے اس پر سلطان مراکش کا ایک خلیفہ مقرر ہے جو حکومت اسپین کی ہدایت کے مطابق وہاں حکومت کرتا ہے پالیسی حکومت اسپین کی بھی یہی ہے کہ مراکش پر اقتدار قائم رکھا جائے لیکن فرانسیسی اور اسپینی علاقے میں فرق صرف اس قدر ہے کہ وہاں آزادی رائے پر ایسی زبردست پابندیاں عائد نہیں ہیں اور نہ حکومت پر نکتہ چینی کے جواب میں وہاں کسی کو جیل میں ٹھونس دیا جاتا ہے، تعلیمی پالیسی میں بھی اختلاف ہے اور "نوآبادکاروں کی پالیسی بھی

اسپین کی ایسی نہیں جیسی فرانس کی ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ اسپین اب تک مراکش کے علاقے میں اپنی نوآبادی قائم نہ کر سکا، البتہ مراکشیوں میں اسپین فرانس سے بہتر تسلیم کیا جاتا ہے، بلکہ حال میں اسپین میں جو خانہ جنگی ہوئی تھی اس میں مراکش کے عرب جنرل فرنکو کے جھنڈے کے نیچے لڑے تھے، اس وعدے پر کہ جنرل فرنکو کو فتح ہوگی تو مراکش کے اسپینی علاقے کو خود اختیاری حکومت دے دیجائیگی اور اب جبکہ جنرل فرنکو اسپین میں حکومت قائم کر چکا ہے تو مراکش کی خود اختیاری حکومت کا مسئلہ زیر غور ہے اور امیر عبد الکریم کی رہائی کا بھی امکان پیدا ہوگیا ہے۔

بہرحال مراکش کے اسپینی اور فرانسیسی علاقوں میں اب آزادی کی فضا پیدا ہوگئی ہے، اسپین خانہ جنگی سے تھک چکا ہے اور فرانس نے بھی دوسری سلطنتوں سے برسرپیکار ہوکر اپنی قوت اور اپنا اقتدار زائل کر لیا ہے۔ ایسی صورت میں مراکش کو اب زیادہ دنوں اپنے قبضے میں رکھنا نہ اسپین سے ہوسکتا ہے اور نہ فرانس کے بس کا ہے۔ آثار یہ ہیں کہ یہ علاقہ بہرحال آزاد ہوگا۔ اگر ہنسی خوشی اس علاقے کو آزاد نہیں کیا گیا تو ظاہر ہے خون خرابے ہونگے اور اس معاملے میں بھی مراکش کے عرب اور بربر یقیناً پیچھے نہیں ہیں۔ (ماخوذ از "عہد حاضر کے بڑے لوگ" صفحہ ۱۰۳)

(۴)

مراکش میں تحریک آزادی

خاص طور پر اسلامی ممالک میں نئے زمانے کی انقلابی روح اپنے پورے شباب پر ہے نتیجہ ! ایک ہمہ گیر انقلاب اور وہ بھی برق پا، ایک برس میں جو مسافت قطع ہوتی ہے پہلے کئی برسوں میں اس کا طے کرنا ناممکن دکھائی دیتا تھا۔ دنیا کے کسی سیاسی سمندر میں کہیں جوار بھاٹا اٹھتا ہے تو اس کی موجیں دنیائے اسلام کو ضرور ہچکولے دے کر رہتی ہیں یورپی سلطنتوں کی رقابتیں عربوں کی کھیتی کو پروان چڑھانے میں دنوں میں وہ کام کر رہی ہیں جس کے لئے برسوں تک خون پسینہ ایک کرنا پڑتا ہے۔

مراکش، الجزائر اور ٹیونس کے متعلق کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہاں کے باشندے اپنے آپ کو فرانسیسی رنگ میں رنگنے سے بچا سکیں گے، جاہل تو جاہل تھے ہی۔ پڑھے لکھے اور بھی گئے گذرے تھے، عربی سے نابلد اور مذہب سے بیزار، اسلام کی صورت کم نظر علماء، اور خرقہ فروش صوفیوں نے اتنی گھناؤنی بنا دی تھی کہ نوجوان اس کے نام سے بدکتے تھے، بدیسی حکومت

چاہتی تھی کہ اُن کو اُن کے حسب و نسب سے بیگانہ اور ملک و ملت سے متنفر کر کے انھیں فرانسیسی بنا دیا جائے اور مراکشی عربوں کی اپنے وطن میں وہی حیثیت ہے جو کالے حبشیوں کی سرزمین امریکہ میں ہے، فرانس نے اپنے تمدن کو خوش رنگ بنانے اور اسلام کو بدنما کرنے میں اپنا تمام زور صرف کر دیا امید تو تھی کہ پرانی نسل کے مٹتے ہی مراکش سے اسلام، عربی تمدن اور عربی زبان مٹ جائے گی لیکن ہوا اس کے بالکل برعکس۔

اسلامی مشرق سے نئے خیالات کی گھٹا اٹھی جو ٹیونس، الجزائر اور مراکش کی تمام بستیوں پر برستی چلی گئی، ساتھ ہی عام اقتصادی بدحالی، دیہی آبادی کی بے اطمینانی اور اہل حرفہ کی تباہی نے ملک میں ایک سیلاب پیدا کر دیا جس کے سامنے فرانسیسیوں کے تمام تمدنی کارنامے اور علمی کوششیں خس و خاشاک ثابت ہوئیں، فرانس سے دشمنی اور فرانسیسی تمدن سے نفرت نئی نسل کا شعار بنی۔

۱۹۳۶ء اسپین کی خانہ جنگی اور فرانس سے اٹلی اور جرمنی کی رقابت نے مراکشیوں کے دل میں سلگتی ہوئی آگ کو اور ہوا دی چنانچہ قوم پرست نوجوانوں نے کھلم کھلا حکومت کی مخالفت کی ٹھانی اب معاملہ احتجاج سے گذر چکا ہے مراکشی کچھ اتنے

ہیئے بھی نہیں کہ فرانس کی فوج اور پولیس کا مقابلہ نہ کر سکیں
ظاہر ہے ان حالات میں قتل و خون ہوگا، اب فرانس ایک طرف
صلح و صفائی کی تدبیریں کرنے لگا اور اپنی سابقہ حکمت علمی کی تبدیلی
کا وعدہ کیا اور دوسری طرف اپنی ہوائی قوت بڑھاتا رہا بہرحال وہ
مراکشی جو چند برس پہلے ایک فرانسیسی فوجی افسر کے قول کے مطابق
خنزیر کھاتے اور ہمارے ساتھ شراب پیتے تھے، اب ایک نئی روح
سے سرشار ہیں، بے شک فرانس کا مقابلہ کرنا آسان نہیں۔ لیکن
قوموں کی کھیتیاں خون سے ہی سینچ کر پھل پھول لاتی ہیں، اور
افریقہ کے عرب اور بربر خون بہانے میں کچھ زیادہ بخیل بھی نہیں

اس سرزمین میں فرانسی سرمایہ داروں نے کارخانوں اور
تجارت گاہوں کا جال پھیلا رکھا ہے جو عرب مزدوروں کی گاڑھے پسینے
کی کمائی سے دولت و ثروت حاصل کر رہے ہیں۔ نسلی امتیاز کے
باعث مقامی باشندوں پر سفید فام آبادی مسلط ہو رہی ہے۔
۱۹۳۰ء کا اعلان بدستور نافذ ہے جس کی رو سے عربی تعلیم
و تدریس اور قدیم رسم و رواج پر قیود عائد ہیں جب ہسپانیہ کی
بغاوت ہٹلر اور سائنور مسولینی کی امداد و اعانت سے وابستہ تھی
اور یہ دونوں آمر فرانس کو سوشلسٹ ہونے کی سزا دینا چاہتے
تھے علاوہ ازیں جرمنی شمالی افریقہ میں اپنے لئے جگہ مہیا کرنا
چاہتا تھا تاکہ بحیرہ روم میں حصہ دار بننے کا موقع مل سکے ایک

روایت ہے کہ ہٹلر نے اس شرط پر فرانکو کی حمایت کی تھی کہ بغاوت کے اطمینان بخش خاتمہ کے بعد جب جمہوریت ہسپانیہ کی جگہ آمرانہ حکومت کا جشن منایا جائے گا تو اس وقت ہسپانوی مراکش جرمنی کے حوالے کیا جائے گا اس توقع پر فرانسیسی مراکش پہونچائے گئے اور بقول اخبار لندن ٹائمز، چند نازی بھی خفیہ ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے، لیکن وحدت عربیہ کی تحریک نے اس اقدام کا آگا روک لیا اور فرانسیسی مراکش سے آواز بلند ہوئی کہ ہم فرانس کے مخالفت میں فرانکو کے آلہ کار کیوں بنیں جبکہ بلحاظ استعمار پرستی دونوں کا نصب العین ایک ہے لیکن اس حد تک دود سے اتنا ضرور ہوا کہ مراکشین اور الجزائر کے اتحاد و اشتراک کی تحریک عملی صورت اختیار کر گئی اس اجمال کی ضروری تفصیل یہ ہے کہ مراکش اور الجزائر نے آزادی کے لئے متحدہ جدّوجہد کی اسکیم تیار کر رکھی ہے۔ یہ پروگرام ۱۹۳۷ء میں جنرل فرانکو کی دور اندیشی سے پیدا ہوا تھا لیکن آج کل اسے فرانس جامۂ عمل پہنانے کی ادھیڑبن میں مصروف ہے۔ جب ستارہ ہسپانیہ کا سورج نصف النہار پر تھا تو جنرل فرانکو نے ہسپانوی۔ فرانسیسی مراکش اور الجزائر کو ایک لڑی میں پرونے کی تحریک شروع کرائی تھی۔ اس مقصد کیلئے ہسپانوی مراکش کی راہ سے فرانسیسی افریقہ میں سامان جنگ بھی بھیجا گیا۔ ۱۹۳۷ء میں لندن ٹائمز نے بیان کیا تھا کہ چند لوگ فرانسیسی مقبوضات میں گرفتار کئے گئے تھے

جو نازی پروپیگنڈہ کر رہے تھے لیکن اب حالات بدل چکے ہیں۔ فرانس ہسپانیہ کو نقصان پہنچانے کی غرض سے "وحدت عربیہ" کے اس فرانکوی نقشہ میں رنگ عمل بھرنا چاہتا ہے معلوم نہیں کہ افریقہ کی عربی وحدت باقاعدہ صورت اختیار کر لیگی۔ یا گرمی کے بادلوں کی طرح بہت جلد نظر سے اوجھل ہوجائے گی۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ تنظیم خواہ فرانسی مقاصد کے زیر اثر ہو یا ہسپانوی اغراض کے ماتحت اس کا انجام عربی مفاد کے لئے سازگار ہوگا کیونکہ تینوں ملک اگر متحد ہوگئے تو ان کی سیاست و قوت ایک مرکز پر آجائے گی اور اس مرکز سے جو آواز اٹھے گی وہ یقیناً موثر ثابت ہوگی کیونکہ فرانس و ہسپانیہ محسوس کریں گے کہ عربوں کو اگر مطمئن نہ کیا گیا تو بحیرہ روم کے مغربی دروازے سے لے کر کئی سو میل تک پانی کی جگہ شعلے متلاطم ہونگے اگرچہ اتحاد ثلاثہ کی بنا پہلے ہسپانوی اغراض پر تھی اور اب فرانسی مفاد پر ہے اس لئے شمالی افریقہ کی وحدت اسلامی کا تخیل یورپی دماغ کا مرہون ہے لیکن عربوں کی فطرت نسل و خون کے تعلق سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے اس لئے عجب نہیں کہ دونوں مراکشوں اور الجزائر کے عرب اخوت و اتحاد کا کام اس اصول پر کریں کہ ہسپانیہ و فرانس اپنی اپنی اسکیم پر اظہار افسوس کرتے رہجائیں۔ یہ تو خیر گذری کہ ہسپانیہ تازہ جنگ فرنگ میں شامل نہیں ہوا اور نہ ہسپانوی و فرانسی اغراض و مفاد کی جنگ مراکش ہی سے شروع

ہوتی لیکن وحدت عربیہ افریقہ کی نتیجہ خیز منزل مصر ہے اگر
مراکش و الجزائر کے باشندے تونس، طرابلس، لیبیا اور سوڈان
تک بھی اپنی تحریک وسیع کر دیں اور اس کے بعد تحریک کی رہنمائی پر
مصر کو مجبور کر دیں تو نہر سویز سے بحر اوقیانوس تک بحر روم کا سارا
شمالی ساحل وحدت اسلامی سے مستفید ہو سکتا ہے اور یہی وحدت
ہے جو ایک ہزار برس کی پرانی تاریخ کا اعادہ کر سکتی ہے یہ خیال
اگرچہ دور از کار معلوم ہوتا ہے لیکن مختلف افریقی ممالک میں جو مقامی
تحریک جاری ہے وہ اپنی نشوونما اور فلاح و ترقی کے لئے بیرونی
امداد و اعانت کی محتاج ہے کیونکہ جغرافی و قومی اشتراک نے شمالی
افریقہ کے ممالک کو ایک جسم بنا رکھا ہے اور جسم کے کسی حصے کو زحمت
یا مصیبت کا سامنا ہو تو اس کا اثر تمام اعضا محسوس کرتے ہیں اس
لئے اگر شمالی افریقہ کو تین چار اور انقلابوں کا سامنا ہوا تو جغرافی و
ملکی حدود پھاند کر وحدت و اخوت کے اس میدان میں آجائے گا
جہاں ہر مسئلہ کو صرف اسلام و انسانیت کی روشنی میں دکھایا جاتا ہے۔
اس لئے عجب نہیں کہ نہر سویز سے لے کر اقیانوس و بحر روم کے
دروازے تک تمام اسلامی قومیں ایک رشتہ میں منسلک ہو جائیں اور اس
انسلاک سے وہ اخوت پیدا ہو جو آزادی و خود مختاری کے لئے ذریعہ
نشوونما ہوتی ہے بہرحال شمالی افریقہ کا مستقبل اتنا تاریک نہیں جتنا آج
سے چالیس برس پہلے تھا کیونکہ مختلف ممالک میں آزاد ہونے کی صلاحیت پیدا ہو چکی ہے

اسپین کی خانہ جنگی میں مراکشی عربوں کی شرکت نے دنیا کی تاریخ میں ایک نئے انقلاب کا امکان پیدا کر دیا۔ الجزائر، ٹیونس اور مراکش کے گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں اسپین کی جنگ کا چرچا ہے اور عرب اپنے قہوہ خانوں میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ اپنے بھائی بندوں کی بہادری اور ان کے کارناموں کا ذکر کرتے تھے اور اس دن کا بڑی بیتابی سے انتظار کر رہے تھے جب مراکش سے لے کر مصر کی سرحد تک یہ ملک پردیسی غاصبوں سے آزاد ہو جائے گا اور مسلمان بے دین عیسائیوں کو اپنے وطن ملاس سے نکال باہر کریں گے۔

معلوم نہیں فرانکو نے کن وعدوں پر اسپینی مراکش کے عربوں کو اپنے ساتھ ملایا تھا لیکن اس میں شک نہیں کہ اس واقعہ سے عربوں کے حوصلے بڑھ گئے اور اب فرانکو کو فتح ہو یا شکست عربوں کو غلام رکھنا ناممکن ہو گیا ہے۔ سیاسی بیداری کے ساتھ ساتھ اس کی دوسری وجہ شمالی افریقہ کی اقتصادی بدحالی ہے۔ اسپینی مراکش کا علاقہ تو زیادہ سرسبز بھی نہیں، البتہ فرانس نے اپنی مقبوضات میں زمین کو زرخیز میں بڑی سعی کی لیکن اس کا حاصل تمام کا تمام فرانسیسی نوآبادکاروں کو ملتا ہے۔ مراکشی جیسے پہلے خالی ہاتھ تھا اب بھی ویسا ہی ہے اور پچھلے دو برس کی خشک سالی نے تو اسے بالکل قلاش بنا دیا ہے ظاہر ہے فاقہ کشی کا حل بغاوت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

مراکش کی تحریک آزادی کے قائدین نے ایک بلیٹن جاری کیا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ تمام امن پسند قومیں چھ سال تک جنگ میں شریک رہیں اور انسانی حقوق کی حفاظت اور ناانصافی پر انصاف کی فتح کے لئے لاکھوں جانیں نذر کر دیں، تمام کمزور قومیں آزادی مساوات اور جمہوریت کے لئے نئے دور کا انتظار کرنے لگیں۔

اقوام متحدہ کا ادارہ تمام اقوام میں ہم آہنگی پیدا کرنے، مختلف ممالک کی مشکلات رفع کرنے اور ایک نظام تشکیل دینے کی کوشش کر رہا ہے جس کے تحت اقوام عالم کے حقوق و مفادات محفوظ ہو سکیں شکست خوردہ اور محکوم قوموں کو اس ادارہ کے مستقبل سے خاص دلچسپی ہے۔ یہ قومیں اب تک فاسطی مظالم کا شکار ہیں ان کمزور اور محکوم قوموں کو اقوام متحدہ کے ادارہ سے بڑی توقعات وابستہ ہیں، ان محکوم اقوام میں مراقش بھی ہے۔ جو فاسطی مظالم کے بوجھ سے دبا جا رہا ہے۔

مراکش تین حصوں میں منقسم ہے ایک حصہ بین الاقوامی ہے باقی دو حصے فرانس اور ہسپانیہ کی مطلق العنان اور جابرانہ حکومت سے تنگ آ چکے ہیں، ہمیں حیرت ہے کہ جرمنی میں برطانیہ اور سویٹ روس اپنے اپنے حلقۂ اثر کے لئے لڑ رہے ہیں لیکن شمالی افریقہ میں فرانس کی روش پر ادارہ اقوام متحدہ کی چشم پوشی

معلوم نہیں کس مصلحت پر مبنی ہے، مراکش پر فرانکو ایک آمر مطلق کی حیثیت سے حکمراں ہے۔

مراکش میں ہسپانیہ کی پالیسی دو بنیادوں پر قائم ہے۔ مراکش کے باشندوں کو مفلس اور جاہل رکھنا، یہاں کے باشندوں سے اس طرح سلوک کیا جاتا ہے کہ گویا یہ ایک وحشی قوم ہے یہاں نہ کوئی باضابطہ سیول قانون ہے اور نہ باقاعدہ عدالتیں، ہر چیز فرانکو کے عہدہ داروں کی مرضی پر منحصر ہے، ان عہدہ داروں کو عدالتی اور عاملانہ ہر قسم کے اختیارات حاصل ہیں، یہ عہدہ دار جب مراکش آتے ہیں تو ان کی مالی حالت کچھ اچھی نہیں ہوتی اور جب ہسپانیہ واپس جاتے ہیں تو مالدار بن کر جاتے ہیں۔

مراکش کے باشندوں کو کسی قسم کی آزادی حاصل نہیں تیس سال سے مراکش پر ہسپانیہ کو تسلط حاصل ہے مگر اس عرصہ میں کوئی باقاعدہ نظام قائم نہیں کیا گیا۔ سرکاری درس گاہوں سے اب تک ایک گریجویٹ بھی نہیں نکلا،

ملک کے اصلی باشندے ملک کے قدرتی معاشی وسائل سے استفادہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان وسائل پر ہسپانیہ کے نو آباد کاروں کا قبضہ ہے، مراکش کے باشندے ہسپانوی عہدہ داروں سے اجازت حاصل کئے بغیر ایک دیہات سے دوسرے دیہات کو یا ایک شہر سے دوسرے شہر کو نہیں جا سکتے، اجازت نامہ کے بغیر کوئی

مال درآمد یا برآمد نہیں کیا جاسکتا، اور یہ اجازت نامے انہیں لوگوں کو ملتے ہیں جو ہسپانوی مفاد کے کام آتے ہیں، مراکش کے باشندے وحشی نہیں ہیں، عربی اور اسلامی تہذیب میں انھوں نے پرورش پائی ہے، قدرتی طور پر ان کی یہ تمنا ہے کہ دیگر اقوام عالم کی طرح ترقی کے منازل طے کریں اگر کوئی شخص مراکش کے ہسپتالوں اور جیل خانوں کا معائنہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ یورپ میں جانوروں کے ساتھ بھی وہ سلوک نہیں کیا جاتا جو یہاں انسانوں کے ساتھ کیا جارہا ہے، ہسپانیہ سے نو آبادکاروں کا مراکش میں داخلہ ایک دوسرا تکلیف دہ واقعہ ہے۔ کاشتکار، تاجر، مزدور کاروباری لوگ ہسپانیہ سے آکر مراکش کے ہر شعبہ زندگی پر چھا رہے ہیں، اس طرح مراکش کے باشندے وسائل حیات سے محروم کئے جارہے ہیں

مراکش کے غریب باشندوں سے خیراتی کام کے نام سے بڑی رقمیں جمع کی گئیں مگر کسی کو خبر نہیں کہ یہ رقمیں کس طرح صرف کی گئیں مگر اتنا معلوم ہے کہ بھوکے بناہ گزینوں پر یہ رقمیں صرف نہیں کی گئیں۔

مراکش تمام انسان دوست انجمنوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اپنے نمائندے روانہ کرے یہ معلوم کریں کہ ایک پوری قوم کس طرح غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ اقوام متحدہ

فرض ہے کہ آمریت کے خلاف جہاد شروع کرے اور اس وقت تک دم نہ لے جب تک آمریت کا قلع قمع نہ ہو جائے، آمریت کے جراثیم مراکش میں پرورش پا رہے ہیں اقوام متحدہ کا ادارہ دنیا میں امن قائم نہیں کر سکتا جب تک وہ آمریت کے ان چھپے ہوئے جراثیم کا خاتمہ نہ کر دے،

شمالی افریقہ کو تقسیم کرنیکے منصوبے

قاہرہ۔ عرب لیگ کے جنرل سکریٹری عبدالرحمٰن عزام پاشا نے عرب لیگ کے ایک اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے طرابلس العرب کے متعلق انکشاف کیا کہ فرانس کی خواہش ہے کہ طرابلس اٹلی کو دیدیا جائے اور برطانیہ برقہ کو لیلے اور خود فرانس فزان پر قابض ہو جائے روس کی خواہش ہے کہ لیبیا پر اس کی تومیت قائم ہو جائے اور امریکہ چاہتا ہے کہ ان عربی ممالک پر پانچوں حکومتیں (روس، امریکہ، فرانس، اٹلی اور برطانیہ) کی ملی تولیت قائم کی جائے اور دیسی اسمبلی میں ایک نمائندہ ان ملکوں کا بھی ہو اور ایک نمائندہ ان ملکوں میں بسنے والوں کا بھی۔ ایک نمائندہ ایسا ہونا چاہیئے جو یورپ کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں کی نمائندگی کرے

عزام پاشا نے کہا، میں نے ایک مرتبہ امریکی نمائندوں سے کہا تھا کہ اگر ان ملکوں پر عیسائیوں ہی کی تولیت قائم رکھنا ضروری ہے تو کیوں نہ حکومت لبنان کی تولیت قائم کرادی جائے۔ جو ایک عربی حکومت بھی ہے اور اس کی جمہوریت کا صدر بھی عیسائی ہے
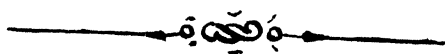
اقبال اور عبدالکریم

اسپین کی موجودہ حکومت (جمہوری) کو مسلمانان مراقش کے ساتھ ہمدردی ہے اور وہ اہل ریف کو اپنا ہم پلہ دیکھنا چاہتے ہیں لیکن بین الاقوامی مفادات ایسی قیود و بند عائد کئے ہوئے ہیں کہ وہ خود کوئی عملی اقدام نہیں کر سکتی۔ جب میں اسپانیہ کے جنوبی علاقے کی سیاحت کے بعد میڈرڈ واپس ہوا تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ غازی محمد بن عبدالکریم نے حکومت اسپین کو ایک چھٹی لکھی ہے جس میں حکومت سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ان کو رہا کر دیا جائے لیکن حکومت نے یہ جواب دیا کہ وہ حکومت اسپین کے قیدی نہیں ہیں بلکہ فرانس نے انھیں مقید کر رکھا ہے اس لئے اسپین اس کا مجاز نہیں کہ انھیں رہا کر سکے۔

دُعا

مجاہدین ریف کی فتح و نصرت کے لئے جامع
مسجد دہلی کے منبر سے جمعہ کی نماز کے بعد مولانا
محمدؐ علی مرحوم نے یہ دعا مانگی تھی اس وقت
مولانا کے تاثر کی یہ کیفیت تھی کہ روتے روتے
گھگھی بندھ گئی تھی دوسری طرف ہزارہا مجمع
زار و قطار رو رہا تھا۔ (ہمدرد ۲۷ جنوری ۱۹۲۶ء)

اے بحر و بر اور ہر خشک و تر کے مالک، اے ارض و سما اور
کون و مکاں کے خالق و فاطر، اے وہ کہ تیرا آستانہ ہر عاجز و در
ماندہ کا ملجا و ماوٰی اور تیری چوکھٹ بے نواؤں اور بیکسوں کے لئے
آخری جائے پناہ ہے، اے وہ کہ مسکینوں کی فریاد کو لبیک کہتا
اور عجز و فتادگی کو عزیز رکھتا ہے آج تیرا ایک گنہگار و عصیاں
شعار بندہ تیرے حضور میں حاضر ہوا ہے گو اس کی پیشانی پر تیری
اطاعت و فرمانبرداری کا کوئی نشان نہیں مگر وہ عرق خجالت و
انفعال سے تر ضرور ہے گو اس کا سر تیرے احکام کے سامنے کم جھکا
ہے۔ مگر خاک شرمساری اور گرد خجالت سے وہ اٹ رہا ہے اور اس
کے چہرے پر رعونت و سرکشی کی تمکنت و نخوت کی بجائے مذلت و

خاکساری اور عجز و فروتنی موجود ہے اس کی جیب و دامن متاع طاعت سے خالی ہے مگر اس کے دل کی جھولی عجز و شکستگی اور فروتنی و فتادگی کی دولت سے معمور ہے وہ چشم خوں بار اور قلب پر سوز کے ساتھ تیری بارگاہ عاجز نواز اور آستانہ ناز پر حاضر ہوا ہے کہ تیرے حضور میں اپنی خجل اور شرمسار پیشانی کو رگڑ رگڑ کر تجھ سے کچھ مانگے، اور سر نیاز کو جھکا کر کچھ طلب کرے اے دردمند دلوں کی فریاد کو سننے والے اور اے عاجزانہ اور منکسرانہ صداؤں کو آغوش استجابت میں جگہ دینے والے اے خدائے حی و قیوم تیرے سوا کون ہے جو دلوں کی شکستگی کو دولت و حشمت کی اکڑ پر ترجیح دیتا ہو اور روحوں کی دردمندگی کو طاعت و عبادت کی نخوت پر مقدم رکھتا ہو۔ یقیناً تیرے سوا کوئی نہیں پھر ایک تہی دامن اور بے بضاعت بندہ تیرے آستانۂ قدس کو چھوڑ کر اپنے دل کی تڑپ سنانے کے لئے کہاں جاتا۔ اور کس کی چوکھٹ پر سر نیاز کو رگڑتا اے بیکسوں کو کس اور بے بسوں کو سہارا دینے والے رب موسیٰ و ہارون میں اس لئے حاضر نہیں ہوا کہ تجھ سے اپنے رہنے کے لئے عالیشان محل مانگوں کیونکہ قلب مطمئن کے ساتھ خس پوش جھونپڑے کو شاندار محل پر ترجیح دیتا ہوں، میں اپنے لئے شاہانہ جاہ و جلال اور عظمت و جبروت کا بھی طالب نہیں کہ عجز و گدایانہ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو پسند کرتا ہوں۔ مجھے دولت کی فراوانی بھی درکار نہیں۔

نہ عیش و راحت کے لئے امیرانہ کروفر کی مجھے چاہ ہے بلکہ میں تو اس لئے تیرے حضور میں آیا ہوں کہ اگر تیری توفیق کرم فرمائے تو تجھ سے تیرے مجاہد و سرفروش بندوں کے لئے جو صحرائے اعظم افریقہ کے ایک گوشے ریف میں مصروف جہاد ہیں۔ دعا مانگوں کہ اے حق و صداقت کو دوست رکھنے والے خدا تو اپنے ان بندوں کی اپنی نصرت بخشیوں سے مدد فرما۔ اور ان کو ظلم و طغیان کے مقابلہ کرنے کی طاقت عطا کر تاکہ حق سربلند و سرفراز ہو اور باطل خاسر و ناکام رہے۔

خداوندا! یہ مٹھی بھر آدمی جو بے سروسامانی مگر تیری نصرت فرمائی کے ساز و سامان کے ساتھ اسپین اور فرانس جیسی طاقتور حکومتوں سے نبرد آزما ہیں تاکہ اسلام کا علم مغرب اقصیٰ کی سرزمین پر سرنگوں نہ ہونے پائے، اپنے خزانۂ غیب سے ان کی مدد فرما کیونکہ بغیر تیری نصرت بخشی و نصرت فرمائی کے یہ بے سروسامان مجاہد ایسی عظیم الشان سلطنتوں کا کامیاب مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ جو اپنی شیطانی طاقت کے نشے میں سرشار ہیں اور جن کو اپنے جہنمی آلات حرب پر اس قدر گھمنڈ ہے کہ جہاں کہیں بھی حق و صداقت کی روشنی نظر آتی ہے یہ چڑھ دوڑتے ہیں تاکہ اسے بھی گل کر دیں اور اپنی سطوت و جبروت کا سکہ بٹھائیں اور جو اپنی ابلیسی قوت پر اس قدر مغرور ہیں کہ جس جگہ بھی کوئی کمزور اور ناتواں قوم بستی

ہے یہ اس پر دھاوا بول دیتے ہیں تاکہ جن گردنوں کو تو نے آزاد
پیدا کیا ہے ان میں اپنی غلامی کا طوق لعنت ڈال دیں اور جن
سروں اور پیشانیوں کو تو نے صرف اپنی بارگاہ کبریائی میں رگڑنے
کے لئے بنایا ہے ان کو اپنی ناپاک چوکھٹوں پر رگڑوائیں۔ اے
خدائے بے نیاز، اے وہ کہ تو نے اپنی قدرت کاملہ سے کمزوروں
اور ناتوانوں کو طاقت و توانائی عطا فرما کر سرکش اور متمرد
انسانوں کو شکست و ہزیمت کی ذلت و رسوائی دلوائی ہے یہ تیرے
بے ریفی بندے جو بے سروسامانی کے سوا کوئی سازوسامان نہیں
رکھتے بغیر تیری مدد کے فراعنۂ فرانس واسپین سے کس طرح
سربر ہو سکتے ہیں اور جب تک تیری غیبی نصرت بخشتیاں بے سروسامان
مجاہدین ریف کے ہمرکاب نہ ہوں وہ ایسی قاہر حکومتوں کا کیوں
کر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بھلا ایک مفلوک الحال اور دنیاوی ساز و
سامان سے محروم قوم کی بیکسی ایک طاقت ور حکومت کے غرور و
گھمنڈ سے کس طرح حق و صداقت کی پامالی کی حفاظت کر سکتی ہے
البتہ تو نے فرعون کے گھمنڈ کو موسیٰ کی بیکسی سے شکست دلوائی
اور بدر کے چند نفوس سے کفار قریش کے غرور کو پامال کرایا ہے
تیری ہی قدرت میں ہے کہ آج بھی تو پرستاران توحید کو غالب
و سرفراز فرما۔ بار الہا، میں تو اس قابل بھی نہیں کہ تیرے پاک
بندوں کے لئے جو اعلائے کلمۃ اللہ کی جد و جہد میں مشغول ہیں د

بھی کر سکوں ایک غلام و محکوم قوم کا فرد ایسے قدسی نفوس کے لئے دستِ دعا دراز کرنے کا کیا حق رکھتا ہے جو اپنی آزادی کی حفاظت میں جانیں قربان کر رہے ہیں اور پانی کی طرح اپنا لہو بہا رہے ہیں لیکن اے خدائے غفور و رحیم ہم اپنی بدبختی پر نادم ہیں اور جہاں اپنی ناپاک زبان سے مجاہدین رلیف کی فتح و نصرت کی تجھ سے دعا مانگتے ہیں یہ بھی عاجزانہ اور درد مندانہ التجا کرتے ہیں کہ مجاہدین حق کے صدقے میں ہم کو بھی توفیق عطا فرما کر غلامی کے بندھن اور محکومی کی زنجیروں سے نجات حاصل کرنے کے لئے سرفروشانہ جد و جہد میں مشغول ہوں۔

الٰہی اگر تو نے بے کس اور بے سروسامان غازیان اسلام کی مدد نہ کی تو کفر کی تاریکی سارے اقصائے مغرب کو گھیر لے گی۔ اس لئے شہدائے بدر و بتول کے صدقے میں اپنے جان فروش رلیفی بندوں کو فتح و نصرت عطا فرما اور ان کے دشمنوں کو جو فی الحقیقت حق و صداقت کے دشمن ہیں مغلوب و مفتوح بنا دے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ختم شد

کتبہٗ محمود اختر کانپوری

مقاصد ادارہ

(۱) مسلمانوں میں ذہنی و اسلامی بیداری کی روح پھونکنے کے لئے ہند میں عربی زبان کو زندہ اور ہر دلعزیز کرنا۔

(۲) عربی کی اہم کتابوں کو اردو زبان میں منتقل کرنا۔

(۳) عالم اسلامی کے مشہور و ممتاز مفکرین و زعماء کی زندگی کی سیرت و کردار کے نقوش کو اجاگر کرنا۔ (۴) صحیح اسلامی تحریکات، قرآنی تعلیمات اور نظریات کو پیش کر کے ہندی مسلمانوں میں اسلامی روح پھونکنا۔ (۵) عالم اسلامی سے ربط و ضبط پیدا کرنے کے لئے تصنیف و تالیف کے ذریعہ "اخوت اسلامیہ" کے جذبہ کو بیدار کرنا۔

(۶) مسلمانوں کے علوم و فنون کی تاریخ، انکی علمی تحقیقات و اکتشافات اور ان کے ذہنی ارتقاء کو پیش کر کے از سر نو ان کی علمی و فکری قوتوں کو بروئے کار لانا۔ (۷) اسلامی ثقافت اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں خواتین کے مراتب اور ان کے زندہ جاوید کارناموں کی نشر و اشاعت کرنا اور انھیں عملی و علمی میدان میں آنے کے لئے تیار کرنا۔ (۸) خواتین کی ذہنی و فکری قوتوں کو بیدار کرنے کے لئے ان کے مناسب حال لٹریچر پیدا کرنا، اور انھیں ان کے حقوق سے آشنا کرانا وغیرہ

المؤسسان:- (۱) ممتاز علی خاں بی۔ اے۔ صدر کل ھند ریاستی مسلم وفاق طلبہ
(۲) محمد حسن الاعظمی (من علماء الازہر)

ادارہ کی زیر طبع کتب

۱۔ آزاد مصر:۔ مؤلفہ محمد حسن الاعظمی ازہری
۲۔ مجاہد مراکش، مؤلفہ افضل العلماء عبد الوہاب ظہوری۔
۳۔ مصر میں اسلامی تحریکات: (مترجمہ) مولوی عبد الوہاب ظہوری (افضل العلماء)
۴۔ امیر شکیب ارسلان:۔ مؤلفہ مولوی عبد الوہاب ظہوری
۵۔ اقبال:۔ مؤلفہ شاہد حسین رزاقی ایم۔ اے۔ (لکچرار)